

# نسیم الحجالس

مجموعہ نقاد

2

علامہ اعلیٰ

علامہ سید نسیم عباس رضوی

ادارہ منہاج القرآن

نسیم الحجالس

2



علامہ سید نسیم عباس رضوی



# نسیم المجالس

(حصہ دوم) سید ذریعہ عباسی  
۱۶۶۲۹  
الجمعیۃ النوری

## تقاریر

علامہ نسیم عباس رضوی مدظلہ العالی

ترتیب

شیخ خادم حسین

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین جناح ٹاؤن ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

## جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

### اعتراف ہنر

یہ امر ہمارے لئے نہایت افتخار و انبساط کا باعث ہے کہ حجتہ الاسلام والمسلمین علامہ نسیم عباس رضوی مدظلہ کی مجالس محرم کی ترویج و اشاعت کی ذمہ داری خداوند متعال نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ نسیم المجالس کی جلد اول کی اشاعت اپنے معیاری مواد، استدلالی بیان اور روانی کلام کے باعث مقبولیت کی معراج تک پہنچی ہے۔ چونکہ علامہ صاحب کی تقاریر تحریری صورت میں پہلی دفعہ منظر عام پر آئی ہیں لہذا ان کی پذیرائی حتمی اور یقینی ہے۔ ہم استفادہ عام کے مد نظر ان کی مجالس محرم کی دوسری جلد بھی مومنین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ جن میں روانی و سلاست، انشاء پر دازی اور نکتہ سنجی کے ذریعے تبلیغ مودت، ترویج حقیقت، حصول معرفت اور ترغیب شیعیت کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

نسیم المجالس دور حاضر اور عصر جدید کے تقاضوں کے عین مطابق، توثیق عقائد اور تعمیل فروعات کا ایک مکمل چارٹر اور سلسلہ رشد و ہدایت ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ اس سلسلے کو مسلسل جاری رکھا جائے اور مفکر بے مثل، محقق بے عدیل، مقرر شیریں بیان، خطیب گلفشاں علامہ نسیم عباس رضوی مدظلہ کے منہ سے نکلے ہوئے اور نکلنے والے ہر ہر لفظ کو محفوظ کیا جائے اور شایان شان اشاعت کا فریضہ انجام دے کر آئندہ نسلوں کے لئے رہنمائی کا سامان کیا جائے کیونکہ ایسے نابذ روزگار انسان روز روز پیدا نہیں ہوتے جو عصمت و طہارت اور حریت و مظلومیت کے مقدس قافلہ سالاروں کے عملی مشن کے کامل ترجمان ہوں۔

ہم نے علامہ صاحب موصوف کی تقاریر کو تحریری مجالس سے نوازا ہے اور

نسیم المجالس (حصہ دوم)

علامہ نسیم عباس رضوی

شیخ خادم حسین

ایم۔ اعجاز احمد، ادارہ منہاج الصالحین لاہور

5425372

2002ء

2007ء

RS 150-00 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین

الحمد مارکیٹ، فرسٹ فلور، دکان نمبر 20،

7225252

فون: لاہور، اردو بازار، لاہور

http://www.ranajabirabbas.com

تعیین اسلوب کے لئے ادیب شہیر پروفیسر مظہر عباس چودھری صاحب کی خدمات حاصل کی ہیں تاکہ یہ مجموعہ تقاریر اردو ادب کے شاہکار کے طور پر سامنے آئے اور شہرت دوام پائے۔ ان مجالس کو کیسٹوں سے صفحات قرطاس پر اتارنے کے لئے بشری کرمانی اور یاد کرمانی نے خدمات انجام دی ہیں۔ اللہ رب العزت ان کی توفیقات دینیہ میں اضافہ فرمائے۔ (آمین)

آخر میں یہ بتانا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ اس سال محرم الحرام میں ماڈل ٹاؤن لاہور کی ایک مجلس عزاء میں علامہ صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان کے حسن اخلاق اور سحر ملاقات نے اس قدر متاثر کیا کہ میں نے ان کی عظمت انسانی کے تحت مصمم ارادہ کر لیا کہ ان کی ہر مجلس کی اشاعت و ترویج اب ہمارے ادارے منہاج الصالحین کی ذمہ داری ہو گی..... وما توفیقی الا باللہ!

علامہ صاحب کے مشورے کے ساتھ ہم ان مجالس کا انتساب ان کے استاد محترم خطیب آل محمد علامہ اظہر حسن زیدی اعلیٰ اللہ مقامہ کے نام کیا ہے جو اپنے نعم البدل کے طور پر علامہ نسیم عباس رضوی کو شیعہ قوم کو عطا کر گئے..... انشاء اللہ العزیز ہم جلد ہی زیدی صاحب قبلہ کے مجموعہ ہائے تقاریر کی بھی شایان شان اشاعت کا اہتمام کریں گے۔

وما توفیقی الا باللہ!

علامہ ریاض حسین جعفری

سرپرست اعلیٰ ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

نسیم عباس ہیں محو خطابت  
ہوئیں یکجا فصاحت اور بلاغت  
جہاں بھر کے اویو! زور مارو  
نہیں ممکن بیاں کی یہ سلاست  
مظہر عباس

# فہرست

## مجلس اول

بسم الله الرحمن الرحيم

قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فى القربى

عزیزان گرامی!

کائنات کے کونے کونے میں جناب سیدہ کے لال کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ دنیا کا کوئی ملک یا خطہ ایسا نہیں کہ جہاں اس شہنشاہ کے ماننے والے نہ ہوں اور اس شہنشاہ کا قصہ زبان زد عوام نہ ہو..... محرم کا چاند وہ سنہری کشتی ہے کہ جس میں کائنات کا شہنشاہ سوار ہو کر اپنی رعایا کا معائنہ کرتا ہے اور اس شہنشاہ کے ماننے والے دنیا کے کونے کونے میں اس کے استقبال کے لئے گل بدست کھڑے نظر آتے ہیں۔

اس وقت دنیا کا سب سے بڑا شہنشاہ حسینؑ ہے..... دنیا کے تمام ممالک کے اگر بجٹ اکٹھے کئے جائیں تو دنیا کی حکومتوں کے بجٹ ایک طرف اور کائنات کے اس شہنشاہ کی ایک دن کی مجالس کا بجٹ ایک طرف..... آپ یقین کیجئے کہ میں نے اس شہنشاہ کے صدقے میں آدھی سے زیادہ دنیا دیکھی ہے اور اس شہنشاہ کے ذکر کے لئے ناروے کے اس خطے میں گیا ہوں جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہوتی ہے..... بچپن میں ہم اس کے بارے میں سنا تو کرتے تھے مگر ہم نے یہ خطہ دیکھا نہیں تھا..... جب اس شہنشاہ کے ذکر کے لئے اس خطے سے دعوت نامہ آیا اور میں وہاں گیا تو ایک بورڈ لگا ہوا نظر آیا:

7

22

42

70

88

120

138

168

188

207

مجلس اول

مجلس دوم

مجلس سوم

مجلس چہارم

مجلس پنجم

مجلس ششم

مجلس ہفتم

مجلس ہشتم

مجلس نہم

مجلس دہم





حسین کا ہے۔ اس شہنشاہ کا لنگر رنگ و نسل اور مذہب و قوم کی تقسیم سے مشروط نہیں، ہندو کھائیں، عیسائی کھائیں، سکھ کھائیں، یہودی کھائیں، سبھی کھائیں اور جی بھر کر کھائیں۔ سبیلوں کا پانی گلیوں میں بہتا رہتا ہے، چاول پاؤں میں آتے رہتے ہیں، کوئی پابندی نہیں، کوئی شرط نہیں..... کائنات میں اس طرح کا لنگر یا حسین کا ہے یا خدا کا ہے۔ (نعرۂ حیدری)

### سامعین گرامی!

یہ سب دیکھے بھالے واقعات ہیں چشم دید مشاہدات ہیں..... اللہ کے نام پر سال میں ایک دفعہ حج ہوتا ہے تو لاکھوں افراد شرکت کرتے ہیں۔ حکومتوں سے انتظام نہیں ہو پاتا، کہیں آگ لگ جاتی ہے، کہیں شیطانوں کو پتھر مارتے ہوئے لوگ کچلے جاتے ہیں، لیکن یہ سال میں ایک دفعہ اکٹھے ہوتے ہیں، لیکن یقین جانے کہ پوری دنیا میں حسین کے نام پر ایک ہی دن میں اتنے لوگ ذکر حسین سننے کے لئے جمع ہوتے رہتے ہیں اور جگہ جگہ اس شہنشاہ کا تذکرہ شروع رہتا ہے۔

آپ یقین فرمائیں، پوری دنیا کو اگر رزق ملتا ہے تو اسی شہنشاہ کے صدقے میں ملتا ہے۔ غیر مسلموں نے بھی لکھا ہے اور شیعہ سنی مسلمان بھی یہ تسلیم کرتے ہیں، جرجی زیدان جیسا عیسائی مورخ بھی یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ جب حسین کے ششماہی شیرخوار نے میدان کر بلا میں قوم اشقیاء سے پانی کا سوال کیا تو جواب میں ایک سہ بھالا تیر چلایا گیا۔ تیر جا کر اس بچے کے گلوئے مبارک پر لگا، بچے میں مارے پیاس اور بھوک کے کچھ دم خم تو تھا نہیں، گلوئے اقدس سے چند قطرے خون کے نکلے تو سیدہ کے لال نے وہ خون پکے چند قطرے ہاتھوں میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا چاہا۔ آواز آئی کہ اگر یہ خون میری طرف آیا تو قیامت تک بارش کا قطرہ نہ برے گا۔ زمین پر پھینکا چاہا تو آواز آئی: حسین! اگر میری طرف یہ خون پھینکا گیا تو قیامت تک انگریز نہیں پیدا ہوگی، ایک دانہ نہیں اگے گا۔ اب اگر

### "End of the World"

جہاں دنیا کا خاتمہ ہوتا ہے وہاں اسی بورڈ پر پینل سے لکھا ہوا تھا:

حسین منی و انا من حسین

یعنی جہاں پر دنیا ختم ہو رہی تھی وہاں سے حسین کا ذکر شروع ہو رہا تھا۔ اور دنیا میں کسی کے اتنے مکان نہیں ہیں جتنے حسین کے مکان ہیں، کسی کے اتنے رضا کار نہیں جتنے حسین کے رضا کار ہیں، کسی کی اتنی سبیلیں نہیں جتنی حسین کی سبیلیں ہیں، کسی کے اتنے لنگر نہیں جتنے اس کے ہیں اور یقین کریں کہ اگر وہ اپنے دیوانوں کو لے کر نکل پڑے تو کسی کے پاس اس کو ٹھہرانے کے لئے اقامت گا ہیں ممکن نہ ہوں اور اگر آدم سے لے کر خاتم تک تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کو ساتھ لے کے اس کے مہمان ہو جائیں تو اس کے پاس اتنے مکان موجود ہیں کہ یہ سب کو باسولت ٹھہرا سکتا ہے اس کے پاس اتنی سبیلیں ہیں کہ سب کو پانی پلا سکتا ہے، اتنے لنگر ہیں کہ سب کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ (نعرۂ حیدری..... صلوٰۃ)

### سامعین محترم!

حسین کا لنگر دنیا کے نئی ترین بادشاہ کا لنگر ہے۔ میں نے دیگر مذاہب کے عبادت خانوں میں بھی جا کر جائزہ لیا ہے..... ہندوستان کے عبادت خانوں میں جا کر بھی میں نے کچھ قیود دیکھیں۔ ہندو اپنے رواج کے مطابق پرشاد دیتے ہیں، سکھ اپنے گروؤں کی مانی ہوئی فیس تقسیم کرتے ہیں، لیکن ان سب پر بیسیوں شرطیں عائد کرتے ہیں، مثلاً اس کے ماننے والے کھائیں، اس کی ذات کو تسلیم کرنے والے کھائیں، اسے گرو سمجھنے والے کھائیں۔ اسی طرح ہمارے آئمہ معصومین کی بھی نذر نیاز ہوتی ہے، مثلاً ۲۲ رجب امام جعفر صادق کے کوٹھے ہیں، سرکارِ غازی کی حاضری پکٹی ہے تو آپ یہ شرط لگاتے ہیں کہ وضو کر کے کھائیں، درود پڑھ کر کھائیں، جیب میں رکھ کر باہر نہ لے جائیں، نیاز نیچے نہ گرائیں۔ بیسیوں شرطیں آپ بھی لگا دیتے ہیں؟ لیکن خدا کی قسم! کائنات میں اگر کسی کا کھلا لنگر ہے تو وہ

یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ رسولؐ اپنے تمام مصائب و آلام کا صلہ صرف اور صرف اپنے قربیٰ کی محبت و مودت مانگ رہا تھا، حالانکہ یہ مانگنے کی تو ضرورت ہی نہیں ہونی چاہئے تھی۔ (صلوٰۃ)

**سامعین محترم!**

کتنا حسین ہے وہ دین، کتنا خوبصورت ہے وہ مذہب جس کی اجرت صرف اور صرف محبت ہے۔ محبت! جو لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی اور اگر لفظوں میں ادا ہو جائے تو وہ محبت نہیں کہلاتی، کیونکہ لفظوں میں وہ چیز بیان ہوتی ہے جو کی جائے جبکہ محبت ایسی چیز ہے جو کی نہیں جاتی بلکہ ہو جاتی ہے یا پھر

محبت بحر طوفانی ہے جو ساحل نہیں رکھتا  
محبت دشت بے پایاں ہے جو منزل نہیں رکھتا  
محبت اک گولہ ہے جو دشت دل سے اٹھتا ہے  
اور محبت پروہ مہمل ہے جو مشکل سے اٹھتا ہے  
محبت کیمیا ہے کربلا کی خاک میں ڈھونڈو  
محبت عقل پرانی ہے اسے افلاک میں ڈھونڈو  
محبت معنی و الفاظ میں لائی نہیں جاتی  
یہ وہ نازک حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

**میرے معزز سامعین!**

میں بالکل سادہ انداز میں پڑھتا ہوں تاکہ بچے سے لے کر بڑے تک اور ان پڑھ سے لے کر پڑھے لکھے تک ہر کوئی اس کے مفہوم کو سمجھ سکے۔

حسینؑ چاہتا تو شیر خوار کا لبو آسمان کی طرف پھینک کر پوری کائنات کو قیامت تک کے لئے بارش سے محروم کر دیتا اور اگر چاہتا تو زمین پر پھینک کر قیامت تک دنیا کو اناج سے محروم کر دیتا۔ تو پھر ذرا سوچئے! میرے شیعہ سنی بھائیو! کہ پوری کائنات کا رزق حسینؑ کی مٹھی میں بند ہے کہ نہیں ہے۔؟ گویا حسینؑ کے ہاتھوں میں بچے کا لبو نہیں تھا، وہ پوری دنیا کا رزق تھا۔ اگر چاہتا تو پانی سے محروم کر دیتا اور اگر چاہتا تو اناج سے محروم کر دیتا۔ لیکن وہ نجی ابن نجی تھا، اس نے کہا کہ میں دنیا کو دانا پانی سے کیوں محروم کروں اس لئے اس نے یہ خون اپنے چہرے پر لیا۔

**میرے معزز بزرگان!**

اب اگر قیامت تک کوئی پانی نہ پئے گا تو حسینؑ کے صدقے میں پئے گا۔ اور قیامت تک زمین سے اگا ہوا اناج کھائے گا تو حسینؑ کے صدقے میں کھائے گا۔ اور اس کے باوجود بھی کوئی کہے کہ میں حسینی نہیں ہوں تو وہ نمک حرام کھلائے گا۔

**میرے معزز دوستو!**

چونکہ ہماری رگوں میں حلائی لبو ہے اسی لئے ہم اس کا شکر یہ ادا کرنے کے لئے اس کی صف ماتم بچھا لیتے ہیں۔ فاطمہؑ کے لال! تیرا ہم پر بڑا احسان ہے، تیرا ہم پر بڑا فیضان ہے۔

اب میں اس موضوع کو لے کر آگے بڑھ رہا ہوں کہ اتنے بڑے محسن کے خلاف آخر یہ دنیا کیوں کھڑی ہو گئی؟ جس خاندان کے لئے رسول خداؐ سے اللہ حکم دے کر کہتا ہے:

”میرے حبیب! ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے تبلیغ رسالت اور ترسیل دین کا صلہ ہوائے اس کے کچھ بھی نہیں چاہتا کہ تم میری عزت کو چاہتے رہنا اور میرے قربیٰ سے محبت رکھنا۔“

دوستان محترم!

فرض کریں اگر آپ کو کسی جنگل میں کوئی ایسا بچہ مل جائے جو بالکل لاوارث ہو جس کا کوئی دعویدار نہ ہو اور یہ خوف بھی ہو کہ جنگل میں کوئی درندہ اسے پھاڑ کھائے گا اور آپ اس پر ترس کھاتے ہوئے اسے اٹھا کر لے آئیں اس کی دیکھ بھال کریں بہترین پوشا میں پہنائیں بہترین کھانے کھلائیں اعلیٰ تعلیم دلوائیں اور عمدہ طریقے سے پروان چڑھائیں اور جب وہ جوانی چڑھ جائے تو آپ اس سے کہیں کہ میں تیری خدمت کا صلہ تم سے کچھ نہیں مانگتا صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم میری اولاد سے محبت کرنا اور مجھ سے بھی پیار کرنا اور اگر وہ آپ کی بات سنی ان سنی کر دے اور کچھ توجہ ہی نہ دے تو کوئی بھی شخص اسے شریف زادہ کہے گا۔۔۔ یہی بات پیغمبرؐ نے بھی مسلمانوں سے کہی:

”اے مسلمانو! تم ایک بگڑی ہوئی قوم تھی مال غنیمت پر پلّی ہوئی۔ تمہاری کوئی پہچان تھی نہ تمہارا کوئی والی وارث تھا۔۔۔ میں نے پتھر کھا کھا کر تمہیں پروان چڑھایا۔ تم جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے میں نے تمہیں علم کے نور سے شناسا کروایا تم گم نامی میں ڈوبے ہوئے تھے تمہیں خیرالام کا تاج رکھ کر دنیا میں تمہیں روشناس کرایا۔ ان چیزوں کے عوض میں تم نے تم سے صرف محبت مانگی ہے۔۔۔“

اب ایمان سے بتائیے کہ اگر کوئی لکھ پڑھنے والا پیغمبرؐ کو محبت کا جواب محبت میں نہ دے تو کیا خدا تعالیٰ اسے جنت دے دے گا؟

یاد رکھئے! میرے معزز دوستو!

چنانچہ اللہ نے کہا:

”کہہ دیجئے میرے حبیب! ”لا اسئلكم“ میں تم سے کوئی سوال نہیں

کرتا مجھے تو کوئی سوال کرنا ہی نہیں آتا میں تو مانگتا ہی نہیں کیوں کہ مجھے مانگنا آتا ہی نہیں۔ میں نے تو اللہ سے کبھی کچھ نہیں مانگا تم سے کیا مانگوں گا؟۔۔۔ یہ تو اللہ ہی ہے جو مجھ سے کہتا ہے اے میرے حبیب! مجھ سے علم کی زیادتی مانگ لے مجھ سے یہ مانگ لے مجھ سے وہ مانگ لے۔۔۔ یہ تو اللہ خود مجھ سے کہتا ہے مجھے مجبور کرتا ہے تو میں اس سے مانگتا ہوں۔“

اور یاد رکھئے! جب ہم نے پوچھا اے رسولِ معظم! آپ کیوں نہیں مانگتے؟ تو فرمایا اس لئے نہیں مانگتا کہ مانگنے والوں کا حشر میرے سامنے ہے۔۔۔ موسیٰؑ طور پر اللہ کا دیوار مانگنے گئے وہ ”لن ترانیاں“ سنیں کہ ہوش اڑ گئے عیسیٰؑ اللہ سے ملاقات کرنے گئے تو تھے آسمان پر روک لئے گئے سلیمانؑ مانگ بیٹھے ”رب هب السی ملکاً“ مانگا اتنا بڑا ملک ملی چھوٹی سی انگوٹھی اب انگوٹھی پہنی ہو تو مالک الملک اور انگوٹھی اتار دی تو یہاں بے ملک انگوٹھی پہن لی تو ہوا فضا سب پہ حکومت اتار دی تو اب آرام سے بیٹھے۔۔۔ یہاں اللہ کا حبیب سلیمانؑ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پکارا اٹھا:

”سلیمان! انگوٹھیاں مانگ مانگ کر حکومت کرنا اور بات ہے اور انگوٹھیاں زکوٰۃ میں بانٹ بانٹ کر ولایت کی دھوم مچا دینا یہ اور بات ہے!! (نعرۂ حیدری۔۔۔ صلوٰۃ)

اور اس لئے میں اللہ سے کوئی چیز مانگتا ہی نہیں۔۔۔ دیکھ آ کر میں اس سے کوئی چیز مانگ لیتا تو میں اس کا محبوب بھی تو ہوں۔۔۔ اگر میں صرف اس کا نبی ہوتا تو مانگ لیتا لیکن میں تو اس کا محبوب بھی ہوں اور وہ محبوب ہی کیا جو چیز مانگ کر حاصل کرے۔۔۔ اب ہو سکتا ہے اللہ نے سوچا ہو کہ میرا محبوب شاید بندوں میں مانگتے ہوئے شرماتا ہے اس لئے ایک بات چپکے سے اسے اپنے قریب بلا لیا کہ بندوں میں بیٹھ کر نہ سہی چلو یہیں مانگ لے یہاں تو ہم تم اکیلے ہیں اور کوئی غیر دیکھنے سننے والا نہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو قویٰ بنا دیا



کے باپ اس کے باپ کے باپ حتیٰ کہ حضرت آدمؑ کو بھی علم نہیں کہ نبی آخر کتب بنا؟ لہذا اس وقت سے لے کر قیامت تک ہم بھلا اسے کیونکر اجرت دے سکیں گے؟ اجرت تو اسے خود خدا دے گا۔ لہذا اس نے کہا: لا اسئلکم کہ میں تم سے کوئی سوال نہیں کرتا، کچھ نہیں مانگتا، سرکاری ڈیوٹی پر تھا اس نے کہا میں تم سے کچھ نہیں مانگتا۔ اچھا صاحب! لیکن ایک کام کے لئے پبلک اس کے پیچھے پڑ گئی پبلک نے کہا:

”آپ ہیں رحمت دو عالم اور ہم ہیں آپ کی امت۔ ہم گنہگار ہیں اور روز قیامت آپ ہمارا وسیلہ ہیں، براہ کرم ہمارے گناہ معاف کرا دیں۔“

تو فرمایا:

”میں ہوں سرکاری ڈیوٹی پر میں یہ پرائیویٹ بزنس نہیں کر سکتا اور میں اللہ کے کام میں دخل بھی نہیں دے سکتا۔“

من الذی یشفع عنده

”کون ہے جو اس کے سامنے سفارش کر سکے شفاعت کی زبان کھول سکے۔“

اب پبلک بولی کہ

”یا رسول اللہ! پھر ہم کس کے پاس جائیں؟ کس سے کہیں اپنا پرابلم؟“

آخر اللہ کے حبیبؐ نے مجبور ہو کر اللہ سے کہا:

”اے میرے اللہ! یہ پبلک میرے پیچھے پڑ گئی ہے کہ ہمارے گناہ معاف کرا دے۔“

اب آواز پروردگار آئی:

”اے میرے حبیب! کوئی میرے سامنے شفاعت نہیں کر سکتا، میں تو

کسی کو شفاعت کا حق نہیں دیتا اور اگر دیتا ہوں تو صرف اور صرف

لیا اور اتنا قریب بلایا، اتنا قریب بلایا کہ رسول اکرمؐ کا دل چاہا کہ دوڑ کر اللہ سے گلے لپٹ جاؤں، مگر اللہ کا گلہ نہ تھا لہذا رسولؐ کو گلہ نہ تھا۔ لیکن رسولؐ نے وہاں بھی کچھ نہیں مانگا، حالانکہ اللہ نے اس قدر احتیاط کی کہ یہ خیال رکھا کہ یہاں صرف میں اور یہ ہیں اور میں اللہ اللہ ہوں جبکہ یہ بندہ بندہ ہے۔ لہذا یہاں اللہ بن کر نہ بولوں شاید یہ گھبرا جائے اس لئے اللہ وہاں اللہ بن کر نہیں ایسے بولا جیسے بھائی بولتا ہے۔ لیکن رسولؐ آخر جیسے گیا تھا مہمان بن کر بھی ویسے ہی واپس آ گیا، نہ اس سے کچھ مانگا اور نہ کبھی پبلک سے کچھ مانگا۔

اور پھر یاد رکھئے!

رسولؐ ہم سے تو کچھ مانگ سکتا ہی نہیں اس لئے کہ وہ Holy Prophet کی حیثیت رکھتا ہے، پاک پیغمبرؐ ہے، وہ ہم جیسوں سے کیوں مانگے؟ بھئی! دیکھئے نا! اگر گورنمنٹ ایک آدی کو تحصیلدار لگا دیتی ہے یا وہ اے۔ سی (Assistant Commissioner) ڈی۔ سی (Deputy Commissioner) یا منسٹر (Minister) بناتی ہے تو اس کو ماہانہ اجرت یا تنخواہ کون دے گا؟ یقیناً وہی حکومت دے گی نا! جس نے اسے تعینات کیا ہے۔ اور اگر ہم نے اسے تعینات کیا ہے تو ہم دیں گے، اس لئے جب نبیؐ آیا تو اس کی رعایا نے کہا کہ ہم آپ کو اجرت دیں! تو نبیؐ نے کہا:

ان اجوی الا علی اللہ

میری اجرت تو اللہ کے پاس ہے۔ اس لئے کہ میں تو سرکاری ڈیوٹی پر ہوں۔ بھئی! اگر کوئی سرکاری ڈیوٹی پر ہو اور وہ سرکار سے تنخواہ لینے کے ساتھ ساتھ پبلک سے بھی لیتا رہے تو کیا یہ جائز ہے بھلا؟

بھئی! جسے ہم نبیؐ بناتے ہیں، اپنی تنخواہ کا دواں حصہ بھیجتے رہتے ہیں اور جسے اس نے نبیؐ بنایا۔

اور ہمیں تو پتہ ہی نہیں کہ نبیؐ کب بنا، ہماری تو حیثیت ہی کیا ہے، ہمارے باپ

الف۔ اسی طرح ایک بڑے آدمی کو عربی میں ”کبیر“ کہتے ہیں اور بڑی خاتون ہو تو اسے کہتے ہیں ”کبیرہ“ اور اگر کوئی آدمی بہت ہی بڑا ہو تو اسے کہتے ہیں ”اکبر“ اور ایک بہت بڑی خاتون ہو تو اسے کہتے ہیں ”کبریٰ“..... یعنی سب سے چھوٹی بچی کو کہتے ہیں ”صغریٰ“ اور سب سے بڑی خاتون کو کہتے ہیں ”کبریٰ!“ بالکل اسی طرح عربی میں ایک شخص پیارا ہو تو اسے کہتے ہیں ”قرب“ اور ایک عورت پیاری اور عزیز ہو تو اسے کہتے ہیں ”قربیہ“۔ بہت ہی پیارے عزیز کو جس سے زیادہ کوئی عزیز نہ ہو اسے کہتے ہیں ”اقرب“ اور ایک بہت ہی پیاری خاتون جس سے زیادہ کوئی پیارا نہ ہو کو کہتے ہیں ”قربیہ“..... جس سے پیاری کوئی اور خاتون ہو ہی نہ سکے وہ ہے ”قربیہ“۔ گویا پیغمبرؐ کہہ رہے ہیں کہ میری بہت قربیہ یعنی میری سب سے زیادہ قربیہ خاتون سے محبت رکھنا۔ جو کائنات میں مجھے سب سے زیادہ عزیز اور پیاری ہے اس سے مودت رکھو۔ (نعرہ حیدری)

### سامعین!

اب اگر میں گردان سناؤں تو بہت وقت لگ جائے گا Superlative Degree جو صرف دُنحو میں ہے وہ کیا ہے؟ قرب سے جو فعل التفصیل ہے وہ ہے اقرب۔ کوئی ایک مرد جو بہت ہی عزیز بلکہ سب سے عزیز ہو تو اسے کہتے ہیں اقرب۔ اگر دو ہوں تو اقربان۔ دو سے زیادہ ہوں تو اقربون، اقاربو و اقارب۔ آگے ہے والمونث..... منہ۔ اگر مونث واحد ہو تو قربیہ، اگر دو عورتیں ہوں تو قربیان اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو قریبات اور وہاں لفظ ہے قربیہ کہ الا المودة فی القربیہ اس ایک خاتون سے جو مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے۔

یاد رکھئے! اگر اس کی تین بہنیں اور بھی ہوں تو واحد کا صیغہ نہ آتا۔

اے الامن المرتضیٰ من الرسل جو میرے رسولوں میں سے میری مرضی کا مالک ہو جائے۔ اے رسول! تو میری مرضیوں کا بے شک مالک ہے مگر یہ کام تیری سرکاری ڈیوٹی میں سے نہیں ہے۔ یہ تو تیرا پرائیویٹ کام ہے۔ البتہ جا میں تجھے پرائیویٹ کام کی اجازت دیتا ہوں اور چونکہ یہ پرائیویٹ کام ہے تو اس پرائیویٹ کام کرنے کی تو چاہے تو اجرت بھی مانگ لے۔“

اب پیغمبرؐ نے فرمایا:

”اَنْتُمْ مَجْبُورُونَ بِتَوَقُّفِ شَفَاعَتِ تَوْحِيدِ كَرَامَاتِ بَشَرِيَّةٍ تَمَّ اس كِ اجرت دے دو اور اجرت کیا ہے؟ الا المودة فی القربیہ.....“

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

اجرت ہے قربی کی مودت! اب قربی کیا ہیں؟ غور کیجئے گا! قربی ہے عربی کا لفظ! قربی کے ذرا سچے کیجئے۔ ”ق“ پر پیش ”ر“ ساکن اور ”ب“ ی اور ”ی“ پر کھڑی زبر جو الف کی آواز دیتی ہے۔

ایک اور لفظ ہوتا ہے قرباء بروزن حکماء فقراء یعنی دوسرے حرف پر زبر ہوتی ہے۔ بات ذرا غور طلب ہے یعنی ایک لفظ قربا بھی ہے اور ایک قربیہ ہے۔ اگر لفظ ہوتا قرب تو یہ اقرب کی جمع ہوتی اور مراد ہوتی قربیہ عزیز۔ لیکن یہاں قربا نہیں ہے بلکہ قربیہ ہے۔ پہلے حرف پر حرکت ہے جبکہ دوسرا حرف ساکن ہے تو اب اس کو یوں سمجھئے کہ عربی میں جیسے چھوٹے بچے کو صغیر کہتے ہیں تو چھوٹی بچی کو صغیرہ کہتے ہیں۔ اور اگر کوئی بہت ہی چھوٹا بچہ ہو جسے عربی میں افعل التفصیل اور انگریزی میں Superlative Degree کہا جاتا ہے۔ تو اس بہت ہی چھوٹے بچے کو کہا جاتا ہے ”اصغرا“ اور اگر بہت ہی چھوٹی بچی ہو تو وہ کہلاتی ہے ”صغریٰ“۔ اب سچے کیجئے میں پر پیش رساکن ادری پر کھڑا

چلی گئی کہ میرا شایان شان استقبال ہوگا۔ مگر جسے رسول آتے ہی استقبال کے بعد اپنے پاس بٹھاتے تھے وہ امت کے دربار میں چار گھنٹے کھڑی رہی۔ کسی کی زبان سے نہ نکلا کہ اے رسول کی قربی! آپ تھک گئی ہوں گی، بیٹھ جائیے..... اور کسی نے یہ نہ کہا کہ آپ خود کیوں دربار میں تشریف لائیں، ہمیں بلالیا ہوتا؟

اب فاطمہ رحمۃ اللعالمین کی بیٹی تھیں، رحمت کو عزیز تھیں، رحمت کو پیاری تھیں، رحمت کے لہجے میں بول رہی تھیں، طبیعت میں کوئی تیزی نہیں آئی، مزاج میں غصہ نہیں آیا، بڑے آرام سے کہہ رہی تھیں:

”میرے باپ کے دوستو! مجھے پہچانو! میں فاطمہ ہوں۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میرا باپ مجھ سے کتنی محبت کرتا تھا۔ میں تم سے حکومت نہیں مانگتی، تخت و تاج نہیں مانگتی، میرے بچوں کا واحد گزارہ معاش یہ زمین کا ٹکڑا ہے، یہ مجھے واگزار کر دو۔“

بس اتنا کہا۔ کیا جواب ملا؟ میں سید ہوں، دنیا سید مجھ کو بھی کہتی ہے حقیقت کا علم اللہ کو ہے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بس جو جواب ملا سن کر گھر آ گئی۔ گھر کے دروازے پر کھڑی تھی چھوٹی فاطمہ، اس نے بسم اللہ کہہ کر ماں کا استقبال کیا اور صرف اتنا پوچھا:

”ماں! دربار میں کیا گزری؟“

ماں نے بیٹی کا ماتھا چوم کر ایک فھرہ کہا:

”بیٹا! میں جو دربار کی حالت آج دیکھ کر آ رہی ہوں، اگر یہی حالت

رہی تو تیری چادر کی خیر نہیں.....“

وہ چھوٹی تھی (زنہب) علی کی بیٹی، بڑی فاطمہ تھی نبی کی بیٹی۔ نبی کی بیٹی میں اپنے باپ کی جھلک تھی اور علی کی بیٹی میں اپنے باپ کی..... یہ چلتی تھی تو نبی لگتی تھی، وہ چلتی تھی تو علی لگتی تھی۔ جب یہ جاری تھی تو گھر کے سامنے مسجد تھی، مسجد میں جانا تھا۔ ہاشمی

توجہ ہے میرے سامعین!

الا المودة فی القربی

اور میرے محترم سامعین! اب کون ہے وہ قربی! جس سے مودت کا حکم ہے؟ مرکز اہل بیت! جس سے رسول نے مودت کا حکم فرمایا..... سائنس اور فلسفے میں مرکز کی پہچان کیا ہے؟ مرکز کی پہچان یہ ہے کہ اگر مرکز پھر جائے تو اس سے جو شے وابستہ ہے وہ بھی پھر جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم شریف سے لے کر سب کتابوں میں یہی جملہ لکھے ہوئے ہیں کَلَمَا دَخَلَتْ فَاطِمَةُ۔ جس وقت جناب سیدہ تشریف لائیں تو رسول اکرمؐ فوراً کھڑے ہو جاتے اور رخ فاطمہ زہراؑ کی طرف کرتے، اس لئے کہ وہ مرکز اہل بیت ہے..... ورجعھا مرجعاً کہتے اور واجلسھا فجلسہ جہاں خود بیٹھتے وہاں فاطمہ کو بٹھاتے کہ تو قربی ہے۔ چنانچہ جب کبھی بھی فاطمہ تشریف لائی ہیں، رسول اکرمؐ نے کھڑے ہو کر استقبال کیا ہے اور یہ نہیں کہ جب صرف پیدل چل کر آئی ہوں تو پیغمبرؐ نے استقبال کیا۔ فاطمہ سال ڈیڑھ کی تھیں گھٹنوں کے بل چل کر آئیں تو بھی پیغمبرؐ کھڑے ہو گئے، پانچ سال کی عمر میں چل کر آئیں تو پیغمبرؐ کھڑے ہو گئے، بارہ چودہ سال کے سن میں تشریف لائیں تو پیغمبرؐ کھڑے ہو گئے اور جب پیغمبرؐ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت شہزادی کی عمر ۱۸ سال تھی، گویا ۱۸ سال تک کھڑے ہو کر پیغمبرؐ نے اس قربی کا استقبال کیا۔ جس قربی کا استقبال سردار عالمینؐ کھڑا ہو کر کرتا رہا ہو کیا اس کے دل میں یہ بات نہیں بیٹھ جائے گی کہ میں اب جہاں جہاں جاؤں گی، مہرا استقبال اسی طرح ہی ہوگا..... اب میں جہاں جاؤں گی میری یونہی تعظیم ہو گی۔

سامعین!

کسی کا دل دکھے نہ دیکھے ہر مومن کا دل دکھا ہوا ہے۔ فاطمہؑ یہی سوچ کر ایک جگہ

اس لئے کہ دونوں بہن بھائیوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ مدینے سے جاتے وقت ان سبھی مزاروں پر بھائی حسینؑ تم جاؤ گے اور جب درباروں سے واپسی ہوگی تو تانا کے روضے پر بھی میں جاؤں گی، بھائی حسنؑ کے پاس بھی میں جاؤں گی اور ماں کی قبر پر بھی میں جاؤں گی اور وہاں جا کر میں بتاؤں گی کہ اماں دربار میں تو بھی گئی تھی اور میں بھی ہو کر آئی ہوں، مگر تیرا جانا اور تھا، اور میرا جانا اور ہے۔

### سامعین گرامی!

یہ ہے وہ خلاصہ اس داستان حسرت کا، جس کی ابتداء مدینے سے ہوئی اور انتہا شام پر..... آج میں نے اس بیان کی بنیاد رکھ دی ہے۔ کل سے انشاء اللہ اسے آگے پڑھ لیں گے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم بانی مجلس کی تمنائوں کو پورا کرے اور آپ کے ہر سانس کو محرم میں عبادت شمار فرمائے اور یہ ذکر بڑے امن وامان سے چلتا رہے اور تمام ملت مسلمہ مل کر اس ذکر کو عام کرے۔

☆●☆●☆

عورتوں کا پردہ تھا۔ سلمان فارسیؑ کی نگاہیں قدموں پر پڑ گئیں تو وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا اور کہتا تھا:

”لوگو! کھڑے ہو جاؤ دیکھو تو رسولؐ آ رہا ہے بالکل رسولؐ جیسی چال

ہے اس کی!“

یہ چلتی تھیں تو بالکل نبیؐ لگتی تھیں اور علیؑ کی بیٹی بولتی تھیں تو بالکل علیؑ لگتی تھیں۔ دونوں میں کوئی چیز جمع نہ ہو سکی۔

آج محرم کی پہلی تاریخ ہے میں دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تمہیں سوائے اس غم کے کسی غم میں نہ رلائے۔

نبیؐ کی بیٹی اور علیؑ کی بیٹی میں رحمت اور جلال کا فرق تھا، کوئی شے دونوں میں اکٹھی نہ ہوئی۔ مگر ایک شے دونوں میں اکٹھی ہو گئی کہ دونوں کو دربار میں جانا پڑا۔ نبیؐ کی بیٹی کو بھی دربار جانا پڑا اور علیؑ کی بیٹی کو بھی دربار جانا پڑا۔ البتہ دونوں کے دربار جانے میں بہت فرق تھا، جب نبیؐ کی بیٹی دربار گئی تو گھر کے قریب ہی کھڑی تھی۔ لیکن جب علیؑ کی بیٹی دربار میں گئی تو ایمان سے بتانا کیا گھر کے پاس ہی گئی تھی؟ گھر سے ہزاروں میل دور پردیس کا مقام کوئی واقف نہیں، کوئی شناسا نہیں..... اور جب واپس آئی.....

دیکھو میرے دوستو!

آج محرم کی پہلی تاریخ ہے اس مناسبت سے میں ایک بات عرض کرتا ہوں کہ جب خانوادہ آل محمدؐ کربلا کی طرف چل رہا تھا تو آپؐ نے بھی تو تاریخ میں پڑھا ہوگا اور علماء اور ذاکرین سے سنا ہوگا کہ سرکار سید الشہداءؑ نے تانا کے مزار پر حاضری دی، پھر ماں کے مزار پر گئے، پھر بھائی کے مزار پر گئے، حسینؑ ہر مزار پر گئے۔ مگر کسی تاریخ میں یہ نہیں ملتا کہ علیؑ کی بیٹی گھر سے نکلتے ہوئے تانا کے روضے پر گئی ہو، ماں کے پاس گئی ہو یا بھائی حسنؑ کی قبر پر گئی ہو۔ مجھے کہیں نہیں ملا..... بھائی گیا، مگر بہن نہیں گئی..... کیوں؟ آخر کیوں؟

یہ وہ واقعہ ہے کہ جس کے راوی خلیفہ المسلمین خلیفہ ثانی ہیں اور حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش نے اسے اپنی کتاب کشف المحجوب میں اس روایت کو اس طرح درج کیا ہے:

”حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ یہ شہزادہ دویش رسولؐ پر سوار تھا، رسولؐ کی زلفیں اس کے ہاتھ میں تھیں اور رسولؐ اس کے اشاروں پر بول رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ گویا میری زلفیں تیری باگیں ہیں اور میں تیری سواری ہوں۔“

مہار کے کہتے ہیں آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ مہار اس شے کا نام ہے کہ جس کے ذریعے سواری کو روک لو اور جدھر موڑنا چاہو موڑ لو۔ اب دیکھئے! حسینؑ کے اشاروں پر کون مڑ رہا ہے؟ وہی نا! جس کے بارے میں انبیاء کو حکم ہے کہ تم میرے حبیبؑ پر ایمان لاؤ اور نہ صرف ایمان لاؤ بلکہ اس کی مصیبتوں میں بھی کام آؤ۔ تم آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک جتنے نبی ہو پیغمبر آخرا زمان کے پیچھے چلو گے۔ گویا آدمؑ ادھر مڑیں گے جدھر رسولؐ مڑیں گے، موسیٰؑ ادھر مڑیں گے جدھر رسولؐ مڑیں گے، عیسیٰؑ ادھر چلیں گے جدھر رسولؐ چلیں گے۔۔۔۔۔ نوحؑ، یعقوبؑ، زکریاؑ، شعیبؑ گویا جتنے نبی ہیں سبھی ادھر مڑیں گے جدھر رسولؐ معظمؐ مڑیں گے۔ اور سرکار رسالتؐ ادھر مڑیں گے جدھر حسینؑ مڑیں گے۔

سامعین!

حسینؑ کے ہاتھ میں یہ زلفیں نہیں ہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نیوں کی آبرو حسینؑ کی ننھی ننھی مٹھیوں میں ہے۔ (ارے بھائی نیاز بیگ والو! میں بالکل آسان الفاظ میں یہ کیوں نہ عرض کرتا چلوں) کہ اللہ کی اتنی بڑی رسالت کا رخ موڑ دینا حسینؑ کے بچپن کا کھیل ہے اور جس کے بچپن کا کھیل یہ ہے اس کی جوانی کا حال کیا ہوگا؟

برادران اہل سنت کے خفی مسلک کے بہت بڑے عالم قاضی سلیمان نقشبندی لکھی

## مجلس دوم

بسم الله الرحمن الرحيم  
قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى

حضرات محترم!

علاوت کی گئی اس آیت مبارکہ کا ترجمہ آپ کے بچوں کو بھی یاد ہے کہ میں تم سے کوئی سوال نہیں کرتا سوائے اس کے کہ تم میرے قربی سے محبت رکھو یعنی رسولؐ اہرت رسالت مانگ رہے ہیں کہ میرے قربی سے رشتہ مودت استوار کرنا۔

دوستان محترم!

پیغمبر اکرمؐ کی زندگی کے تمام لمحات قربی اور قربی کے متعلقین کا تعارف کروانے میں گزر گئے اور پھر وہ ہستی کہ جس کے اذکار سننے کے لئے آج ایک دنیا گھروں سے نکل کر مجالس میں بیٹھی دکھائی دیتی ہے اس کا تعارف نبی اکرمؐ نے بار بار کرایا تھا، کبھی کرم مبارک پر بٹھا کر کبھی شانہ ہائے اطہر پر سوار کر کے، کبھی اپنی زلفیں اس کی معصوم مٹھیوں میں دے کر اور صرف یہ ہی نہیں ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے تھے:

”میں تیری سواری ہوں اور یہ میری زلفیں نہیں تیری سواری کی مہار ہیں۔“



ایہا الناس! ہذا حسین فاعرفوہ

”اے لوگو! یہ میرا حسین ہے“ اے اچھی طرح پہچان لو۔“

اب میرے سنی شیعہ بھائیو! مجھے سوچ سمجھ کر ایک بات بتاؤ کہ میں تقریر کر رہا ہوں ملک صاحبان نے بڑی جستجو سے میرے نام تبدیل کر دئے مجھے بلوایا گیا، پھر آپ لوگوں کو یہاں آنے کی زحمت دی۔ اب میں جو تقریر کر رہا ہوں ظاہر ہے کہ میں اس میں فضائل و مصائب بھی بیان کروں گا اگر اچانک دوران تقریر ہی میں دیکھوں کہ میرا نواسہ میرا بھتیجا میرا پوتا آ جائے اور گرنے لگے تو خدا کی قسم! میں تقریر چھوڑ کر اس کو نہیں اٹھاؤں گا۔ اتنا اہم کام جو میں کر رہا ہوں وہ چھوڑ کر ہرگز نہیں جاؤں گا، بلکہ اتنی عقل رکھتا ہوں کہ وہ گر جائے تو کوئی بزرگ اسے اٹھالے گا اور رونے سے چپ بھی کرا لے گا اور اگر میں خود جاؤں تو آپ سب چہ میگوئیاں کریں گے کہ یہ عجیب شخص کہ اتنے بڑے کام کو چھوڑ کر معمولی سے کام کے لئے اتنا بڑا مجمع ٹاپ کر جا رہا ہے، اسے آداب (Etiquettes) کا بھی خیال نہیں ہے۔

بھئی! اب میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ جو کام مجھ جیسے نااہل کے شایان شان نہیں ہے وہ کام سردار عالمین نے کیسے کر لیا؟

میرے محترم سامعین!

کیا ہو گیا پیغمبر کو؟ ایک بچے کو اٹھانے کے لئے منبر چھوڑ کر خود چلے آئے حالانکہ اتنے صحابہ کرام وہاں تشریف فرما تھے ان میں سے کوئی بھی بچے کو اٹھا سکتا تھا..... اور وہاں نیازیک کا مجمع بھی تو تھا نہیں، صحابہ کرام کا مجمع تھا، لیکن پیغمبر پھر بھی مجمع کو چیرتے ہوئے بچے تک جا پہنچے۔

اور اچھا اگر میں اپنے بچے کو اٹھا بھی لوں تو چپ کر دوں اور وہیں چھوڑ دوں گا، منبر پر تو نہیں لاؤں گا! مگر رسول کا عمل دیکھئے! کہ انہوں نے بچے کو اٹھایا، منہ چوما اور پیار فرماتے ہوئے سیدھا لے جا کر منبر پر بٹھا دیا اور تقریر کا آغاز یہاں سے کیا:

القندوزی کی کتاب منابع المودۃ کی روایت پیش کئے دیتا ہوں۔ میں مناظر ہوں نہ کوئی بڑا عالم! میں تو ادنیٰ سا طالب علم ہوں۔ میں نے کبھی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا، لیکن یہاں پر اس لئے حوالہ دے رہا ہوں کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اپنی طرف سے کہہ رہا ہے۔

مسجد مدینہ کے منبر پر آفتاب رسالت چمک رہا تھا اور تمام صحابہ رسول معظمؐ کے گرد حلقہ کئے ہوئے بیٹھے تھے۔ آب دجی سے دھلی ہوئی زبان سے چشمہ فیض چل رہا تھا اور خطیب وہ تھا کہ جس کے لئے پوری کائنات کے ذرے ذرے کو یہ حکم ہے:

”جب میرا حبیب خطبہ دے رہا ہو تو ساری کائنات ہمہ تن گوش ہو جائے۔“

ساری کائنات میں سنانا تھا، ہوائیں رک رک کر دیکھ رہی تھیں ستارے جھک جھک کر زیارت کر رہے تھے، ارواح انبیاء قریب ہو ہو کر سن رہی تھیں، عیسیٰ دیکھ رہے تھے، موسیٰ ملاحظہ کر رہے تھے، یعقوب مشاہدہ کر رہے تھے، یوسف سکتے میں کھڑے تھے اور ذات واجب نے فرشتوں کو حکم دے رکھا ہے کہ جیسے ہی میرے حبیب کی زبان سے کوئی لفظ نکلے، اسے فوراً کُن سے فیکون کے سانچے میں ڈھال دو۔ یہ بشر نہیں ہے کہ عالم خلق سے ہو، بلکہ یہ مصطفیٰ ہے جو عالم امر سے ہے۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل ہونا ضروری ہے اور بقول صاحب کتاب جب پیغمبر وین احکامات سنا رہے تھے تو اچانک ان کی نظریں دروازے کی طرف مرکوز ہو گئیں۔ صحابہ نے مڑ کر دیکھا کہ وہی چھوٹا شہزادہ جو زلفیں پکڑ کر جدھر چاہتا تھا رخ موڑ دیتا تھا، وہ آہستہ آہستہ مسجد نبویؐ کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔ (اب روایت سن لیں!) صاحب کتاب کہتے ہیں کہ یونہی شہزادے نے دروازے پر قدم رکھا تو اس کا قدم اپنی عبا کے دامن سے الجھ گیا، قریب تھا کہ شہزادہ زمین پر گر جاتا مگر پیغمبر نے خطبہ چھوڑا اور بجلی کی سی تیزی سے شہزادے کی جانب بڑھے۔ صحابہ کرام کے درمیان سے گزرے اور فاطمہ کے لال کو زمین پر گرنے سے پہلے اپنی آغوش میں لے لیا، شہزادے کا ماتھا چوما، اسے پیار کیا، سینے سے لگایا اور اٹھا کر سیدھا منبر پر آ گئے۔ پھر خطبے کا یوں آغاز کیا:

اور عین ممکن ہے کہ میں بھی گرتے ہوئے قرآن کو اٹھاؤں، آنکھوں سے لگاؤں چوموں اور منبر پر لا کر رکھ دوں اور پھر اسے کھول کر اس کے ایک پارے کی تلاوت شروع کر دوں اور پھر تفسیر بیان کرنے لگوں۔ پیغمبرؐ نے بھی قرآن ناطق کے پارے کو اٹھایا، اسے منبر پر لائے اور پھر اس کی تلاوت شروع کر دی:

هذا حسين

”یہ حسین ہے۔“

اور اگر آپ اجازت دیں تو میں پیغمبرؐ کی زبان سے ایک قصیدہ بیان کر دوں:

”اور اگر زندگی کے کسی موڑ پر اس کی مدد کی ضرورت پڑے تو تم پر لازم ہے کہ تم اس کی مدد کرو۔“

اب اس قصیدے کے مصرعے سمجھیں..... رسولؐ کی زبان سے..... رسولؐ نے

فرمایا:

”سنو! میں جس کا تعارف کروا رہا ہوں، یہ کون ہے؟ اس کا دادا یوسفؑ ابن یعقوبؑ کے دادا سے افضل ہے، جدہ فی الجنة اس کا دادا جنتی ہے، جدتہ فی الجنة اس کی دادی جنتی ہے، عمہ فی الجنة اس کا چچا جنتی ہے، عمتہ فی الجنة اس کی پھوپھی جنتی ہے، اخوہ فی الجنة اس کا بھائی جنتی ہے، اختہ فی الجنة اس کی بہن جنتی ہے، ابوہ فی الجنة اس کا باپ جنتی ہے، امہ فی الجنة اس کی ماں جنتی ہے، آلہ فی الجنة اس کی اولاد اطہار جنتی ہے، اوہر ویکھو! انا جدہ فی الجنة میں اس کا نانا جنتی ہوں، جدتہ فی الجنة اس کی نانی جنتی ہے، و محبہ فی الجنة اس کا چاہنے والا جنتی ہے، و محبہ فی الجنة اس کے چاہنے والوں کا چاہنے والا بھی جنتی ہے۔“

(نعرۂ حدیری!)

”یہ حسینؑ ہے، اسے پہچان لو۔“

بھئی! میری سمجھ میں اس سے یہی بات آئی کہ پیغمبرؐ کی گفتگو کا یہ انداز ہر مذہب کے لوگوں کے لئے ایک سا ہے، کیونکہ فاطمہؑ کا لال صرف ایک مذہب کی میراث تو ہے نہیں، پوری انسانیت کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔ اسی لئے ہر کوئی مجلس حسینؑ میں کھنچا چلا آتا ہے، ہندو، سکھ، عیسائی..... اور کسی مسلمان کی تو میں ہی نہیں کرتا کہ وہ ہمارا مہمان نہیں ہے بلکہ وہ تو حسینؑ ابن علیؑ کا مہمان ہے۔

اب میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جو کام مجھ جیسا نااہل اور گنہگار نہیں کر سکتا، تو پیغمبر اعظمؐ کو کیا ہوا کہ اس نے وہی کام کیا اور مجمع چیرتے ہوئے جا کر بچے کو گود میں اٹھالیا اور صرف اٹھایا ہی نہیں بلکہ چومتے اور پیار کرتے ہوئے منبر پر لے آئے اور پھر برسر منبر اس کے فضائل شروع کر دیئے۔

عزیزان محترم!

میرا بیٹا گرے، نواسہ گرے، یا بھتیجا گرے بلکہ کوئی بھی گرے تو میں اسے منبر چھوڑ کر ہرگز نہیں اٹھاؤں گا، لیکن اس دیوار پر اگر قرآن رکھا ہو اور وہ ہوا کے جھونکے سے نیچے گر پڑے تو کیا میں اپنی تقریر جاری رکھوں گا؟ میں ہر مذہب کے علماء سے پوچھتا ہوں کہ کیا میں اسے گرنے دوں گا؟ یقیناً اب تقریر مجھ پر حرام ہو جائے گی اور میں لپک کر اس گرتے ہوئے قرآن کو ضرور اٹھاؤں گا اور اگر میں تقریر کرتا رہوں اور قرآن گر پڑے تو مجھ پر کفارہ واجب ہو جائے گا اور معزز سامعین کی طرف سے جرمانہ بھی ہو گا کہ مولوی صاحب! تم تقریر کرتے رہے اور قرآن گر گیا۔ چنانچہ پیغمبر اکرمؐ کا عمل یہ بتا رہا ہے کہ گرنے والا کوئی عام بچہ نہیں تھا، کیونکہ اگر عام بچہ ہوتا تو رسول معظمؐ اس کو ہرگز نہ اٹھاتے۔ رسول معظمؐ کا اس بچے کو منبر سے اتر کر اٹھانا اور چومنا یہ بتا رہا ہے کہ یہ کوئی عام بچہ ہرگز نہیں گرا، بلکہ قرآن ناطق زمین پر گر گیا ہے۔

تھا اب جب طالب پیدا ہوئے تو کنیت پڑی ابوطالب.....

اور لوگ تو آج تک ان بحثوں میں پڑے ہوئے ہیں کہ ابوطالب "مومن" تھے یا "کفر"؟ مسلمان تھے یا نہیں؟ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان بحثوں میں پڑنا فضول وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے جسے ابوطالب کے ایمان پر شک ہے مجھے اس کے پورے خاندان کے ایمان پر شک ہے۔

ارے بھئی!

جس کے بارے میں اللہ یہ کہے:

ان الله اصطفى آدم و نوحا و آل ابراهيم و آل عمران على

العالمين

جس کے لئے خود اللہ فرما رہا ہو کہ آدم بھی چنا گیا، نوح بھی چنا گیا، گویا آدم و نوح تو چنے گئے لیکن ان کی آل نہیں چنی گئی، جبکہ پھر فرمایا گیا و آل ابراهيم و آل عمران سمیت چنے گئے اور آل عمران بھی اپنی آل سمیت چنے گئے اور جو خود چنا ہوا نہ ہو اس کی آل بھی نہیں جتی جاتی۔ اب ان کو قیامت تک کے لئے اللہ نے جن لیا..... مگر مفسرین نے یہاں بحث شروع کر دی کہ عمران سے کونسا عمران مراد ہے؟ تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلا کہ عمران تین ہوئے ہیں جو مشہور زمانہ تھے ایک حضرت موسیٰ کے باپ دوسرے حضرت عیسیٰ کے نانا اور تیسرے میرے مولا علی کے والد ابی طالب کا نام تھا عمران..... اب علماء نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ عمران سے مراد حضرت موسیٰ کے والد ہیں کچھ نے کہا حضرت عیسیٰ کے نانا ہیں ہم مسکینوں کا کہنا تھا کہ اس سے میرے مولا مراد ہیں..... میں اس بحث میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا آپ صرف اس آیت مبارک پر غور کریں:

و آل عمران على العالمين

یہ پیغمبر کے کہے ہوئے فقرے ہیں یہ کسی ذاکر کے نہیں کسی مولوی کے نہیں نہ کسی خطیب کے..... پیغمبر بذات خود فرما رہے ہیں:

”اس کو پہچان لو اس کا دادا جنتی، اس کی دادی جنتی، اس کا چچا جنتی، اس کی پھوپھی جنتی.....“

ارے پیغمبر نے سب رشتے گنوا دیئے لیکن میں نے کسی روایت میں نہیں پڑھا کہ پیغمبر نے کہا ہو اس کی خالائیں جنتی ہیں..... ارے! اگر اس کی ماں کی اور بہنیں بھی ہوتیں تو پیغمبر ان کا نام بھی تو لے لیتے۔

ارشاد فرمایا:

”اس کا باپ جنتی ہے اس کی ماں جنتی ہے اس کا بھائی جنتی ہے اس کی بہن جنتی ہے اس کی اولاد جنتی ہے اور حد یہ ہے کہ اسے چاہنے والا بھی جنتی اور اس کے چاہنے والوں کا چاہنے والا بھی جنتی ہے۔“  
(نعرہ حیدری..... یا علی یا علی یا علی حق حیدر)

عزیزان محترم!

میرے دوستو! جده فی الجنة حسین کا دادا جنتی ہے، کون ہے حسین کا دادا؟ جس کا نام ہے عمران! جس کی کنیت ہے ابوطالب! نام عمران، کنیت ابوطالب! یہ کنیت کیا ہوتی ہے؟ ابوطالب نام نہیں ہے یہ تو دشمن کی چال تھی کہ حسین کے دادا کی کنیت نام کی جگہ مشہور کر دی اور لفظ عمران پر پروے ڈال دیئے۔ صرف اس لئے کہ جب قرآن کی تلاوت کرنے والا سورہ آل عمران کی تلاوت کرے تو یہ پتہ نہ چل سکے کہ یہ کس کی آل کی فضیلت بیان ہو رہی ہے؟..... نام عمران ہے اور کنیت ابوطالب ہے۔ یہ کنیت ابوطالب کب پڑی؟..... اور یہ ہر علاقے کے شرفاء کا دستور ہے کہ بیویاں اپنے شوہروں کا نام نہیں لیتیں کوئی بیٹا یا بیٹی ہو تو اس کی نسبت سے نام لیتی ہیں۔ یہی دستور عرب کے شریف گھرانوں کا







تھے اب مسلم کا کوفہ میں نہ کوئی واقف نہ شناسا اور ادھر حکومتی کارندے گرفتار کرنے کے لئے آ پہنچے۔ مسلم کبھی کوفہ کی اس گلی میں کبھی اس گلی میں کبھی اس بازار میں کبھی اس بازار میں زلفیں خاک سے اٹی ہوئیں۔ کبھی کہیں بیٹھ جاتے ہیں کبھی کہیں! رات کے تقریباً ایک دو کا عمل دخل تھا جب مسلم ایک گھر کے دروازے کے سامنے ایک ”تھڑے“ پر بیٹھ گئے۔ اس گھر کی مالکہ نے جب گھر کا دروازہ بند کرنا چاہا تو دیکھا کہ ایک پریشان حال آدمی دروازے پر بیٹھا ہے تو اس مائی نے کہا:

”ایہا الغریب!“

اے پردیسی! تجھے علم نہیں کہ پورے شہر میں کرفیو لگا ہے گرفتاریوں پہ گرفتاریاں ہو رہی ہیں۔ تو میرے گھر کے سامنے کیوں بیٹھا ہے جا اپنی راہ لے.....“

مسلم نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا:

”مائی! میرا یہاں کوئی گھر ہی نہیں۔“

اس بوڑھی عورت نے کہا:

”اگر تیرا کوئی گھر نہیں تو پھر مسجد میں چلا جا۔“

مسلم نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا:

”مائی! مجھے اللہ کے گھر میں بھی کوئی آرام نہیں کرنے دیتا.....“

آخر اس نے کہا:

”جو کچھ بھی ہے میرے گھر کے دروازے سے اٹھ جا اور کہیں میں مصیبت میں نہ پڑ جاؤں۔“

مسلم نے کہا:

”بی بی! فکر نہ کر میں یہاں سے اٹھ جاتا ہوں۔“

مسلم مجبوراً اٹھ بیٹھے لیکن اٹھتے وقت حسب معمول منہ سے نکلا:

پہلی قربانی تھی..... ابوطالب کے چار بیٹے تھے پہلے طالب، دوسرے عقیل، تیسرے جعفر اور چوتھے علی..... اور اسی ابوطالب کی نسل تھی جو کربلا میں موجود تھی۔ مجھے ایک بات بتائیے اسلام کے لئے کس کی اولاد قربان ہوئی؟ ابوطالب کی! کس کی بہو بیٹیاں قید ہوئیں؟ ابوطالب کی.....

خدا کی قسم! یاد رکھئے کہ اسلام کی بقاء کے لئے جو مسلم کوفہ میں شہید ہوا وہ اسی ابوطالب کا پوتا تھا..... کائنات کا انوکھا سفیر تھا مسلم..... امام حسین نے اہل کوفہ کو لکھ بھیجا تھا کہ اے اہل کوفہ میں اپنا معتمد ترین نائب تمہارے پاس بھیج رہا ہوں اور جب جناب مسلم کوفہ پہنچے تو ۳۰ ہزار افراد نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ادھر حکومت کی خفیہ فورس نے یزید کو رپورٹ بھیجی کہ عراق تیرے ہاتھ سے نکل رہا ہے تیرا گورنر فیل (Fail) ہو گیا ہے حسین ابن علی کا سفیر عراق پہنچ کر سارے عراق سے بیعت لے چکا ہے..... تو اب یزید نے کوفہ میں اپنا گورنر تبدیل کر کے کائنات کے ظالم ترین انسان کو وہاں اپنا گورنر بنا کر بھیج دیا اور ابن زیاد لعین نے کوفہ پہنچتے ہی وہاں مارشل لاء لگا دیا۔ کوفہ اس وقت ایک فوجی چھاؤنی تھی اور وہاں پر ہر فرد تجواہ دار ملازم تھا۔ ابن زیاد نے پورے علاقے میں کرفیو نافذ کر کے یہ اعلان کر دیا کہ جو سفیر حسین، مسلم کو گرفتار کر کے لائے گا اسے منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ اس حرص و لالچ میں آ کر ایک دنیا مسلم کے پیچھے پڑ گئی تاکہ اسے گرفتار کر کے منہ مانگا انعام حاصل کیا جاسکے۔

میرے محترم سامعین!

حساس ذہنوں کے لئے چند جملے عرض کر کے میں اجازت لیتا ہوں مسلم نے فجر کی نماز پڑھی تو ۳۰ ہزار افراد مسلم کے مقتدی تھے۔ ظہر کے وقت ان میں سے ۳۰۰ باقی رہ گئے عصر کے وقت فقط ۳۰ آدمی موجود رہے پھر مغرب کی نماز میں تو صرف اور صرف ۳ آدمی رہ گئے۔ اور عشاء کے وقت جب مسلم نے مڑ کر دیکھا تو آپ بالکل یکہ و تنہا کھڑے

مائی یکدم تڑپ کر رہ گئی اور جلدی سے اپنا دوپٹہ اتارا اور مسلم کے قدموں میں ڈال کر کہا:  
 ”مجھے آپ کی پہچان جو نہ تھی میں نے یونہی تجھے اٹھنے کے لئے کہہ دیا  
 تھا۔ کیا تو عقل کا بیٹا ہے؟ تو میرے مولّا کا سفیر ہے۔ میں دوپٹہ  
 پاؤں میں رکھ کر گزارش کر رہی ہوں کہ قیامت کے دن شہزادی  
 فاطمہ سے میری شکایت نہ کرنا، مجھے تیرا تعارف نہیں تھا۔ کون کہتا ہے  
 تیرا گھر نہیں ہے؟ میرا گھر تیرا گھر ہے۔ آؤ یہاں بیٹھو۔“

اپنے دوپٹے سے زلفیں صاف کیں اور اس کے بعد کہا:

”آپ کیا کھائیں گے؟ کیا پیئیں گے؟“

جناب مسلم نے کہا:

”بی بی! کچھ کھانے کو دل چاہتا ہے نہ کچھ پینے کو۔“

کچھ دن وہاں قیام کیا، پھر مسلم ایک دن یہ سوچ کر مائی کے گھر سے نکل کھڑے  
 ہوئے کہ گھر گھر چھاپے پڑ رہے ہیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نیک بخت بی بی میری وجہ سے  
 مصیبت میں پڑ جائے۔ ۸ اور ۹ ذوالحجہ کی درمیانی شب کو جب لوگ عید کی تیاری کر رہے تھے  
 تو مسلم تلواروں سے زخمی کئے جا رہے تھے۔ مسلم کے ہاتھ پس پشت بندھے ہوئے تھے ہر  
 طرف سے حملے ہو رہے تھے۔

سر سے پاؤں تک زخموں سے چور چور مسلم کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو  
 اس نے حکم دیا کہ اسے دارالامارہ کی سب سے اونچی منزل کی چھت پر لے جا کر سر قلم کر کے  
 زمین پر پھینک دیا جائے۔ اب مسلم میڑھیاں جڑھ رہے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ  
 رہے ہیں:

”میرے مرشد حسین! میرا سلام ہو اے میرے آقا حسین!“

آپ کے سفیر کا آخری سلام ہو۔“

اور جب آخری منزل پر پہنچے تو قاتل نے قتل کرنے کے لئے تلوار اٹھائی، مسلم کی

یا علیؑ اور کئی

”اے بے وارثوں کے وارث میری مدد فرما!“

مائی نے جب یہ آواز سنی تو دروازہ کھول کر جاتے ہوئے مسلم کو آواز دی:  
 ”ایہا الغریب!“

اے پرہیزگار! ذرا واپس آنا۔“

مسلم واپس آئے تو کہا:

”تم نے کس کو آواز دی؟ کس کا نام لیا ہے؟“

مسلم نے کہا:

”میں نے اپنے وارث کو پکارا تھا۔“

مائی نے کہا:

”کون ہے تیرا وارث؟“

جواب ملا:

”علیؑ!“

تو ایک دم وہ پوچھتی ہے:

”کیا تو علیؑ کا واقف ہے؟“

مسلم نے کہا:

”جتنا علیؑ کا میں واقف ہوں شاید پورے عراق میں کوئی علیؑ کا اتنا  
 واقف نہ ہو۔“

مائی نے کہا:

”تیرا نام کیا ہے؟“

کہا:

”میرا نام مسلم ہے۔“

”یا رسول اللہ! میری اولاد سے آپ خوش ہیں؟ میری اولاد نے  
(آپ کی اولاد سے) وفا کا حق ادا کر دیا؟“

عباس نے کہا:

”مولا! وارث پہنچ گئے ہیں؟“

حسین نے کہا:

”عباس! اب یہ منظر بھی دیکھو!.....“

عباس نے جو دیکھا تو آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے..... منظر کیا دیکھا؟ تلوار چل رہی  
ہے گردن کٹ رہی ہے سر الگ ہو کر زمین پر گر رہا ہے نیچے سڑک پر ایک سیاہ برقعہ پوش  
خاتون دامن پھیلائے یہ آواز دے رہی ہے:

”مسلم! میرے لال! میں“ یقیناً چھوڑ کر آگئی ہوں میں تیرا سر زمین  
پر نہ گرنے دوں گی اسے اپنی جھولی میں لے لوں گی۔“

عزادارانِ مظلوم!

عجیب دلدز منظر تھا جب ساری دنیا عید کی نماز پڑھنے کے لئے جا رہی تھی تو  
مسلم کے پاؤں میں رسی بندھی تھی اور مسلم کی لاش پورے کوفہ شہر کے گلی کوچوں اور بازاروں  
میں پھرائی جا رہی تھی۔ مسلم کا سر بنی کندہ کے دروازے پر لٹک رہا تھا۔

یہ سر ۹ ذوالحجہ کو لٹکایا گیا اور جب ۱۲ محرم کو محمدؐ کا گھرانہ قیدی ہو کر وہاں سے گزرا تو  
بیمار کر بلا کے چلتے ہوئے قدم وہاں رک گئے.....

پھوپھی نے پوچھا:

”کیا بات ہے؟“

سجاد نے عرض کیا:

”اماں! میرے قدم نہیں اٹھتے۔“

گردن خم ہے ہاتھ پس پشت بندھے ہیں۔ حسین آقا اس وقت منزل زبالہ پر بیٹھے تھے  
اچانک کوفے کی طرف نگاہ تصور اٹھی تو یہ منظر دیکھ کر چہرے کا رنگ دودھ کی طرح سفید ہو  
گیا۔ ساتھ عباس بادفا بیٹھے تھے قدموں پر ہاتھ رکھ کر پوچھنے لگے:

”میرے آقا! آپ کے چہرے کی رنگت سفید کیوں ہو گئی ہے؟ خیر تو  
ہے!“

حسین نے کہا:

”عباس! بھائی! خیر ہی تو نہیں ہے۔“

کہا:

”عباس! ذرا میری دو انگلیوں کے درمیان دیکھو۔“

اب جو عباس نے انگلیوں کے درمیان دیکھا تو تڑپ کر رہ گئے اکیلا مسلم ہے  
ہاتھ بندھے ہوئے ہیں سر جھکا ہوا ہے..... اور قاتل کے ہاتھ میں تلوار ہے۔ عباس نے  
انگڑائی لی عبا کے بٹن ٹوٹ گئے..... کہا:

”مولا! جس معجزے سے یہ منظر دکھایا ہے اسی معجزے سے مجھے آج  
کوفے پہنچا دیں شام ہونے سے پہلے مسلم کو بچا کر دارالامارہ پر  
آپ کا علم نہ لگا دوں تو مجھے عباس نہ کہنا.....“

کہا:

”مولا! مسلم بالکل لاوارث کھڑے ہیں اور قاتل کی تلوار اٹھ رہی  
ہے.....“

حسین بول اٹھے:

”عباس! ذرا اب دیکھنا!“

عباس نے دیکھا تو تلوار چل رہی ہے اور مسلم کی گردن کٹ رہی ہے..... دوسری  
طرف پیغمبر کھڑے ہیں اور جناب عقیل ہاتھ جوڑ کر عرض کر رہے ہیں:

ہے تھے.....

عبداللہ بن عمر نامی ایک شخص نے کہا کہ  
”یہ امام! میں نے اسی دربار میں مسلم کو بھی دیکھا تھا، وہ زخمی تھے  
جھکڑیاں لگی ہوئی تھیں، خون بہہ رہا تھا، ہونٹ کٹے ہوئے تھے، مگر وہ  
ابن زیاد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہے تھے۔ لیکن  
مولا! آپ کانپ کیوں رہے ہیں؟“

تو بیمار نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا:

”تو نے انصاف نہیں کیا..... مسلم کے دربار میں آنے کا انداز اور تھا  
اور میرے آنے کا انداز اور ہے..... مسلم اکیلا آیا تھا اور میں جب سر  
اٹھا کر دیکھتا ہوں تو کہیں ماں کے بال کھلے نظر آتے ہیں، کہیں بہنوں  
کے سر کھلے دکھائی دیتے ہیں، کہیں چھو بھی سر عریاں نظر آتی ہے۔“

عزیزو!

یہ تھیں ابوطالب کی نسل کی قربانیاں جن سے اسلام قیامت تک قائم و دائم رہے

☆●☆●☆

گ-

نہیب نے کہا:

”کیوں بیٹا؟“

کہا:

”اماں! میں نے اتنی بھیڑ کبھی نہیں دیکھی۔“

چھو بھی نے کہا:

”بیٹا! تو بھیڑ کی فکر نہ کر، میں وہی کروں گی جو میرا بھائی حسینؑ چاہے  
گا۔“

اتنے میں نوک نیزہ پر سوار سر حسینؑ سے آواز آئی:

”میرے بیمار بیٹے! میری خاطر چل پڑ.....“

سجادؑ چل پڑے۔ بازار میں قدم رکھا تو آواز آئی:

”السلام علیکم یا ابن رسول اللہ!.....“

شہزادی نے ادھر دیکھا، ادھر دیکھا کہ دشمنوں کے اس مجمعے میں کون ہے میرے  
مظلوم بھائی کو سلام کرنے والا.....!

اتنے میں پھر آواز آئی:

السلام علیکم یا بنت رسول اللہ

”اے رسولؐ کی بیٹی! تم پر بھی میرا سلام ہو۔“

اب جو نہیب نے چہرے سے بال ہٹا کر دیکھا تو دروازے پر مسلمؑ کا سر نظر  
آیا..... آواز آ رہی تھی:

”اے میری شہزادی! تیرا سفیر استقبال کے لئے موجود ہے۔“

میرے دوستو!

جب ابن زیاد کے دربار میں امام زین العابدینؑ کی پیشی تھی تو امامؑ تھر تھر کانپ

انہامانی الضمیر بھی پیش کرتا رہوں۔

## رگان محترم!

خداوند تعالیٰ نے ہمیں اس گھرانے سے محبت کا حکم دیا ہے اور جب محبت سٹ کر  
نقطے پر مرکوز ہو جائے تو محبت کے اس مقام کو عشق کہتے ہیں..... ایک مرد مومن کے عشق  
مرکز اگر کوئی ہستی ہے تو وہ صرف اور صرف ایک ہی ہستی ہے اور وہ ہے آمنہ کلالہ.....  
کارو عالم ہر مرد مومن کے عشق کا محور و مرکز ہیں اس کی وجہ کیا؟..... اس کی وجہ یہ ہے کہ  
حق ہوتا ہے ہمیشہ حسن سے اور حسن کی صرف اور صرف ایک تعریف ہے۔ ویسے تو شعراء  
حسن کی اپنی اپنی تعریف کی ہے۔ ہر علاقے کا اپنا اپنا حسن ہوتا ہے۔ بنگالیوں سے  
ہمیں تو وہ اپنی سوچ کے مطابق تعریف کریں گے بے حسن کی یورپ والوں سے پوچھیں تو  
اپنی تعریف دیں گے حسن کی، لیکن حسن کی وہ تعریف جو ہمیں اسلام نے بتائی ہے وہ صرف  
صرف ایک ہے کہ حسین کہتے ہیں بالکل بے عیب کو..... (توجہ ہے کہ نہیں!)

اب کوئی کسی کے نزدیک جتنا بے عیب ہو گا وہ اس کے نزدیک اتنا ہی حسین ہو گا  
اور ہمارے نزدیک حسن کا مرکز وہ ذات ہے کہ جسے خود وہ بے عیب کہہ رہا ہے کہ تو بے عیب  
ہے..... اب جس کسی کا حضورؐ کی ذات سے تعلق ہے ہمارا بھی اس سے تعلق ہے اور جس کسی  
کا ان سے تعلق نہیں ہمارا بھی اس سے کچھ تعلق نہیں۔

ارے بھائی! سیدھی سادی سی بات ہے کہ یہ ملک ہمیں جان سے پیارا کیوں ہے؟  
صرف اس لئے کہ یہ ملک حضورؐ کے صدقے میں بنا ہے اسے حضورؐ سے نسبت ہے اس لئے  
ہمیں پیارا ہے..... اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی کیوں کہلاتے ہیں؟ اس لئے کہ  
انہیں حضورؐ سے نسبت ہے اور رسولؐ کی امت ہیں چنانچہ آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ہم  
قرآن مجید کو کیوں چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں؟ اس لئے کہ اسے بھی حضورؐ سے  
نسبت ہے کیونکہ یہ حضورؐ ہی پر نازل ہوا۔ ہم صحابہؓ کی عزت بھی اسی لئے دلی میں رکھتے

## مجلس سوئم

بسم الله الرحمن الرحيم  
قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فى القربى

## حضرات محترم!

خداوند عالم بحق محمدؐ و آل محمدؐ بانی مجلس کو اولاد نرینہ عطا فرمائے اور جو جو بھی اولاد  
کے منتفی ہیں خدا تعالیٰ ان کی تمنائے اولاد پوری فرمائے۔

## حضرات محترم!

آپ اب میرے انداز بیاں سے واقف ہو گئے ہوں گے۔ سرکار سید الشہداء کا غم  
چونکہ پوری انسانیت کا سرمایہ ہے اس لئے میری کوشش ہوتی ہے کہ معنی و مطالب بھی ہر کسی  
کی سمجھ میں آ جائیں اور کسی کی دل شکنی بھی نہ ہو..... اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ آپ مسلسل  
اس عظیم عبادت میں مصروف ہیں بلکہ کئی کئی مقامات پر مجالس میں شرکت کے بعد آپ یہاں  
تشریف لاتے ہیں۔ اب جتنی دیر میں بیان کروں آپ براہ کرم بلا اختلاف مذہب و عقیدہ  
مجھ طالب علم کی باتوں کو دل و دماغ میں جگہ دیتے جائیے گا..... اب آہستہ آہستہ دوستوں کی  
فرمائشیں بھی شروع ہو گئی ہیں کہ آج فلاں موضوع پر گفتگو کریں آج فلاں مسئلے پر خطاب  
ہو۔ میری کوشش ہوگی کہ دورانِ عشرہ محرم الحرام آپ لوگوں کی فرمائشیں بھی پوری کروں



تھا جس کسی نے رسولؐ کو ان کی زندگی میں جیسا سمجھا وہ ویسا ہی ان کے بعد دیکھنا چاہتا تھا۔ جس نے رسولؐ کو ان پڑھ سمجھا تھا وہ رسولؐ کی جگہ پر بھی ان پڑھ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ جس نے رسولؐ کو عالم سمجھا وہ رسولؐ کی جگہ پر عالم کو دیکھنا چاہتا تھا۔ جس نے رسولؐ کو ۴۰ سالہ کی عمر میں رسولؐ سمجھا وہ پیغمبرؐ کی جگہ کسی ۴۰ سالہ کو دیکھنا چاہتا تھا اور جنہوں نے نبیؐ کو اس وقت سے نبیؐ سمجھا کہ جب آدمؑ مٹی اور پانی سے خمیر ہو رہے تھے اور وہ اس مٹی کی جگہ بھی کسی ایسے کو دیکھنا چاہتے تھے جو اس وقت سے دلی تھا کہ آدمؑ پانی اور مٹی سے خمیر ہو رہے تھے۔ (نعرۂ حیدری)

اسی لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ مرکز محبت جو ہستی ہے وہ سرکارِ دو عالم ہے جس کے تلقین ارشاد رب العزت بھی ہے:

وَ اِذَا اخَذَ اللّٰهُ مِثْقَالَ النّبیینِ

عربی زبان میں گزرے ہوئے وقت کو یاد دلایا جائے تو کلام کا آغاز ”وَ اِذَا“ سے ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ نے کہا ”وَ اِذَا“ اے میرے حبیب! کیا وہ وقت بھی یاد ہے!.....! بھی! فرض کریں، گزشتہ مہینے میری اور آپؐ کی ملاقات انارکلی میں ہوئی، اس کے مہینے بعد بھی جب ہم ملیں گے تو میں آپؐ کو یاد دلا سکتا ہوں کہ بھائی فلاں وقت بھی یاد ہے کہ جب ہم انارکلی میں ملے تھے وہ دن آپؐ کو یاد ہوگا۔ اب قرآن پاک کی متعدد آیات کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ بڑی مدت کے بعد دو پچھڑے ہوئے مل رہے ہیں۔ کبھی ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

وَ اِذَا قَالُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ.....

”اے میرے حبیب! وہ وقت بھی یاد ہے کہ جب میں نے فرشتوں کو اکٹھا کر کے یہ کہا تھا۔“

کبھی کہتا ہے:

”اے میرے حبیب! وہ وقت بھی یاد ہے کہ جب میں نے تمام ارادہ

ہیں کہ وہ حضورؐ کے صحابہؓ ہیں۔ اور آلؐ پر بھی اسی لئے جان دیتے ہیں کہ وہ حضورؐ کی آلؐ ہے یعنی تعلق حضورؐ سے ہے اور اب آخری اور انتہائی بات ہے کہ ہم اللہ کو اللہ بھی اس لئے مانتے ہیں کہ وہ حضورؐ کا اللہ ہے۔ ورنہ ہمیں کیا پتہ کہ وہ کون اور کیا ہے؟؟..... ذہن میں آتا نہیں، عقل میں سماتا نہیں..... ہمیں کیا پتہ کہ وہ کیا ہے؟ یہ تو حضورؐ کہتے ہیں کہ اللہ ہے اور ہر جگہ ہے تو ہم بھی مانتے ہیں۔

توجہ ہے نامیرے سامعین!

ہمیں اگر دکھ ہے تو اس بات کا ہے کہ دنیا نے شان رسالتؐ ہی کو نہیں پہچانا ورنہ اگر دنیا حضورؐ کی ذات کو جان لیتی اور شان کو پہچان لیتی، تو آج اتنے فرشتے بنتے نہ اتنے اختلافات ہوتے..... یہ سارے فرشتے اور یہ سارے اختلاف پیدا ہی اس لئے ہوئے ہیں کہ سرکارِ دو عالم کی ذات کو پہچانا ہی نہیں گیا۔ اگر دنیا شان رسالتؐ کو پہچان لیتی تو کسی کو دعویٰ رسالت کرنے کی جرات ہی نہ ہوتی، کسی کو جھوٹا نبی بننے کا حوصلہ ہی نہ ہوتا۔ یہ جھوٹے نبی بنے ہی اس لئے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسولؐ ہماری طرح ہی ہیں ان پڑھ ہیں تو کوئی یہ سوچ کر دعویٰ کر بیٹھا کہ چلو میں تو مڈل پاس ہوں.....!

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

اور نہ صرف مڈل پاس ہوں بلکہ بھلے زمانے میں پٹوار کا امتحان بھی پاس کیا ہوا

ہے۔

عزیزانِ محترم!

جتنے بھی جھوٹے نبی گزرے ہیں اب ذرا ان کی ہسٹری بھی پڑھئے! تو معلوم ہوگا کہ یہ سارے جھوٹے نبی اس لئے پیدا ہوئے کہ ہم نے رسولؐ کی ذات کو پہچانا ہی نہیں۔

اللہ فرما رہے ہیں آپ حضرات!

ذرا کتابیں پڑھ کر دیکھیں آپ حضرات! اس امر پر تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی بڑی بحثیں ہوئیں کہ اللہ نے حضورؐ کا سایہ کیوں نہیں بنایا؟ کسی نے کہا کہ آج ہم حضورؐ کے صدقے میں بھی کچھ ہیں، مگر جب کلمہ نہیں پڑھا تھا ہم نے بت پرستیاں بھی کیں، میرہ و کبیرہ گناہ بھی کئے اور خدشہ تھا کہ ہم گنہگاروں کے قدم حضورؐ کے سائے پر آتے۔ یہ ہوتا ہے کسی چیز کی شبیہ لہذا اللہ نے سایہ ہی اڑا دیا تاکہ ہمارے قدم حضورؐ کے سائے پر پڑیں اور توہین رسالت نہ ہو اور سایہ انسان سے آگے بھی چلتا ہے اس لئے اللہ نے حضورؐ کا سایہ نہیں بنایا کہ حضورؐ سے آگے نہ بڑھے۔ میں کہتا ہوں میری لاکھوں تقریریں حضرت عثمان کی اس تقریر پر قربان ہو جائیں کہ اس جلیل القدر صحابی نے کم از کم شان رسالت تو سمجھا دی کہ اللہ نے نبیؐ کا سایہ اس لئے اڑا دیا کہ صحابہ کے قدم سائے پر نہ آئیں۔ گویا اس صحابی نے صحابہ کرامؓ اور آل میں فرق سمجھا دیا کہ صحابی وہ ہے کہ جس کے قدم سایہ رسولؐ پر بھی نہ پڑیں اور آل وہ ہے جس نے مبرہوت پر قدم رکھ کر یہ بتا دیا کہ میں نبی ہوں۔ (نعرۂ حیدری.... نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت، نعرۂ حیدری)

جہ ہے میرے محترم سامعین!

اللہ نے اپنے نبیؐ کا سایہ ہی ختم کر دیا اور یہ فرمایا:

”تبارک الذی احسن الخالقین“ کتنا مبارک ہوں میں  
”احسن الخالقین“۔

اور جب یہ تخلیق ہوگئی تو پھر اس حسین کو غور سے دیکھ کر فرمایا:

”میرے حبیب! میں نے اپنی ساری صفات تجھ میں ڈال دیں، میں  
الامکان تھا تجھے بھی لامکان بنایا، میں لازمان تھا تجھے بھی لازمان بنایا“

انبیاء کو جمع کر کے ان سے عہد لیا تھا.....“

کبھی کہتا ہے:

”وہ وقت یاد ہے کہ میرے حبیب! جب کائنات میں کچھ بھی نہ تھا۔ عدم کی ظلمت فضا کے امکان کو گھیرے ہوئے تھی۔ اطراف اپنے وجود کے لئے شمال و جنوب اور مشرق و مغرب کے محتاج تھے۔ پہاڑوں کی بلندی فوقیت کی جو یاں تھی آب دریا پستی کا متلاشی تھا۔ زمین پچھنے کے لئے پانی کی روانی تلاش کر رہی تھی اور آسمان بلند ہونے کے لئے سورہ دخان کی تلاوت کر رہا تھا۔ نہ نیل تھا نہ بونا تھا۔ سارا جہان ”سوتا“ تھا بلکہ تھا ہی نہیں۔ سورج تھا نہ اس کی چمک تھی، چاند تھا نہ اس کی دمک تھی، ستارے تھے نہ ان کی جھلک، ڈالیاں تھیں نہ ان کی پلک، بلبل تھا نہ اس کی چمک تھی..... کلی تھی نہ مہک تھی، غنچے تھے نہ چمک تھی۔ کسی منافق کے دل میں ولائے علیؑ کا خار تھا نہ اس کی کھلک تھی۔ (نعرۂ حیدری) ساری کائنات میں سناٹا چھایا ہوا تھا اور پوری کائنات میں صرف اور صرف ایک شمع وحدت جل رہی تھی، جبکہ قربان ہونے کے لئے کوئی پروانہ موجود نہ تھا۔ چنانچہ میں نے اس کائنات میں رنگ بھرنے کے لئے مخلوق اول کو بنانا شروع کیا.....“

بس ایک خالق تھا جو بنا رہا تھا اور مخلوقات نوری میں سے ایک وہ محمدؐ تھا جو بن رہا تھا۔ گویا ایک لامکان بنا رہا تھا اور ایک لامکان بن رہا تھا، ایک لازمان بنا رہا تھا اور ایک لازمان بن رہا تھا، ایک بے مثال بنا رہا تھا اور ایک بے مثال بن رہا تھا اور اتنا بے مثال بنایا اس بے مثال نے کہ اس کا سایہ تک اڑا کر رکھ دیا۔ مقصود یہ تھا کہ میرے محبوبؐ کا سایہ بھی اس جیسا نہ ہو جائے۔ صرف یہ بتانے کے لئے اللہ نے سایہ نہیں بنایا کہ جس کا اپنا سایہ اس جیسا نہیں ہو سکتا اس کا عیسایہ اس جیسا کیسے ہوگا؟

”مولانا! غصے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے، جاؤ یہ تو اللہ سے پوچھو! ... میں تو ایک طالب علم ہوں، مجھے تو کچھ سوچنے کا موقع دو۔“

میرے پاس کچھ سیب پڑے تھے ان میں سے ایک سیب میں نے اٹھایا اور مولانا کو دیا اور پوچھا:

”کیسا ہے؟“

کہنے لگا:

”واہ! واہ! سبحان اللہ! بہت ہی میٹھا ہے، بڑا سواوی۔“

اس نے ایک اور سیب دیا اور پوچھا:

”اب یہ کیسا ہے؟“

کہنے لگا:

”ہے تو یہ بھی میٹھا مگر اتنا نہیں ہے، انیس بیس کا فرق ہے۔“

میرے پاس ایک تیسرا سیب پڑا تھا اب وہی باقی رہ گیا تھا میں نے وہ بھی آدھا کاٹ کر مولانا کو دیا کہ کھائیے! ... کھایا اس نے۔

”کیسا ہے؟“

کہنے لگا:

”یہ بھی میٹھا ہے، بڑا ”سواوی“ ہے۔“

اس کے بعد دوسرا ٹکڑا دیا اور پوچھا:

”یہ کیسا ہے؟“

تو کہنے لگا:

”یار کیوں مذاق کرتے ہو میرے سامنے تو ایک سیب ہی کے تودو

ٹکڑے کئے ہیں۔“

میں نے کہا:

میں بے مثال تھا تجھے بھی بے مثال بنایا، میں ”سور السموات والارض“ تھا تجھے بھی نور بنایا۔ اور چونکہ میں نے تیرے ذریعے اپنا تعارف کروانا ہے اس لئے میں نے اپنی ساری صفات تیرے حوالے کر دیں کہ اگر دنیا نے تجھے پہچان لیا تو مجھے بھی پہچان لیا اور اگر تجھے ہی نہ پہچان سکی تو خالق کو کیسے پہچانے گی؟ اس لئے میں نے تجھے لامکانی بھی دے دی، لازمانی بھی دے دی، بے مثالی بھی دے دی، نورانیت بھی دے دی لیکن میں لاشریک تیری لاشریکی نہیں برداشت کر سکتا۔ اس لئے کہ لاشریک تو بھی رہا اور میں بھی رہا تو دنیا تجھے دیکھے گی اور مجھے نہیں دیکھے گی اور میری لاشریکی خطرے میں پڑ جائے گی۔ پھر کیسے پتہ چلے گا کہ تو بندہ ہے اور میں اللہ ہوں۔ یہ کہہ کر اللہ نے نور نبیؐ کے دو ٹکڑے کر دیئے، آدھے کو نبیؐ بنایا آدھے کو ولیؑ بنایا، آدھے کو محمدؐ کیا اور آدھے کو علیؑ بنایا۔ کیونکہ اگر وہ نور محمدؐ کے دو ٹکڑے نہ کر دیتا اور نور علیؑ کو نہ بنا دیتا تو لاشریکی خطرے میں جا رہی تھی۔“

اب یہاں کبھی کبھی پڑھے لکھے لوگ پوچھ لیتے ہیں کہ

”ساحب! کیا آپ نے اللہ کو مجبور سمجھ رکھا ہے؟“

میں نے کہا:

”نہیں!“

تو بھی پھر یہ نور کے دو ٹکڑے کس لئے کئے؟

ایک مولانا نے مجھ سے کہا:

”اللہ نے نور محمدؐ کے دو ٹکڑے کیوں کر دیئے؟ یہ نور سرکار محمدؐ ہی کا رکھتا

اور علیؑ کو الگ نور سے پیدا فرما دیتا۔“

میں نے کہا:

نے کہا:

”ہم اقرار کرتے ہیں۔“

نے کہا:

قال تشهدوا

”دیکھو! تم سب گواہ رہو۔“

و انا معکم من الشاہدین

”اور تمہارے ساتھ ساتھ میں بھی گواہ رہوں گا لیکن ایسا نہ ہو کہ نبوت میں  
لے لو اور پھر اپنے عہد پر قائم نہ رہو۔ نہ کوئی جائے ایمان لانے نہ کوئی  
جائے مدد کرنے۔“

فمن تولى بعد ذالك اولئك هم الفاسقون

”یاد رکھنا! جو نبی اپنے اس عہد سے پھر جائے گا وہ نبی نبی نہیں رہے گا  
بلکہ فاسق ہو جائے گا۔“

اللہ رے شان رسالت کہ اگر ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی سرکار رسالت پر  
ایمان نہ لائیں یا ایمان لائیں اور مصیبتوں میں مدد نہ کریں تو اللہ کہتا ہے:

”وہ نبی نبی نہیں رہیں گے فاسق ہو جائیں گے۔“

تو پھر اگر مجھ جیسا گنہگار بندہ ایمان نہ لائے؟ اور اگر ایمان لائے مگر مصیبتوں میں  
مدد نہ کرے تو جب نبی نبی نہیں رہتے تو امت امت کیسے رہ سکتی ہے؟

اور جب بنا لیا تو اب ایک ایک نبی کو اس نے بھیجنا شروع کیا۔ سب سے پہلے  
حضرت آدمؑ آئے، مجبوراً ملائکہ جنت کی سیر کرتے رہے اور دنیا میں آ کر تلاش شروع کر  
دی کہ کہیں اللہ کا حبیب مل جائے تو ایمان لے آؤں اور وعدہ پورا ہو جائے کہیں ایسا نہ ہو  
کہ نبوت جاتی رہے..... مکہ کی وادی جدہ کا ساحل سراندیپ کی پہاڑیاں چھان ماریں حتیٰ  
کہ انتظار کرتے کرتے آدمؑ عالم بالا کی طرف روانہ ہو گئے، حضرت محمدؐ نہ آئے۔ پھر

”کوئی انیس بیس کا فرق تو نہیں؟“

در اصل میں یہی سمجھانا چاہتا تھا کہ اللہ اگر علیؑ کو الگ نور سے پیدا کر دیتا تو مولوی  
کہتا کہ ”انی ویسہ (انیس بیس) دا فرق رہ گیا اے۔“ (نعرہ حیدری)  
عزیزانِ گرامی! اللہ نے اسی لئے ایک نور کے دو ٹکڑے کر دیئے تاکہ جو لطف ایک  
ٹکڑے کا ہے وہی لطف دوسرے کا ہو۔ (صلوٰۃ)

توجہ ہے نا! میرے مسترم سامعین!

خلق فرما کر ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ کی ارواح کو جمع کر کے ان سے یہ  
عہد لینا شروع کیا کہ جب میں تم نبیوں کو کتاب اور علم دے کر بھیج دوں گا:

ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم

”تو پھر میرا ایک مصدق حبیب آئے گا اور جو کچھ تم لے کر جاؤ گے وہ  
رسول اس کی تصدیق کرے گا۔“

لنؤمنن

”تم سب کے سب اس پر ایمان لے آنا۔ اور صرف ایمان لانا کافی  
نہیں ہے.....“

ولتصرنہ

اور اگر اس پر مصیبت پڑ جائے تو مصیبت میں اس کی مدد بھی کرنا۔“

پھر پوچھا:

اقررتم

”کیا تم سب اس کا اقرار کرتے ہو؟“

سب نے کہا:

قالوا اقررنا

لائے رکھا اور نبیوں کی سنت بن گئی کہ وہ تمام عمر ایک غائب کا انتظار کرتے رہے۔ اب کوئی غائب کا انتظار نہیں کر رہا تو وہ نبیوں کی سنت پر عمل نہیں کر رہا۔ انبیاءؑ تھے پہلی امت اور ہم ہیں پچھلی امت!..... اب اگر اس امت کو اللہ غائب کا انتظار نہ کراتا تو دونوں امتوں میں بہت فرق پڑ جاتا اور عدل الہی کے دونوں پلڑے برابر نہ رہتے۔ اس لئے اللہ نے پہلی امت کو محمد عربیؐ کا انتظار کروایا اور اس امت کو محمد مہدیؑ کا انتظار کروا رہا ہے۔

### عزیزانِ گرامی!

اب انتظار کرتے کرتے اس دنیا سے روانہ ہو جانے کا جو ثواب انبیاءؑ کو ملتا تھا وہی ثواب انشاء اللہ ہمیں بھی ملے گا.....

یہاں بعض دفعہ بچے پوچھتے ہیں کہ وہ جو اتنی دیر سے غائب ہیں ہمیں ان کی غیبت کی سمجھ نہیں آئی، ہمیں ذرا سمجھا دیں! تو میرے دوستو! اگر امام غائبؑ کی غیبت کو سمجھنا ہے تو ذرا مطالعہ کر لیں آپ..... گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ پیغمبرؐ نے اس امام غائبؑ کی کچھ صفات بتائی ہیں ذرا وہ صفات پڑھ لیں غیبت کی سمجھ آ جائے گی کون ہے ہمارا بارہواں امام.....؟

ارشاد ہوتا ہے:

”صاحب الدعوة النبویہ

اس کی نبی جیسی دعوت ہے۔

و صولة الحیدریہ

اور اس کا حملہ حیدرؑ جیسا ہے۔

وعصمة الفاطمیہ

فاطمہؑ جیسی اس کی عصمت ہے۔

والحلم الحسنیہ

نوحؑ تشریف لائے انتظار کرتے رہے تلاش کرتے رہے۔ دل میں خیال آیا کہ کہیں آدمؑ کے دو بیٹوں کے خون سے زمین داغدار ہو چکی ہے اور نجس دھبہ لگ چکا ہے شاید مقدس رسولؐ کے قدم اس لئے زمین پر نہ آ رہے ہوں۔ تنور سے پانی اگلو دیا تاکہ دھبہ صاف ہو جائے ایسا طوفان آیا جس کی گہرائی کو سورج کی کرنیں بھی نہیں ماپ سکتی تھیں۔ انتظار کرتے کرتے چلے گئے، لیکن حضرت محمدؐ ان کے عہد میں بھی نہ آئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس دنیا کو گناری گلدستے سے سجا دیا تاکہ کوئی گلدستہ ہی پسند آ جائے اور رسولؐ آ جائیں، لیکن ابراہیمؑ بھی انتظار کرتے کرتے چلے گئے حضورؐ نے اس زمانے میں نہ آنا تھا نہ آئے۔ حضرت یوسفؑ مصر میں حسن کی دکان سجا کر انتظار کرتے رہے کہ شاید میرا حسن بھا جائے اور سرکار تشریف لے آئیں، لیکن انتظار کرتے کرتے چلے گئے، حضرت محمدؐ کو نہ آنا تھا نہ آئے (اس دور میں)۔ اب موسیٰؑ تشریف لائے ایک ہاتھ میں ید بیضا کی بیڑی اور دوسرے ہاتھ میں عصا خشکی پر تلاش کرتے رہے اور جب خشکی پر نہ ملے تو عصا سے پانی بٹا کر دیکھتے رہے کہ کہیں مل جائیں اور اللہ سے کیا گیا وعدہ پورا ہو جائے، مگر جب انتظار کرتے کرتے ناامید ہو گئے تو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

توجہ فرما رہے ہیں نا آپ! میرے محترم سامعین!

اب حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت عیسیٰؑ تشریف لائے اور ہر جگہ تلاش کرتے رہے کہ شاید رسولؐ آ جائیں اور مدد کا وعدہ پورا ہو جائے مبادا کہ نبوت جاتی رہے..... عیسیٰؑ تو دیدار محمدؐ کے لئے اتنی جلدی آئے کہ باپ کا بھی انتظار نہ کیا۔ تلاش کرتے رہے اور جب محمدؐ زمینوں پر نہ ملے تو آسمانوں پر تلاش کرنے کے لئے چلے گئے اور اتنی جلدی روانہ ہوئے کہ موت کا بھی انتظار نہ کیا۔

اب میں گفتگو کو مزید طول نہیں دے سکتا، اتنا وقت میرے پاس نہیں ہوتا۔ بس ایک گزارش ہے میرے شیعہ سنی دوستو! جیسے اللہ نے نبیوںؐ سے بھی ایک غائب کا انتظار



جہ ہے نا! میرے محترم سامعین!

آج کے بیان کو میں یہیں سمیٹوں گا کہ اللہ رے شان رسالت کہ ایک کم ایک لاکھ  
ہزار انبیاء کو حکم دیا اللہ نے کہ تم میرے حبیب پر ایمان لانا۔ اور نہ صرف ایمان لانا  
کافی ہے بلکہ میرے حبیب کی مصیبتوں میں مدد بھی کرنا اور جو نئی میرے حبیب کی  
مصیبتوں میں کام نہیں آئے گا وہ نئی، نئی نہیں رہے گا بلکہ فاسق ہو جائے گا۔ یہ ہے شان  
رسالت!

اور اب وہ وقت بھی آ گیا جب ارشاد رب العزت ہوا:

يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك و ان لم تفعل

فما بلغت رسالته و الله يعصمك من الناس

”میرے حبیب! میرا وہ پیغام ان لوگوں تک پہنچا دے اور اگر تو نے

ایسا نہیں کیا تو گویا تو نے رسالت کا کوئی کام ہی انجام نہیں دیا۔“

بس اس حکم کا ملنا تھا کہ جناب رسالت مآب غدیر کے میدان میں اتر گئے غدیر کا  
میدان تھا ذات احدیت کا فرمان تھا جبرائیل درمیان تھا۔ کوثر کا مالک ساقی کوثر کا بازو پکڑ  
کے اہل دلا کو دلا کا جام پلا رہا تھا۔ کوئی اس جام کو مست ہو کر پی گیا، کوئی آنکھوں میں  
آنکھیں ڈال کر پی گیا، کوئی بخ کی ندائیں دے کر پی گیا، کوئی دست بیعت بڑھا کر پی گیا  
اور کوئی سب کچھ سن کر بالکل پی گیا۔

عزیزان محترم!

غدیر کے میدان میں اس قدر گرمی تھی کہ حاجیوں نے پاؤں میں کپڑے لپیٹ  
رکھے تھے کہ گرم ریت سے پاؤں میں چھالے نہ پڑنے پائیں۔ وحی کے چھڑکاؤ نے زمین  
شہدی کی، تکمیل دین کے فرش پر اتمام نعمت کی مسند لگائی گئی، عرش خدا نے سٹ کر

اور حسن جیسا اس کا علم ہے۔

والشجاعة الحسينيه

اور حسین جیسی اس کی شجاعت ہے۔

والصبر السجادية

سید سجاد جیسا اس کا صبر ہے۔

و معاصر الباقريه و آثار الجعفريه و علوم الكاظميه

ان تمام آئمہ جیسے ان کے آثار ہیں، علوم ہیں، محاسن ہیں۔

والحجة الرضويه

امام علی رضا جیسی ان کی ولایت ہیں۔

وجود التقويه

امام تقی جو جیسی ان کی صلاحیت ہے۔

والنقاوة التقويه

امام علی تقی جیسی ان کی نقاوت و طہارت اور نفاست ہے۔

والهيبة العسكرية

اور امام عسکری جیسی اس کی ہیبت ہے۔

اور جب غیبت کا لفظ آیا تو ارشاد ہوا:

والغيبة الالهيه

”اور اس کی اللہ جیسی غیبت ہے۔“

جیسے اللہ غائب ہے ویسے ہی اس کا نمائندہ غائب ہے۔ (نعرہ خدیری)

اب اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے جیسے وہ غائب ویسے ہی اس کا نمائندہ  
غائب ہے۔ جہاں جہاں وہ غائب وہاں وہاں یہ غائب۔

آپ لوگ سمجھیں گے کہ مولوی کو زبان و ادب سے واقفیت ہی نہیں ہے اس لئے کہ انہیں کہنا چاہئے تھا کہ پیٹکر ہٹا دو کیونکہ پیٹکر ایک ہے۔ لیکن اس نے کہا کہ یہ پیٹکر ہٹا لو اور یہ کاٹو تو وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں چیزیں دو ہوں.....

تو میں کہتا کہ یہ ہٹا لو اور یہ رہنے دو۔ اب اگر یہ کالفاظ میں ایک پیٹکر کے لئے لگا دیں تو ادب کے لحاظ سے یہ فصاحت و بلاغت کے خلاف جاتا ہے۔ معترض نے یہ کہا کہ بڑے میدانِ غدیر میں علیؑ تو ایک ہے تو پھر رسولؐ کہتے:

علیؑ مولاہ

”علیؑ اس کا مولاہ جس کا میں مولاہ!“

مگر یہ کیوں کہا پیغمبرؐ نے؟

فہذا علیؑ مولاہ

”یہ علیؑ اس کا مولاہ!“

تو لفظ ”یہ“ نے اس کلام کو فصاحت سے گرا دیا۔

اب ہمارے ہاتھ میں بھی باب مدینۃ العلم کا دامن تھا ہم نے معترض سے کہا کہ لفظ ”یہ“ نے آکر کلام کو فصیح و بلیغ بنا دیا۔

اس نے کہا وہ کیسے؟

ہم نے کہا کہ وہ ایسے کہ ذرا جائزہ لیجئے کہ پیغمبرؐ نے کہا:

”جس کا میں مولاہ اس کا یہ علیؑ مولاہ!“

لفظ مولاہ اور لفظ علیؑ دو جگہ پر ان کا اطلاق ہے مولاہ اللہ کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد پیغمبرؐ ہے:

ان اللہ مولای

”اللہ میرا مولاہ ہے۔“

تو اس کا مطلب ہے مولاہ اللہ بھی ہے مولاہ پیغمبرؐ بھی ہے اور مولاہ علیؑ بھی ہے۔

کپادوں کے منبر کی شکل اختیار کی، صدر بزمِ نبوت اٹھا اور خطبہ خوانی کی۔

اندر والوں نے کہا ہمارا مولاہ باہر والوں نے کہا ہمارا مولاہ اور غار والوں نے کہا ہمارا مولاہ اور جب ہر ایک سے اقرار لے لیا۔ اب فرمایا:

من كنت مولاه فهذا علي مولاه

”جس کا میں مولاہ اس کا علیؑ مولاہ!“

یہ پیغام رسالت ہر کسی نے سن لیا..... مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ یہاں بعض مورخین اور بعض مفسرین نے یہ کہنا کیوں شروع کر دیا کہ یہ کلام فصاحت و بلاغت سے گرا ہوا ہے اس لئے یہ پیغمبرؐ کا فرمان نہیں ہو سکتا..... اب ہم نے ان سے پوچھا.....؟

اگر کوئی علمی بحث آجائے تو گھبراؤ گے تو نہیں!

سامعین!

دیکھیں! مجھے ہر رنگ کی تقریر آتی ہے اور دل لگا کر بھی کر سکتا ہوں اور دل لگی کی تقریر بھی کر سکتا ہوں۔ فاطمہؓ کے لالہ نے یہ جو یونیورسٹی کی کلاسیں لگا رکھی ہیں ان سے ہمیں بھرپور استفادہ کرنا چاہئے۔ اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اگر درمیان میں کوئی علمی بحث آجائے تو ہمیں گھبراتا نہیں چاہئے اللہ نے دل و دماغ میں وسعت عطا فرمائی ہے۔ تو اعتراض یہ ہوا کہ یہ جو کلام ہے خطبہ غدیر میں:

من كنت مولاه فهذا علي مولاه

تو یہ کلام ”فہذا“ کی وجہ سے فصاحت و بلاغت سے گر گیا ہے چنانچہ یہ نبیؐ کا کلام ہی نہیں ہو سکتا.....

ہم نے پوچھا وہ کیسے؟

جواب ملا وہ اس طرح کہ اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ ”یہ“ پیٹکر یہاں سے ہٹا دو

میں! اب فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں کہ جس نبی کے یہ سارے نبی مومنین ہوں اس کی طرف  
امیر المومنین کیا ہوگا؟

یاد رکھئے! اگر یہ تمام انبیاء مومنین ہوں تو امیر المومنین اسے ہونا چاہئے جو ان  
تمام انبیاء کی محنتوں کا خلاصہ ہوگا۔ جس میں آدم کے کمالات بھی ہوں، نوح کے بھی،  
ہیم کی خوبیاں بھی ہوں اور یوسف کی بھی۔ اور جس میں موسیٰ کے اوصاف بھی ہوں  
عیسیٰ کے بھی! الغرض زمانہ رسول میں جتنی جنگیں ہوئیں تو ان میں رسول آخر کی مدد کے  
لئے حکم خداوندی کے مطابق سبھی انبیاء کو آنا چاہئے تھا مگر کوئی نبی بھی ہمیں آنا نظر نہیں  
پایا۔ کوئی نبی بھی نہیں آیا بدر میں، احد میں، خندق میں، خیبر میں اگر کام آئے تو اکیلے علی۔  
خدا کا رسول بنے ہیں تو اکیلے علی..... کیونکہ اکیلے علی میں تمام انبیاء جمع ہیں۔ آدم کا علم،  
ہیم کا علم، موسیٰ کی ہیبت، عیسیٰ کی طریقت، محمد کا جلال، بلکہ اللہ کا جلال بھی علی کی ہستی  
میں جمع ہو گیا۔ اور اب جب وہ محمد کی حمایت میں تلوار چلائے گا تو وہ تنہا علی نہیں ہوگا، اس  
میں آدم بھی ہوں گے، عیسیٰ بھی ہوں گے، موسیٰ بھی ہوں گے، مختصراً تمام انبیاء شریک  
ہوں گے۔

پڑھ لکھے حضرات کو دعوت فکر دے رہا ہوں!

چونکہ علی کی ایک ضربت میں تمام انبیاء کی طاقتیں اکٹھی تھیں، اسی لئے علی کی  
ایک ضربت ثقلین کی عبادتوں سے بڑھتی چلی گئی۔ (نعرہ حیدری)

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

بس یاد رکھئے کہ یہ خانوادہ وہ خانوادہ ہے کہ جس نے دنیا کو درس دیا کہ قوت کے  
ہوتے ہوئے طاقت کے ہوتے ہوئے گردن کاٹتے رہنا یہ دلیری نہیں ہے۔ بلکہ رحمت کا  
مہمہ بن کر رہنا اصل دلیری ہے کیونکہ رحمۃ اللعالمین نے یہ درس دیا تھا کہ رحمت کا اظہار

ٹھیک ہے نا!..... لیکن لفظ علی ایک ایسا لفظ ہے جس میں دو شریک ہیں، کیونکہ اللہ نے اپنے  
لئے کہا:

وهو العلی العظیم

”یعنی میں علی اعظم ہوں۔“

گویا علی اللہ کا نام بھی ہے اور اتفاق ایسا ہے کہ میرے مولا کا نام بھی  
علی ہے۔ (توجہ کیجئے گا.....) نگاہ رسالت قیامت تک آنے والے متعصب مورخین کو دیکھ  
رہی تھی کہ اگر میں نے یہاں لفظ ہذا نہ لگایا تو اللہ کا نام بھی علی ہے اس کا نام بھی علی ہے۔ تو  
آنے والا مورخ کہے گا کہ یہاں مولا بے مراد وہ علی ہے۔ اس لئے پیغمبر نے کہا:

من كنت مولا فهذا علی مولاہ

وہ علی (اللہ) مولا نہیں یہ علی مولا! (نعرہ حیدری)

توجہ ہے دوستو!

بھئی! ذرا مل کر با آواز بلند نعرہ حیدری (یا علی)

میرے محترم سامعین! کس علی کو مولا بنایا رسول نے؟ ارے ایک اور لفظ قابل غور  
ہے! یہ کس کو علی کہہ رہا ہے؟ ارے پیغمبر کی شان کو تو دیکھئے! کہ انبیاء سے خدا خود کہہ رہا ہے  
کہ تم ایمان لاؤ اور ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ جتنے نبی آئے وہ سب سرکار پر ایمان لائے۔  
اس لئے کہ اگر کوئی نبی ایمان نہ لانا تو وہ نبی ہی نہ رہتا بلکہ فاسق ہو جاتا۔ اس لئے اب  
ذرا تھوڑا سا آپ بھی میرے ساتھ بولے کہ ایمان لانے والے کو کیا کہتے ہیں؟ (کیوں  
میرے خاموش دوستو!) بھئی! ایمان لانے والے کو مومن کہتے ہیں۔ مومن کا مطلب کیا  
ہے؟ (بولو! تھک گئے ہو؟) ایمان لانے والا! تو جتنے بھی نبی ہیں وہ ایمان لائے ہیں یا نہیں  
لئے؟ لائے ہیں نا! تو اس لحاظ سے پیغمبر سے ان کا کیا رشتہ ہوا؟ ارے آدم رسول کے کیا  
ہوئے؟ مومن۔ عیسیٰ مومن، موسیٰ، یعقوب اور نوح سبھی کے سبھی پیغمبر مومنین محمد ہیں۔ لو

نے فرمایا:

”پھر چل بیٹھ پہلے پانی پی لے پھر گرفتار کر لینا۔“

رے شیعہ سنی بھائیو!

حسینؑ نے فرمایا:

”عباسؑ بھائی! مشکوں کے منہ کھول دو۔“

مشکوں کے منہ کھول دیئے گئے۔ پینے والے تھوڑے تھے اور پلانے والے زیادہ

ایک ایک ہاشمی نے ایک ایک حکومتی سپاہی کو اپنے ہاتھوں سے پانی پلایا اور جب وہ سب اب ہو گئے تو سرکار غازیؑ نے کہا:

”مولاً! مشکوں میں بہت پانی بچ گیا ہے۔“

ابو امامؑ ہوا:

”عباسؑ بھائی! جن گھوڑوں پر یہ سپاہی بیٹھ کر آئے ہیں یہ بھی تو جانور

ہیں یہ پیاسے ہیں باقی پانی ان گھوڑوں کو پلا دو۔۔۔۔۔“

س نے کہا:

”مولاً! اب بھی پانی بچ گیا۔“

م نے ارشاد فرمایا:

”ان سپاہیوں کی زہریں لوہے کی ہیں یہ گرمی سے تپ گئی ہوں گی۔“

نچہ بقیہ پانی میں سے کچھ پانی ان زہریوں پر چھڑک دیا گیا۔

عباسؑ نے پھر عرض کیا:

”مولاً! اب بھی پانی بہت ہے۔“

مایا:

”عباسؑ! ان کے گھوڑوں کے سم ریت کی گرمی سے تپ گئے ہوں گے۔“

ہر ایک سے ہوگا تو ہر شخص رحمۃ اللعالمینؑ پر ایمان لائے گا۔

اب آپ کہیں گے کہ کہیں اس کا مظاہرہ بھی ہوا کہ نہیں۔۔۔۔۔! تو آئیے میں بتاتا ہوں! طاقت بھی تھی، قوت بھی تھی اور جنگ بھی ابھی شروع نہیں ہوئی تھی اور صرف دو نکلے کا انسان فاطمہؑ کے لال کو روک رہا تھا اور نہ صرف روک رہا تھا بلکہ اس نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی لگام کو پکڑ کر جھٹکا بھی دیا اور کہا کہ نیچے اتریں میں آپ کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں حالانکہ اس وقت تمام ہاشمی جوان بھی تیار تھے بلکہ ایک ابو الفضل العباسؑ ہی کافی تھا۔ مگر حسینؑ رحمۃ اللعالمینؑ کے نمائندے بن کر جا رہے تھے۔۔۔۔۔

بھئی! آپ لوگ سمجھدار ہیں اگر آپ میں سے کوئی شہابی سواری پر جا رہا ہو یا اپنے گھوڑے پر ہی جا رہا ہو اور دو نکلے کا کوئی غلام گھوڑے کی لگام پکڑ لے اور کہے کہ نیچے اترؤ تو گولیاں نہیں چل جائیں گی۔۔۔۔۔؟

دور کیوں جاتے ہیں اسمبلی کا ایک ممبر غلام حیدر دائیں کے دور میں اپنی گاڑی کے شیشوں پر سیاہ کاغذ (Black Paper) لگائے ہوئے جا رہا تھا۔ پولیس والے نے روک لیا تو اسمبلی میں قرار داد مذمت پیش ہو گئی کہ اس نے ہمارا استحقاق مجروح کیا ہے۔ تو اگر دنیا کا ایک عام انسان ایک پولیس والے کے روکنے کو اپنی توہین تصور کرتا ہے تو معاف کرنا وہ جو کر بلا کے میدان میں آ رہا تھا وہ کوئی عام انسان نہیں تھا۔۔۔۔۔ وہ کائنات کا شہزادہ تھا۔ خُرکی ویلیو (Value) ہی کیا تھی ارے دو نکلے کا سپاہی اور اس نے شہزادہ کائنات کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور صرف لگام ہی نہیں پکڑی بلکہ جھٹکا دے کر کہا کہ نیچے اتریں آپ۔

مگر واہ رے رحمۃ اللعالمینؑ کے نواسے! ارشاد فرمایا:

”میں سمجھ گیا ہوں کہ تو مجھے روکنے آیا ہے بے شک گرفتار کر لینا بس

ایک بات بتا دے کہ تیری زبان میں یہ لکنت کیوں ہے؟۔۔۔۔۔“

خُر نے کہا:

”میں بہت پیاسا ہوں۔“

طرف چل پڑا۔ خیمے سے اس کا جوان بیٹا نکل کر آ رہا تھا، جس کا نام تھا علی ابن خُر! نے باپ کو آتا دیکھ کر منہ موڑ لیا۔ خُر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر ہلا کر کہنے لگا: ”بیٹا! آج تمہیں ادب و احترام کا خیال بھی نہیں رہا۔ تم نے تعظیم کی نہ سلام کے لئے سر جھکایا۔“

ابن خُر نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا:

”بابا! سلاموں کے موسم گزر گئے، ادب کا وقت بیت گیا۔“

”کیوں؟“

”میں نے تمہیں روکا نہیں تھا کہ حسین کے گھوڑے کی لگام کو ہاتھ نہ

ڈال.....؟ میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ ان کا راستہ نہ روک! اب

جسے تو گرفتار کر کے لایا ہے وہ بچتا نظر نہیں آتا۔“

بابا ہاتھ سپینے سے شرابور ہو گیا۔ جوان بیٹا بازو سے پکڑ کر خیموں کی طرف لے گیا اور کہنے لگا:

”بابا تمہیں وہ سیاہ خیمے نظر آ رہے ہیں؟“

بول:

”ہاں۔“

”کس کے ہیں؟“

اس کے منہ سے نکل گیا:

”جنہوں نے ہمیں پانی پلایا تھا.....“

یہ جملہ سنا تو خُر کا بیٹا کہنے لگا:

”بابا! ذرا کان لگا کر سن کہ تجھے کوئی آواز سنائی دیتی ہے؟“

اس نے کان لگا کر سنا تو جگر پکڑ کر رہ گیا، خیمے سے آوازیں آ رہی تھیں، اماں پانی!

کسی نے کہا، ماموں پانی! کسی نے کہا، چچا پانی!

باقی پانی ان پر چھڑک دو۔“

نیاز بیگ والو!

اب ایمان سے بتانا کہ جتنا پانی فاطمہ کے لال نے ان کو پلایا ہے، اگر اتنا پانی محفوظ رکھتا تو دسویں کے دن ۶ مہینے کے لال کے لئے پانی کا سوال کرتا؟

مگر واہ رے عالی ظرف حسین! پیسا فوج ہوتا رہا، مگر اس کی زبان سے یہ نہ نکلا کہ میں نے تو تمہیں کل اتنا پانی پلایا تھا اور آج تم مجھے پیسا کیوں فوج کر رہے ہو؟ مگر اس کا اثر کیا ہوا؟ احسان رائیگاں نہیں گیا، دسویں کی صبح خُر فوج یزیدی میں بیٹھا رہا، مگر جب شہزادہ علی اکبر نے صبح عاشور کی اذان میں کہا:

اشھد ان محمد رسول اللہ

تو یہ آواز خُر کے کان تک گئی، تو تڑپ کر رہ گیا۔ نہ اٹھا جاتا ہے نہ بیٹھا جاتا ہے بڑی مشکل سے کمر پکڑ کر اٹھا ہے خُر! اور ابن سعد سے کہنے لگا:

”اوسعد کے بیٹے! کیا یہ جنگ رک نہیں سکتی؟“

اس نے کہا:

”تو گرفتار کر کے لایا ہے، اس لئے پہلا حملہ بھی تجھ ہی سے کرایا جائے

گا۔“

خُر نے کہا:

”تم نے تو گرفتار کر کے لانے کو کہا تھا، صرف گھیر کر لانے کو کہا تھا، مگر

اب تم اس کو مارنے کی باتیں کر رہے ہو۔“

ابن سعد بولا:

”نہیں! یزید کا یہی حکم ہے کہ پہلا تیر بھی تو ہی چلائے گا۔“

اب خُر سے نہ اٹھا جاتا ہے اور نہ بیٹھا جاتا ہے۔ بڑی مشکل سے اٹھا اور کمر پکڑ کر



اس کے ماتھے پر رکھا، دوسرا ہاتھ اس کی داڑھی پر رکھ دیا، چہرہ اٹھایا، اس کا ماتھا چوم کر کہا:

”بھائی خُر! ہم نے تمہیں معاف کیا!“

عمر علی اکبر جلدی سے گھوڑے سے اترے اور کہا:

”چچا خُر! میرا سلام ہو۔“

اسم نے کہا:

”چچا خُر! میرا بھی سلام ہو۔“

سید ابن مظاہر نے بڑھ کر کہا:

”خُر مبارک ہو! میں بچپن سے حسینؑ کے ساتھ تھا، مگر حسینؑ نے کبھی

مجھے بھائی نہیں کہا، تو اتنی جلدی بھائی بن گیا.....“

سلام و مبارک کی آوازیں خیموں تک پہنچیں اور ملکہ عالیہؑ نے سنیں تو کہا:

”عونؑ و محمدؑ! یہ کیسی آوازیں ہیں؟“

دونوں شہزادوں نے کہا:

”جس نے کل ماموں کا رستہ روک کر گھوڑے کی لگا میں کھینچی تھیں، وہ

مجرم آیا ہے۔“

اسم نے پوچھا:

”پھر کیا ہوا؟“

ابواب ملا:

”ماموں نے اسے بھائی کہہ دیا۔“

لی کی بیٹی نے کہا:

”بھائی کہہ دیا!..... عونؑ و محمدؑ ابھی باہر جاؤ اور دونوں خُر کے دائیں

بائیں کھڑے ہو کر کہو کہ ماموں خُر! اماں سلام کہتی ہے۔“

خدا کی قسم! جب شہزادوں نے سلام پہنچایا تو خُر کا چہرہ ہلکی کی طرح زرد ہو گیا

خُر کہنے لگا:

”بیٹا! بس میں اب زندہ نہیں رہنا چاہتا۔“

اب آگے آگے بیٹا چلا، پیچھے پیچھے گھوڑے پر خُر چلا اور سیدھے عمر سعد کے پاس گئے اور گھٹنے کے زور سے تیر کمان توڑ کر اس کے منہ پر دے ماری اور کہا:

”اسے اپنے پاس رکھ میں فاطمہؑ کے لال کو سلام کرنے جا رہا ہوں۔“

وہیں سے گھوڑا آگے کی طرف بڑھایا..... اب خُر گھوڑے سے اترائیں، گر گیا اور

کہا:

”بیٹا! ایک رومال سے میرے دونوں ہاتھ کس کر باندھ دے۔“

پھر کہتا ہے:

”میں بڑا گنہگار ہوں، میں نے انہی ہاتھوں کے لگام کھینچی تھی۔ دوسرا

رومال میری آنکھوں پر باندھ دے، میں حسینؑ سے آنکھیں نہیں ملا

سکتا۔“

**میرے محترم سامعین!**

اب جس انداز سے خُر چلا، اس سے دنیا سمجھ رہی تھی کہ کتنا بڑا مجرم آ رہا ہے۔

دیکھئے! وہاں سے کیا جواب ملتا ہے؟

مگر عالم امکان کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ ادھر سے خُر چلا، ادھر سے رحمت

الہی چلی۔ گنہگار قریب گیا اور مولائے گھوڑے کی رکاب پر سر رکھ دیا۔ بندھے ہوئے ہاتھوں

سے یہ کہا:

”اخطئت یا بن رسول اللہ!

اے رسولؐ کے بیٹے! مجھ سے بہت غلطی ہو گئی۔“

ادھر خُر نے ابھی یہ کہا تھا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی، رحمتہ اللعالمینؐ کے بیٹے نے ایک

نے تمہیں معاف کیا اور اب بہن نے جو فقرہ کہا اسے شریف لہو ہی سمجھے گا۔ جواب میں  
کی بیٹی کہتی ہے:

”مجھے شرمندہ نہ کر۔۔۔۔۔“

یہ انسانیت کی معراج ہے کہ گنہگار معافی مانگے اور کریم شرمندہ ہو رہا ہو۔  
اور اس کے بعد میری شہزادی کی آنکھوں سے آنسو روانہ ہو گئے۔

حسین نے دیکھ کر کہا:

”بہن! آج تو خر بھائی بن کر آیا ہے آپ روکیوں رہی ہیں؟“

بہن کہنے لگی:

”یہی سن کر تو میرا جگر زخمی ہو گیا ہے۔“

کہا:

”کیوں؟“

کہا:

”اس لئے جب دشمن بن کر اس نے راستہ روکا تھا تو تب ہم نے اسے  
پانی پلایا تھا اور جب بھائی بن کر آیا ہے تو میرے پاس اس کی خدمت  
کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ میں اسے پانی پلا سکتی ہوں نہ ٹھٹھا  
سکتی ہوں۔“

اور اس کے بعد کہا:

”اے خر! سن میں تیرے ساتھ دو وعدے کرتی ہوں ایک آخرت کا  
اور دوسرا دنیا کا! آخرت کا یہ وعدہ ہے کہ میں تم سے پہلے جنت میں  
نہیں جاؤں گی اور دنیا کا وعدہ یہ ہے کہ اگر اس بے حیا قوم نے مہلت  
دی تو میں حسینؑ سے پہلے تیری لاش پر پہنچوں گی۔ تیری لاش پر آ کر  
اپنے سفید بال کھول کر بھائی خر کہہ کر تیرا ماتم کروں گی۔“

اس کا پورا بدن تھر تھر کانپنے لگا۔

مولاً نے کہا:

”خر! خیریت تو ہے؟“

کہا:

”مولاً! کوئی خیریت نہیں۔۔۔! مولاً! آپ سے گزارش ہے کہ  
آپ میرے سفارشی بنیں۔ مولاً! مجھے یاو ہے میں نے جب آپ کا  
رستہ روکا تھا اور آپ کے گھوڑے کی لگامیں کھینچی تھیں تو میں نے اس  
وقت محل سے عورتوں کے چیخنے کی آوازیں سنی تھیں۔ آپ میری  
سفارش کریں اور علیؑ کی بیٹی سے معافی دلوا دیں ورنہ میں چین سے مر  
نہیں سکتا۔“

مولاً نے فرمایا:

”خر گھبرا نہیں۔“

آگے مولاً پیچھے خر عباس غازیؑ نے علم کا سایہ کیا ہوا حسینؑ خیمے کے اندر خر  
خیمے سے باہر! اندر جا کر حسینؑ کہنے لگے:

”میری بہن مبارک ہو! خر آیا ہے۔“

فاطمہؑ کی بیٹی نے کہا:

”خر کو میرا سلام کہو۔“

بس اتنا سننا تھا کہ خر کی چیخیں نکل گئیں اور وہ رو کر کہنے لگا:

”گنہگار امت کو بخشوانے والی ماں کی بیٹی! تجھے تیری ماں کی چادر کا  
واسطہ مجھے معاف کروئے میں گنہگار تیرے دروازے پر معافی مانگنے آیا  
ہوں۔“

اور بھی! یہ فقرہ شریف لوگوں کے لئے ہے۔ حسینؑ نے تو کہا تھا ناکہ بھائی خر

کر رہا ہے تھے:

”یا اللہ! یہ خُرقہ قربانی نہیں ہے، میری قربانی آ رہی ہے۔ یا اللہ! تو اس قربانی کو قبول فرما۔“

خُرقہ غور سے دیکھتا رہا۔ اور جب بیٹے نے آخری ہنگامی لی تو لاش کو اٹھانے کے لئے اٹھا۔

اب ذرا آخری فقرہ غور سے سنئے! فقام الحسین تاریخ نے کہا کہ حسینؑ کھڑے ہو گئے۔ خُرقے شانے پر ہاتھ رکھ کر پیچھے دھکیل دیا اور کہا:

”خُرقہ! تو یہ کیا کرنے لگا ہے؟“

خُرقے نے کہا:

”مولاً! میں اپنے بیٹے کی لاش اٹھانا چاہتا ہوں۔“

تو حسینؑ نے کہا:

”تو شریعت کی پابندی میں نیا نیا آیا ہے، اس لئے تجھے معلوم نہیں۔ خُرقہ! سن میں محافظ شریعت ہوں جب تک میں زندہ ہوں تجھے تیرے بیٹے کی لاش نہیں اٹھانے دوں گا۔ کیونکہ شریعت کے احکام کے مطابق کوئی باپ اپنے جوان بیٹے کی لاش نہیں اٹھا سکتا۔“

نیاز بیگ والو!

بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ ذرا کر بلا کی طرف رخ کر کے صرف اتنا پوچھو کہ فاطمہؑ کے لالؑ یہ فقرہ جو تو نے خُرقے سے کہا تھا اکبرؑ کی لاش پر کتنا یاد آیا ہوگا؟ علیؑ اصغرؑ کی لاش پر کتنا یاد آیا ہوگا۔

یہ وہ گھرانہ ہے دوستو! جو آپ کو عفت، رحم اور کرم کا درس دیتا ہے۔ میری دعا ہے کہ خداوند عالم ہمیں حسینؑ ابن علیؑ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔

☆☆☆

عزیزو!

بس میں یہ کہہ کر اپنا بیان ختم کرتا ہوں کہ جب دسویں کا دن آیا اور امامؑ کا جوان بیٹا شہزادہ علیؑ اکبرؑ میدان جنگ کی طرف جانے لگا تو خُرقہ قدموں میں گر گیا اور کہنے لگا:

”مولاً! یہ نہیں ہو سکتا! تیرا جوان جائے اور میرا جوان کھڑا رہے! نہیں! پہلے میرا بیٹا جائے گا اور تیرے علیؑ اکبرؑ کے صدقے ہوگا۔“

حسینؑ نے کہا:

”خُرقہ! تو تو مہمان ہے۔“

خُرقے نے کہا:

”مہمان میں ہوں یا تو ہے؟ مولاً! حقیقی مہمان تو آپ ہیں۔“

اس نے کہا:

”پہلے میرا بیٹا جائے گا۔“

اب خُرقہ کا بیٹا امامؑ سے اجازت لے کر چلا۔ خُرقہ کا جوان بیٹا جب جنگ کرتے کرتے زخمی ہو کر گرنے لگا تو کہنے لگا:

”مولاً! میرا آخری سلام!“

اور باپ سے کہا:

”بابا! خُرقہ میری لاش پر پہنچو۔“

نیاز بیگ کے شیعہ سنی بھائیو!

مجھے سوچ کر بتانا جب جوان بیٹا زخمی ہو کر گرنے لگے اور باپ کو آواز دے کہ میری لاش پر آؤ تو باپ پوری قوت سے بیٹے کی لاش پہ پہنچے گا یا نہیں؟ پہنچے گا نا! خُرقہ پوری قوت سے دوڑا اور بیٹے کی لاش پر پہنچا۔ مگر وہاں جا کر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں جب وہاں پر اپنے سے پہلے فاطمہؑ کے لالؑ کو دیکھا۔ خُرقے کے بیٹے کا سر حسینؑ کے زانو پر تھا

## فرمائیے گا میرے سامعین!

ہو سکتا ہے آج میں اس موضوع پر مکمل روشنی نہ ڈال سکوں، مگر مجالس تو ماشاء اللہ  
 آتی رہیں گی اور کبھی نہ کبھی اس کی تکمیل ہو ہی جائے گی..... البتہ سائنسدانوں نے پہلا ایٹو  
 (Issue) یہ پیدا کیا کہ ہر شے اپنے مرکز کی طرف کھینچتی ہے اور انسان عناصر اربعہ یعنی مٹی،  
 آگ اور ہوا کا مجموعہ ہے۔ یعنی انسان کے بدن میں ایک مخصوص تناسب سے مٹی، ہوا،  
 آگ اور پانی موجود ہیں..... آپ مٹی کا ڈالیں اور اسے اوپر پھینکیں تو وہ اتنی دیر اوپر رہے  
 جتنی اس میں آپ کی طاقت منتقل ہوئی۔ یعنی جتنی طاقت سے آپ نے اس کو اوپر پھینکا،  
 ان جب یہ طاقت ختم ہو جائے گی تو زمین کی طرف کھینچا چلا آئے گا، کیونکہ نیچے زمین ہے  
 اور زمین اپنے جزو کو کھینچ لیتی ہے جیسا کہ ہر مرکز اپنے جزو کے لئے کشش رکھتا ہے..... آپ  
 مٹی بال پانی میں ڈوبیں گے بھی تو نہیں ڈوبے گا اور صرف اتنی دیر ڈوبے گا جتنی دیر آپ  
 کے ہاتھ کا دباؤ اس پر رہے گا، جونہی آپ طاقت ہٹا دیں گے اوپر تیرنے لگے گا۔ ماجیس کی  
 مٹی جلا میں تو شعلہ اوپر کی طرف جاتا ہے نیچے نہیں آتا اس کا سبب کیا ہے؟ کہ اس کا مرکز  
 ہے کرہ نار جو کہ پر ہے لہذا وہ اپنے جزو کو اوپر کھینچتا ہے۔ اسی طرح جب بھی بارش ہو پانی اوپر  
 نہیں جاتا نیچے ہی آتا ہے کیونکہ پانی کا مرکز کرہ آب ہے اور وہ نیچے زیر زمین ہے۔ تو اب  
 سائنسدان یہ کہتے ہیں کہ سرکار جو اوپر معراج پر گئے ہیں تو وہ کیسے گئے ہیں؟ کشش ثقل نے  
 انہیں کیوں نہیں روکا؟ (پانی، مٹی، آگ) ہوا چاروں عناصر نہیں بلکہ مختلف عناصر کے مرکبات  
 ہیں۔ یہ نظریہ پرانے حکماء کا تھا جو ہمارے مذہبی طبقتوں میں جوں کا توں چلا آ رہا ہے (کرہ  
 آب کیونکر رکاوٹ نہیں بنا؟ ہوا کے مرکز نے انہیں کیوں نہیں روکا لیا؟ آگ کے مرکز نے  
 انہیں اپنے مرکز کے اوپر کیسے جانے دیا؟ سائنسدانوں کی ان باتوں سے یہ شبہ پیدا ہوا کہ  
 معراج ہوئی ہی نہیں..... اب مسلمانوں کے تمام فرقوں کے زوہدیک سائنس کا منکر تو مسلمان  
 ہو سکتا ہے معراج کا منکر مسلمان نہیں! کیونکہ معراج مسلمات میں سے ہے اور معراج نبی کا

## مجلس چہارم

بسم الله الرحمن الرحيم

قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فى القربى

خداوند پاک ملک اسلم صاحب کو وارث اور جانشین عطا فرمائے اور آپ تمام  
 حضرات کو اس عبادت میں زیادہ سے زیادہ شرکت کی توفیق عطا فرمائے۔ (صلوٰۃ)

عزیزان گرامی!

آج مختلف موضوعات اور مختلف عناوین پر بہت سی فرمائشیں ہیں، مگر سب سے  
 زیادہ تاکید اور اصرار اس پر ہے کہ ہمیں معراج کے بارے میں بھی کچھ بتائیں۔ موضوع  
 بہت طویل ہے اور وقت نہایت مختصر ہے۔ اس اہم موضوع کا اتنے مختصر وقت میں احاطہ کرنا  
 میرے اختیار میں نہیں، البتہ جو کچھ ممکن ہے پیش خدمت ہے:

در اصل اس مسئلے کو دو طرح کے افراد اور دو مختلف طبقوں نے زیر بحث لا کر ذہن  
 انسانی کو مشکوک کر دیا ہے اور سیدھے سادے عوام کو پریشان کرنے کی کوشش کی گئی ہے.....  
 ان دو طبقوں میں سے پہلا طبقہ ہے ان مولوی صاحبان کا کہ جنہوں نے پیغمبر اکرمؐ کو اپنے  
 جیسا سمجھا اور وہ سوچ میں پڑ گئے کہ ہم جیسا بھلا معراج کی بلندیوں پر کیسے جاسکتا ہے؟ اور  
 دوسرا طبقہ سائنسدانوں کا ہے کہ جنہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جس زمانے میں  
 راکٹ تھے نہ ہوائی جہاز، انسان کا جسم کشش ثقل سے بھلا باہر کیسے نکل سکتا ہے؟

اور ادھر مولوی صاحبان نے بھی واقعہ معراج کو ایک فرضی روایت کے ذریعے  
 کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ روایت کچھ یوں ہے کہ ہم سیدوں کی نانی اماں ارشاد فرماتی ہیں:  
 ماقط بجد رسول اللہ لیلۃ المعراج  
 ”میں نے معراج کی شب رسول اللہ کو اپنے بستر سے جدا نہیں  
 پایا۔۔۔!“

مولوی صاحبان اس روایت کو لے کر آگے چلے۔ میں کہتا ہوں مولوی صاحبان  
 اس کے ناخن لو! ہم حضرت ابوبکر صدیق کو صدیق اس لئے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے  
 معراج کی تصدیق ہی انہوں نے کی۔ چنانچہ ان کا فرمان ہے:  
 ”میں نے اپنی آنکھوں سے پیغمبر کو معراج پر جاتے ہوئے دیکھا۔۔۔۔۔“  
 میں مولوی صاحبان سے کہوں گا کہ خدا کے لئے باپ بیٹی میں تو اختلاف نہ کیجئے۔  
 یہ کہتی ہے کہ رسول معراج پر گئے ہی نہیں اور باپ کہتا ہے کہ میں نے رسول کو معراج پر  
 جاتے ہوئے خود دیکھا ہے۔ اب ایک صدیق ہیں اور ایک صدیقہ۔۔۔ میں سید ہونے کے  
 لئے مولویوں سے گزارش کروں گا کہ ہمارے نانا اور نانی میں اختلاف پیدا کرنے کا آپ کو  
 کتنا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

مولوی صاحبان!

ارے! آپ عقل سے ہاتھ کیوں دھو بیٹھے ہیں؟ ذرا کتب تاریخ کا تو مطالعہ کر لو تو  
 تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ پہلی روایت تو ہے ہی خلاف عقل۔۔۔ اس لئے کہ معراج ہوئی  
 ہے ہجرت سے چھ مہینے پہلے۔۔۔ شعب ابی طالب سے یا ام ہانی کے مکان سے! تاریخ  
 واقعی میں علامہ واقعی رقم طراز ہیں کہ معراج ہجرت سے ۶ مہینے پہلے ہوئی جبکہ ام  
 المؤمنین سے شادی کے سے مدینے ہجرت کے چھ ماہ بعد ہوئی۔ یعنی معراج کے میں ہوئی  
 اور شادی مدینے میں! تو پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ حضرت عائشہ ارشاد فرماتی ہیں:

مگر کسی فرقے کے نزدیک بھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اب میں ان سائنسدانوں سے بس یہی  
 کہتا ہوں کہ آپ کو کہیں اور سے جواب ملے یا نہ ملے، لیکن باب مدینہ العلم کے جو پروانے  
 ہیں یہ مطمئن کئے بغیر آپ کو جانے نہیں دیں گے۔ (نعرۂ حیدری!)  
 سائنس دانو!

یاد رکھئے کہ آگ پانی ہوا اور مٹی اسے اپنی طرف کھینچیں گے کہ جس کی خلقت  
 میں یہ شامل ہوں گے۔ لیکن وہ ہستی جو اس وقت پیدا ہوئی جب نہ آگ تھی نہ پانی نہ مٹی نہ  
 ہوا! اسے نہ پانی روک سکتا ہے نہ ہوا روک سکتی ہے نہ مٹی روک سکتی ہے اور سائنس کے اس  
 کلیے کا اطلاق کہ ہر جزو اپنے کل کی طرف کھینچتا ہے کا اطلاق معراج پر نہیں ہوتا۔ ارے! اس  
 کلیے کا اطلاق جہاں ہوتا ہے وہاں کیجئے۔ دیکھئے! دو چیزیں آپ اوپر باندھ دیں ایک غبارہ  
 باندھ دیں اور ایک مٹی کا ڈھیلا باندھ دیں دونوں کے دھاگے کو کاٹ دیں تو مٹی کا ڈھیلا نیچے  
 آئے گا اور غبارہ اوپر جائے گا۔ اس لئے کہ اس میں جو گیس بھری ہوئی ہے ہائیڈروجن اس کا  
 مرکز اوپر ہے وہ اسے اوپر کھینچ رہا ہے۔ کل اوپر ہے کل جزو کو کھینچ لیتا ہے کل اور جز کی بحث  
 کو معراج پر نہ لائیے بلکہ وہاں لے جائیے جہاں اس کا مرکز ہے۔ تمہارا اصول یہ ہے کہ کل  
 جزو کو کھینچ لیتا ہے اور اگر پیغمبر یہ کہے کہ  
 ”علیٰ کل ایمان ہے۔۔۔۔۔“ (نعرۂ حیدری!)

چنانچہ اب جس کے دل میں ذرا برابر ایمان بھی ہو گا تو علیٰ کا نام آتے ہی وہ جزو  
 اپنے کل سے آٹے گا اور زبان سے علیٰ علیٰ نکلتا شروع ہو جائے گا۔ (نعرۂ حیدری!)

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

تو پہلا مسئلہ یہ ہے کہ سائنسدانوں نے معراج کو متنازعہ بنایا ہے کہ اس طرح کی  
 طاقتوں نے حضور کو معراج پر جانے سے کیوں نہیں روکا؟



تھی۔ (توجہ ہے! میں کوشش کر رہا ہوں کہ علم کلام کے ان مسائل کو نہایت آسان زبان آپ تک پہنچاؤں.....) اب آپ کہیں گے کہ لامکان بنایا تو سن لیجئے! لامکان صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے باقی جو بھی ہے وہ صاحب مکان ہے.....!

بھئی!

کہاں رکھا اللہ نے اس نور کو..... جب نہ جنت بنی تھی نہ عرش بنا تھا.....! میرے چھٹے مولاً سے کسی نے پوچھا کہ  
”ما العرش  
مولاً! یہ عرش کیا ہے؟“

”سمجھنے سمجھانے کے لئے بلندیوں کی آخری حد کا نام عرش ہے۔“

وہو فی العلم الالہی

یہ اللہ کے علم میں ہے کہ عرش کیا ہے؟ بس سمجھنے کے لئے سب سے آخری بلندی کا نام عرش ہے۔ اس کے علاوہ عرش کو نہ کوئی سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی سمجھا سکتا ہے..... بس علم کی بات ہے۔

رے دوستو!

یہی تو وہ فلسفہ ہے جسے جناب فضہؓ نے کسی صحابی کے سامنے بیان فرمایا تھا تو وہ  
بیٹھا ہو گیا۔ صحابی نے کہا:  
”فضہؓ مبارک ہو!“  
فضہؓ نے کہا:

”میں نے شب معراج رسولؐ کو اپنے بستر سے جدا نہیں پایا۔“  
شادی سے پہلے بیوی کو بستر پر لے آتا آپ کی فقہ کا اصول ہوگا فقہ جعفریہ کا یہ  
اصول ہرگز نہیں۔ (نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت، نعرہ حیدری!)

سامعین گرامی!

جہاں تک سرکارِ دو عالم کی ذات کا تعلق ہے تو جیسا کہ میں نے کل بیان کیا تھا  
کہ مسلمات میں سے ہے:

اول ما خلق اللہ نوری

کہ سب سے پہلے حضورؐ کے ارشاد کے مطابق ”اللہ نے ان کا نور بنایا“ یعنی نورِ نبیؐ اس وقت  
بھی موجود تھا جب اس دنیا میں کسی شے کا وجود بھی نہ تھا۔ نہ زمین کا زمرِ دیں فرش تھا نہ  
آسمان کا نیلگوں شامیانہ اور نہ ستاروں سیاروں کی قدیلیں آویزاں ہوئی تھیں..... نہ لکھنے  
کے لئے قلم کا سر قلم ہوا تھا نہ لوح کی بساط بچھی تھی۔ ارے! کائنات کی کوئی شے بھی تخلیق نہ  
ہوئی تھی۔ ایک وہ بنانے والا تھا اور دوسرا نور محمدیؐ بننے والا تھا..... ایک لامکان بنا رہا تھا  
ایک لامکان بن رہا تھا..... ایک لازمان بنا رہا تھا ایک لازمان بن رہا تھا..... ایک بے مثال  
بنا رہا تھا ایک بے مثال بن رہا تھا۔ ایک نور تخلیق کیا گیا پھر اس نور کو ٹکڑوں میں تقسیم کرتا چلا  
گیا۔ ایک کے ۲ ٹکڑے ہوئے پھر ۲ کے ۵ ٹکڑے بنے پھر ۵ کے ۱۳ بنے.....!

توجہ ہے نا دوستو!

جب اللہ رب العزت نے اس ایک کو تخلیق کیا تو رکھا کہاں؟..... ذرا اس زاویے  
سے بھی معراج کا ذکر سنتے جائیے۔ تو اللہ نے اس نور کو کہاں رکھا؟ ارے بھائی! عرش پر رکھا  
یہی کہو گے نا! تو صاحب! جب عرش بنا ہی نہ تھا تو پھر عرش پر کیسے رکھا؟ اور اگر آپ کہیں کہ  
آسمان پر رکھا تو آسمان اس وقت کہاں بنا تھا؟ اگر آپ کہیں کہ جنت میں رکھا تو جنت تو بنی

”تو جب تمہاری شہزادی جنت کا دورہ کرنے گی، رعایا کی خبر گیری کے لئے تو پھر وہ کہاں ٹھہرے گی؟“

نے کہا:

”میری شہزادی وہاں رہے گی جہاں تخلیق جنت سے پہلے رہتی تھی۔“ (نعرۂ حیدری..... صلوٰۃ)

یزان محترم!

اب وہ کون سا مقام ہے، کوئی جگہ ہے جہاں یہ ہستیاں رہائش پذیر ہوں گی؟ اس کے آگے میں بھی نہیں بتا سکتا..... بس تمہید کے واسطے صرف اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ اللہ نے ان انوار مقدسہ کو خلق کرنے کے بعد اپنے علم کے مطابق رکھا اور پھر اسی مقام کا تعارف روانے کے لئے ایک دن اعلان کر کے اپنے پیغمبرؐ کو بلایا..... کہ آ میرے حبیب! میں نے خود لے جاتا ہوں۔

سبحان الذی اسری.....

مقدس ہے وہ ذات جو لے گیا، اپنے عبد کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف! اب مسجد حرام تو خانہ کعبہ ہے اور کہا گیا ہے کہ مسجد اقصیٰ وہ ہے جو یروشلم میں یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ لیکن آیہ مبارکہ کو آگے پڑھیں تو یہ بات قابل تسلیم نہیں، اللہ فرماتا ہے:

برکنا حولہ

”اس کا ماحول یعنی اس کا ارد گرد یا گرد و پیش بڑا مبارک ہے۔“

اب مسجد اقصیٰ جو یروشلم میں ہے، اس کے ارد گرد تو یہودی بندوقیں لئے کھڑے ہیں۔ تو معاف کرنا وہ ماحول مبارک کیسے؟

محترم سامعین!

مسجد کہتے ہیں سجدہ کرنے کی جگہ کو، اقصیٰ کہتے ہیں آخری حد کو، گرد و پیش کا ماحول مبارک کہتے ہیں اس کے ارد گرد یا گرد و پیش بڑا مبارک ہے۔

”کیسی مبارک؟“

کہا:

”مفت میں جنت لے لی۔“

فضہؓ نے کہا:

”کیسی جنت، کوئی جنت کہاں کی جنت؟؟؟“

صحابی نے کہا:

”وہ جنت کہ جس میں جیسے پھونٹے ہیں، نہریں بہتی ہیں، حوریں رہتی ہیں۔“

فضہؓ نے کہا:

”وہ جنت لے کر میں کیا کروں گی؟ وہ جنت تو میرے غلاموں اور کنیزوں کے لئے بنی ہے۔“

صحابی نے کہا:

”فضہؓ! وہ تمہاری جنت نہیں تو پھر تمہاری جنت کوئی ہے؟“

فضہؓ نے کہا:

”واہ! اتنی دیر صحبت رسولؐ میں رہے اور یہ بات تک سمجھ میں نہ آئی، اتنی بھی معرفت نصیب نہ ہوئی! بھئی! میری جنت تو دروازہ بتولؑ ہے، خانہ بنت رسولؐ ہے، جہاں میرے شہزادے اور شہزادیاں رہتی ہیں۔“

صحابی نے کہا:

”تو پھر تو اپنی شہزادی کے ساتھ رہے گی، جنت میں نہیں رہے گی۔“

فضہؓ نے کہا:

”ہاں!“

صحابی نے کہا:

گھر جوتے پہن کر جاتا ہے۔ تو اب تم سوچ کر انصاف سے بتاؤ کہ معراج کی شب رسول  
تین پہن کر اللہ کے گھر جا رہا تھا یا اپنے گھر.....! (نعرہ حیدری)

### مزید ان گرامی!

شیعہ اور سنی دونوں کے ہاں روایات میں ہے کہ سیدہ عالم کے بے شمار رشتے  
آئے، لیکن حضورؐ نے سب کے جواب میں ایک ہی جملہ فرمایا:

ما زوجتها ولكن الله زوجها على العرش  
”فاطمہ کی شادی میں نے نہیں کرنی، فاطمہ کی شادی اللہ نے عرش پر  
کر دی ہے۔!“

بھئی! اللہ نے کیسے پڑھ دیا نکاح جب کہ علیؑ تو یہاں نیچے زمین پر ہے؟ اب  
”گوڑ“ ”گوڑ“ کرو بھئی! میرے علاقے میں تو ”گوڑ“ ہی کہتے ہیں۔ شیعہ سنی دونوں کتابوں میں  
ہے کہ پیغمبرؐ کہہ رہا ہے کہ فاطمہؑ کا نکاح اللہ عرش پر پڑھ چکا ہے۔ بھئی! زمین پر کیوں نہیں  
پڑھا نکاح؟

اب یہ معہ بھی کھول دیتا ہوں۔ ارے بھئی! نکاح پڑھا جاتا ہے لڑکی کے ماں  
باپ کے گھر! سمجھ میں آ رہی ہے بات!..... بھئی! جہاں لڑکی کا گھر تھا، جہاں لڑکی کے ماں  
باپ رہتے تھے، بھئی! اللہ نے وہیں پڑھنا تھا نا لڑکی کا نکاح!..... (نعرہ حیدری)

لیکن پھر بھی اللہ نے پیغمبرؐ سے کہا کہ ایک نکاح تم زمین پر بھی پڑھ کر دکھاؤ جیسے  
عام خواتین کا نکاح پڑھا جاتا ہے..... تو پیغمبرؐ نے نیچے زمین پر مسجد مدینہ میں بیٹھ کر بھی نکاح  
پڑھ دیا۔

ووستو!

جس طرح تمام خواتین کا نکاح پڑھا جاتا ہے، جیسا کہ عام طریقے سے..... تو شیعہ

آخری حد جہاں سجدہ کرنے والوں نے اللہ رب العزت کو سجدہ کیا وہ ہے مسجد اقصیٰ.....!  
(نعرہ بکبیر، نعرہ رسالت، نعرہ حیدری)

بس اللہ نے اپنے محبوب سے کہا کہ ایک رات چپکے سے تو میرے پاس آ جا تا کہ  
تیرا تعارف ہو جائے اور لوگوں کو تخلیق کائنات سے قبل تیری رہائش گاہ کا پتہ چل سکے۔ بس  
اسی مکان تک آنے جانے کا نام ہے معراج، جہاں یہ انوار مقدسہ تخلیق عرش سے بھی پہلے مقیم  
رہے۔

(نعرہ بکبیر، نعرہ رسالت، نعرہ حیدری)

### توجہ ہے میرے صاحبان!

اب یہاں مولوی حضرات کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے گھر بلوایا تو اللہ کا کوئی گھر  
ہے؟ بولو بولو!! زمین پر اللہ کا گھر بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ ہے..... تو اب مجھے بتاؤ کہ اللہ کے  
گھر میں کوئی جوتوں سمیت جاتا ہے؟ میں چیلنج سے کہہ سکتا ہوں کہ کسی کتاب میں دکھا دو کہ  
رسولؐ کبھی اللہ کے گھر میں جوتیاں پہن کر گیا ہو۔

بھئی! میں جھگ کا رہنے والا ہوں، ہمارے علاقے میں کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے  
تو اس پر ”گوڑ“ کرتے ہیں..... ”گوڑ“ سمجھتے ہو؟ یہ نیاز بیگ بھی ایک بہت بڑا ”پنڈ“ ہے  
میں اسی لئے یہاں فلسفے اور منطق کی باتوں سے گریز کرتا ہوں کہ کہیں آپ یہ نہ کہیں:  
”کیسے مولوی بلایا ملک اسلم نے وان وٹیند اگیا۔“

توجہ چاہتا ہوں! میں کوشش کرتا ہوں کہ آسان الفاظ میں علمی بحثیں آپ کے گوش  
گزار کروں..... تو میں کہہ رہا تھا کہ مجھے یقین ہے کہ اللہ کا رسولؐ زمین پر اللہ کے گھر کبھی  
جوتیاں لے کر نہیں گیا.....!

اب بتاؤ کہ رسولؐ اپنے گھر یا اپنی بیٹی کے گھر کسی دن جوتیاں اتار رکھے گئے؟ نہیں  
ہرگز نہیں!! تو ثابت ہوا کہ رسولؐ اللہ کے گھر جوتیاں اتار کر جاتا ہے اور اپنے اور اپنی اولاد



بس صاحبان!

آج کا بیان میں یہیں سمیٹوں گا کہ اکیلا جبرائیل ہے اور صرف پیغمبر اکرم ہیں کوئی اور سننے والا نہیں۔ جبرائیل نے کہا آگے جاؤں گا تو جل جاؤں گا! یہی کہا تھا تا.....! تو پیغمبر نے پلٹ کر تسلی کیوں نہ دی کہ نہیں جلو گے میرے ساتھ ہو.....!

جبرائیل چپ کر کے وہیں بیٹھ گیا سرکارِ دو عالم آگے چلے گئے سرکار کے پاؤں میں جوتا بھی تھا غالباً جوتے نے پلٹ کر کہا ہوگا بھائی جبرائیل سلام.....! میں تو جا رہا ہوں تو کیوں نہیں جاسکتا؟

جبرائیل نے کہا یہ فلسفہ یہاں آ کر میری سمجھ میں آیا کہ جب رسول زمین سے یہاں تک آ رہے تھے تو میں ان کے شانہ بشانہ اڑ رہا تھا لیکن تو ان کے پاؤں میں تھا..... گویا جس نے ان کی برابری کی جسارت کی وہ نیچے رہ گیا اور جس نے پاؤں پکڑ لئے وہ اوپر چلا گیا۔ (نعرۂ رسالت، نعرۂ حیدری، نعرۂ صلوٰۃ)

میرے محترم سامعین!

اب آگے کہاں گئے؟ کس جگہ گئے؟ مجھے کچھ علم نہیں اپنے علماء سے پوچھئے..... اب لوگ پوچھتے ہیں کہ صاحبِ معراج کا واقعہ بیان کریں!..... بھئی! ہمیں کیا معلوم کہ معراج کیا ہے؟ معراج تو اس راز کا نام ہے جو اللہ اور اس کے صیب کے درمیان انجام پایا..... وہاں پر کوئی اور تو تھا نہیں اور اگر تھا تو وہ سرکار کا جوتا..... وہیں سے آواز رسولِ آلی کہ اگر کوئی اب بھی میری جسمانی معراج کا انکار کرے تو میرا جوتا اسے پیش کر دینا..... روحانی معراج کا کہنے والو! بھلا روحانی معراج جوتے پہننتی ہے؟ جوتی کا ساتھ جانا اس ار کی دلیل ہے کہ معراج جسمانی تھی۔

توجہ ہے یا نہیں!

اب سرکارِ دو عالم آگے بڑھے سب سے آخری مقام تھا عرش! پہلے عرش کی

سے دیکھا کہ ساتھی کدھر گیا ہے دیکھا تو ساتھی نیچے کھڑا نظر آیا۔ کہا: ”جبرائیل آؤ۔“

جبرائیل نے کہا:

”حضور جاؤ۔“ (نعرۂ رسالت، نعرۂ حیدری)

توجہ ہے کہ نہیں!

دنیا کہتی ہے کہ سدرۃ المنتہی پر رک گیا۔ ارے! اب بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ سدرۃ المنتہی کیا ہے؟ کیوں جبرائیل آگے نہیں بڑھا؟ ارے! سدرۃ المنتہی دروازہ ہے اس گھر کا جہاں اللہ رب العزت نے ان ہستیوں کو رکھا۔

جبرائیل نے کہا:

”حضور! بس میں آگے نہیں آ سکتا۔ اب آپ جائیں آگے آپ ہی کے جانے کی جگہ ہے آپ ہی کا گھر ہے.....“

کہا:

”کوئی بات نہیں تم بھی تو آؤ!.....“

کہا:

”حضور! جاؤ۔“

حضور نے کہا:

”تم آتے کیوں نہیں؟“

اب سب نے لکھا کہ جبرائیل نے کہا:

”حضور اب انگلی کی ایک پور جتنا بھی آگے بڑھوں گا تو جل جاؤں گا۔“

گا۔“



الحسن و الحسين كفلاي

”اور حسن اور حسين ميرے ہی دو کھڑے ہیں۔“

نصف الحسن و نصف الحسين

”اب اگر ان کھڑوں کو علیحدہ علیحدہ کر دو تو حسن اور حسين اور ملا دو تو

میں محمد!“

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

رحمت کے یہ دو کھڑے بالکل رحمت دو عالم کی طرح ہر کسی سے بے نیاز رہے۔  
بے نیازی کی انتہا یہ ہے کہ بڑے کھڑے نے عوام سے کوئی فرمائش (Demand) کی نہ  
چھوٹے کھڑے نے۔ اور اگر کوئی فرمائش کی بھی تو صرف اتنی کہ بڑے کھڑے نے کہا:

”میری میت میرے نانا کے پہلو میں دفن کرنے دینا۔“

صرف ایک فرمائش ہی تو کی تھی رحمت کے بڑے کھڑے نے۔!

نیاز بیگ والو!

ذرا ایمان سے بتاؤ کہ اگر کوئی شخص آپ کے نیاز بیگ میں آئے اور اس کا دم  
نکلنے والا ہو اور وہ آپ سے کہے کہ آپ کی بڑی بڑی جائیدادیں ہیں، پراپرٹیاں ہیں، میں  
آپ کے شہر میں آیا ہوں اور اتفاق سے آخری سانس لے رہا ہوں، میری آخری فرمائش یہ  
ہے کہ میری قبر فلاں درخت کے نیچے بنانا۔ تو آپ یہ سوچیں گے، بھئی! پردیسی ہے، پتہ نہیں  
کہاں سے آیا ہے، اس بیچارے کی آخری خواہش مان لینی چاہئے۔ یعنی یہ آپ کی ادنیٰ سی  
غیرت کا تقاضا ہے کہ اس کی قبر بننے دو اور ادھر فرمائش کرتا ہے کائنات کا شہزادہ جو کبھی دوش  
رسول پہ سوار ہوتا تھا تو کبھی آغوش رسول میں بیٹھتا تھا۔ اس کی یہ آخری فرمائش تھی، اس نے  
کہا کہ میری میر کو نانا کے پہلو میں دفنانا۔ چنانچہ جب اس نے آنکھیں بند کیں تو بھائیوں

رفت کا اندازہ کر لیں۔ اس کے اوپر تھے رسول کے جوتے! گویا کفش رسول بھی عرش سے  
بلند تھے۔ اس کے اوپر رسول کے قدم اب قدم کتنے بلند؟ قدموں سے بلند رسول کے گھٹنے  
گھٹنوں سے بلند رسول کی کمر، کمر سے بلند رسول کا سینہ، سینے سے بلند رسول کا دوش  
مبارک! گویا کائنات کی سب سے بڑی بلندی پر حضور اپنے دوش سے بھی زیادہ بلند ہے۔

اب میرے شیعہ سنی بھائیو! ذرا سوچ کر بتاؤ کہ جس کو دوش رسول پر معراج ملے  
اس کی معراج کتنی بلند ہوگی! (نعرہ حیدری)

توجہ ہے میرے سامعین!

اور یہ معراج یا باپ کو ملی کعبہ میں یا بیٹوں کو ملی عید کے دن! علی کے بیٹے معراج پا  
رہے ہیں دوش رسول پر اور علی کو معراج ملی کعبہ میں۔ حسین وہ دشمن ہوا ہے تھے کہ جو اللہ  
نے یہ کہہ کر دیئے تھے کہ یہ میری طرف سے تجھ پر ایمان لانے والوں کے لئے انعام ہیں۔  
آیہ قرآنی ہے:

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله و آمنوا بالرسول.....

”اے ایمان کے دعویدارو! اللہ سے ڈرو گے اور رسول پر ایمان لاؤ گے  
تو میں تمہیں اس کے بدلے انعام کے طور پر رحمت کے دو کھڑے دوں  
گا۔“

اور صحابہ کرام نے سوال پوچھا کہ

”کون سے دو کھڑے؟“

تو ارشاد ہوا:

اسمى رحمة فى القرآن

”قرآن میں میرا نام ہی تو رحمت ہے۔“

اور

میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں کہ جس کے جنازے میں تیر تھے اس کے تیر کس نے نکالے؟ یہی نا! کہ بھائیوں نے، بہنوں نے، بیٹوں نے اور بیٹیوں نے نکالے۔ اس کا جنازہ تیروں پر تھا، ایمان سے بتانا کیا اس کے تیر بھی کسی نے نکالے؟ آپ سوچیں گے کہ ہو سکتا ہے کسی کو نکالنے کا موقع ہی نہ ملا ہو، کوئی نکالنے والا نہ..... نہیں دوستو! میں کہتا ہوں اس کی بہنیں بھی تھیں، اس کا بیٹا بھی تھا، اس کی بیٹیاں بھی.....

آپ سوچیں گے کہ کسی نے مقل میں جانے ہی نہ دیا ہوگا۔ لیکن میرے عزیزو! لمحوں نے اس کے رشتہ داروں کو وہیں سے گزارا جہاں پر جسم اقدس تیروں پر معلق تھا، پھر یوں نہ نکالے عزیزوں نے تیر.....! عزیزو! تیر نکالے جاتے ہیں ہاتھوں سے، میرا رہواں امام ارشاد فرماتا ہے:

”میرا سلام ہو ان خدراۃ عصمت پر! کیسے نکالتیں وہ تیر کہ جن کے

ہاتھ گردنوں کے پیچھے بندھے ہوئے تھے.....“

اور بہن یہ کہہ کر چلی گئی:

”بھائی حسین! میں مجبور ہوں، میرے ہاتھ پس گردن بندھے ہیں اور

میں تیرے جسم اطہر سے تیر نہیں نکال سکتی۔“

☆●☆●☆

نے جنازہ تیار کیا اور بہنوں نے جنازے کو سجا دیا اور جنازہ سج کر گھر سے نکلا۔ مگر یہ تاریخ انسانیت کا پہلا جنازہ ہے جو دفن ہونے کے لئے جا کر گھر واپس آیا..... اب بہن نے بھائی سے صرف اتنا کہا:

”بھائی حسین! ایسے تو کسی نادار فقیر کا جنازہ بھی گھر واپس نہیں آتا“

جیسے میرے بھائی امیر کا جنازہ واپس آیا ہے۔“

تو سرکار امام حسینؑ نے فرمایا:

”بہن! باقی باتیں بعد میں کریں گے، آؤ پہلے دونوں بہن بھائی مل کر

وہ تیر تو نکال لیں جو جنازے میں دفن ہیں۔“

چنانچہ تیر نکالنے شروع کئے، بہنوں نے نکالے، بھائیوں نے نکالے۔ بس دوستو!

میں اپنا آج کا بیان یہیں پر ختم کروں گا کہ میرے شیعہ سنی بھائیو! آؤ! سب مل کر نبی رحمت کو پرستندویں کہ اے رسول! وہ جو تیری رحمت کے جو دو ٹکڑے تھے، ان کی تقدیر عجیب تھی، دونوں کی قسمت میں تیر تھے۔ بڑے کی قسمت میں بھی تیر، چھوٹے کی قسمت میں بھی تیر! بس فرق صرف اتنا ہے کہ چھوٹے کا جنازہ تیروں پر تھا اور بڑے کے جنازے میں تیر تھے۔

سامعین!

اگر میں کہوں تو میری زبان جل جائے یہ بارہویں مولاً کا فرمان ہے کہ ”سلام ہو اس جد مظلوم پر جو نہ زمین پر تھا اور نہ زمین پر، جس کا جسم اقدس تیروں میں معلق ہو گیا۔“

عزیزو!

آخری جملہ اور میرا سلام!

اور اللہ کی طرف سے اس کے علم اور اجازت سے دعوت دینے والا بنا کر بھیجا۔

و سرا جانا میرا

اور اے ہمارے حبیب! ہم نے تمہیں ایک روشن چراغ بنا کر بھیجا.....  
یہ بالکل سیدھا سادا سا ترجمہ ہے اس آیت مبارکہ کا! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ  
۲۵ دسمبر کی تاریخ ہے اور یہ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر کی ولادت کی تاریخ ہے۔  
اس آیت مبارکہ میں نے آپ کی خدمت میں یہ جملہ پیش کیا:

انا ارسلنک شاہدا

”اے ہمارے پیغمبر! ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا۔“

یاد رکھئے گا! جیسا دعویٰ ہوتا ہے ویسا ہی گواہ لایا جاتا ہے۔

عزیز مصر کے محل میں ایک نبی کی عصمت خطرے میں پڑ گئی تھی۔ ملکہ مصر نے  
دامن یوسف کو پکڑنا چاہا تھا، یوسف نے دامن کو چھڑایا۔ اس تعاقب کے دوران میں جب  
عزیز مصر سامنے آ گیا تو قرآن نے کہا کہ وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور اس نے ایک دم  
کہا:

”..... اے شاہ مصر! تیرا کیا خیال ہے اس شخص کے بارے میں.....“

من اراد باہلک سوء جو تمہاری اہلیہ کے ساتھ برائی کا ارادہ رکھتا  
ہو۔“

قبل اس کے کہ عزیز مصر کوئی حکم صادر کرتا اور جناب یوسف کے لئے کوئی سزا  
تجویز کرتا، قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق ”فشاهدا شاہدا“ تو گہوارے سے گواہ پکار  
اٹھا اور اس نے کہا کہ پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے گنہگار  
کون؟.... چاک دامانی کو دیکھ کر پاک دامانی کا پتہ کر۔ اگر دامانی یوسف آگے سے چاک ہے  
تو سمجھ لے کہ یہ گنہگار ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ تعاقب کر رہا تھا اور وہ اپنا دامن چھڑا

## مجلس پنجم

حضرات محترم!

خداوند عالم آپ کی اس جلیل القدر عبادت کو قبول فرمائے۔ جتنے شرکاء یا غیر شرکاء  
بیار ہیں، خداوند عالم انہیں شفاء کا ملہ عطا فرمائے۔ خصوصاً میری ایک بہن کی آنکھ کو تکلیف  
ہے، خداوند عالم اسے شفاء عاجلہ عطا فرما۔

میں صرف شریک عبادت ہونے کے لئے آپ حضرات کی واجب الاحترام  
خدمت میں تلاوت کی گئی اس آیت مبارکہ کا ترجمہ عرض کر دوں جس میں ارشاد الہی ہو رہا ہے:

”یا ایہا النبی

اے نبی! اے پیغمبر!

انا ارسلنک شاہدا

ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا

و مبشرا

اور جنت کی بشارت دینے والا بنا کر بھیجا

و نذیرا

اور عذاب جہنم سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا

وداعیا الی اللہ باذنہ

گود کا وہ بچہ جو انگوٹھا چوس رہا ہے وہ بھلا ہم سے کیسے باتیں کرے؟“  
کہنا تھا کہ بچہ گواہ صفائی بن کر بول اٹھا..... آواز آئی:

انی عبد اللہ انتی الکتاب و جعلنی نبیا

”اے میری ماں کے دامن کو داغدار کرنے والو سنو! میں اللہ کا بندہ

ہوں کتاب لے کر آیا ہوں اس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔“

معصوم کا یہ کہنا تھا کہ سب چپ ہو گئے زبانیں گنگ ہو گئیں اور سبھی خاموشی سے

پلٹ گئے۔

آئیے! میں بیان کا رخ موڑتے ہوئے آپ سب کی طرف سے یہ کہوں کہ اے  
ک ترین قوم کے چالاک ترین افراد! اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم تو بڑے چالاک بننے  
بڑے تیز طرار بننے تھے مگر ایک بچے کے سامنے منجھوٹا لٹو اس ہو کر رہ گئے..... تم نے اس  
دامن کے دامن کو داغدار کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس بچے نے محض اپنا تعارف کروایا اور  
اپنی ماں کی صفائی بھی پیش نہیں کی اور تم خاموش ہو گئے۔

جب چاہتا ہوں آپ سب سے!

اس گواہ کو کہنا چاہئے تھا کہ میری ماں تو پاک دامن ہے میری ماں کے دامن پر کوئی  
داغ نہیں ہے..... لیکن اس نے ماں کے لئے ابھی کچھ کہا ہی نہیں۔ فی الحال تو اس نے اپنی  
تحریف کی ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں کتاب لایا ہوں نبی بن کر آیا ہوں تو تم چپ ہو  
گئے۔ کیا ہو گیا تم کو.....؟ پاگل بنا دیا ایک معصوم بچے نے تمہیں!

جواب ملا نسیم عباس! ہم تمہاری نگاہوں میں کافر اور یہودی ہی سمجھے مگر آسمانی  
کتابیں ہم نے بھی پڑھ رکھی ہیں۔ ہمیں کافر ہو کر بھی اتنا یقین ہے کہ یہ بچہ کہتا ہے کہ میں  
نبی بن کر آیا ہوں اور اتنا ہم بھی جانتے ہیں کہ جو بچہ نبی بن کر آئے ہوں ان کے ماں  
باپ گنہگار نہیں ہوتے۔ (نعرہ حیدری)

رہی تھی۔ اس نے ہاتھ مارا تو دامن آگے سے چاک ہو گیا اور اگر دامن یوسف پیچھے سے  
چاک ہے تو پھر یوسف معصوم ہے یہ تعاقب کر رہی تھی۔ اس گواہی سے دونوں کی زبانوں پر  
مہر لگ گئی زلیخا میں کچھ بولنے کی طاقت رہی اور نہ عزیز مصر کچھ کہہ سکا۔

آگے چل کر جناب یوسف کو اپنی جانشینی کی فکر محسوس ہوئی کہ میرے بعد میرا  
جانشین کون ہوگا؟ تو اللہ نے آواز دے کر کہا:

”یوسف! گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے وہ جس نے بچپن میں تیری

گواہی دی تھی وہ تیرا جانشین ہوگا۔“ (نعرہ حیدری)

ایک وہ گواہ دیکھا تھا ہم نے۔ اور ایک اور گواہ ہم نے دیکھا دسمبر کی ۲۵ تاریخ  
کو.....!

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

آج کی تاریخ تھی اور مقام ناصرہ کی رخ بستہ جگہ پر ایک معصومہ ایک معصوم کو  
ہاتھوں میں لئے کھڑی تھی۔ دنیا کی بدترین قوم کے بدترین افراد اس بٹول بی بی کو گھیرے  
ہوئے تھے اور قرآن مجید نے کہا کہ اس خاموش معصومہ پر طعنہ زنی کرتے ہوئے بار بار یہی  
کہہ رہے تھے:

ماکان ابوک امرأ سوء و ما کانت امک بغیا

”مریم یہ بچہ تو کہاں سے لے آئی؟ تیری ماں ایسی تھی نہ تیرا

باپ.....“

مریم خود تو خاموش رہی فاشا رت الیہ لیکن بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

”اس سے پوچھ لو۔“

انہوں نے کہا:

”تم اب بھی باز نہیں آئی، کیف نکلیم من کان فی المہد جیسا کہ

سماجت کر کے نیچے لے آئیں اسے۔

توجہ ہے دوستو! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اپنے استاد مرحوم کا ایک مکالمہ سن چاہوں! اللہ انہیں کر دے جنت نصیب کرے۔ میں بھائی صاحب پر انہی میں سے تھا بائبل۔ تو وہاں ایک پادری آیا فادر ولیم امریکہ سے آیا تھا۔ مجھے کہنے لگا: ”آپ مجھن ہیں۔“

اس نے کہا:

”ہاں!“

تو وہ جو ہمارا فادر الہی بخش تھا پاکستانی، وہ ہمیں انجیل کی تفسیر پڑھایا کرتا تھا۔

اس نے کہا:

”جی! یہ جو بچہ ہے نا! یہ غور و فکر بہت کرتا ہے اور عین ممکن ہے کہ یہ

ادھر آ جائے۔“

تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ فادر ولیم نے اس سے کہا: (کہا تو انگلش میں تھا مگر سوڑی بہت میں بھی سمجھ گیا)۔ اس نے کہا:

”اگر یہ علی الاعلان بھی کر سچیں ہو جائے تو پھر بھی اس سے بچنے کی

ضرورت ہے۔“

اس نے کہا:

”کیوں؟.....“

اس نے کہا:

”اس لئے کہ پیدا ہوا ہے مسلمان کے گھر بعد میں اگر ادھر آ بھی گیا تو

یہ اتوں اتوں ہوگا، وچوں دی رہے گا۔ کیونکہ پیدا ہوا ہے اس گھر میں

پھر آیا ہے اس گھر میں تو یہ ”اتوں اتوں“ ہوگا، وچوں دی رہے گا۔“

وہیں سے یہ بات میرے دماغ میں بیٹھ گئی کہ وہ جو جس گھر میں پیدا ہو جائے

محترم سامعین!

خدا جانے یہ جواب اللہ کو کتنا پسند آیا، کتنا پسند آیا کہ سب انبیاء آئے اور آ کر چلے گئے..... مگر یہ آج تک محفوظ ہے۔ دیکھئے دوستو! جتنے نبی آئے دیکھئے! وہ سب کے سب معصوم تھے ہمارا یہی عقیدہ ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ نبی کا بیٹا بھی معصوم ہو البتہ نبی کا بیٹا معصوم زادہ تو ہے اور بعض انبیاء کے بیٹے بھی معصوم ہیں۔ ابراہیمؑ سے ان کے بیٹے اسماعیلؑ معصوم ہیں یا نہیں..... اسحاقؑ معصوم ہیں کہ نہیں..... لیکن جس بھی نبی کے بیٹے کو عصمت ملی ہے وہ صرف باپ کی طرف سے ملی ہے، ماں معصومہ نہیں ہے۔

توجہ ہے دوستو!

بھئی! نبی کا بیٹا معصوم زادہ تو ہو سکتا ہے نا! مگر عصمت ملتی ہے باپ کی طرف سے..... پوری کائنات میں صرف عیسیٰؑ کی ذات وہ ہے کہ جسے عصمت ملی ہے ماں کی طرف سے! اب فرق کیا ہے؟ جنہیں باپ کی طرف سے عصمت ملی آئے وقت گزارا اور چلے گئے۔ (گویا ماں کی طرف سے جسے عصمت مل جائے موت اس کی طرف آتی نہیں) اب جسے ماں کی طرف سے عصمت ملی وہ آج تک زندہ بھی ہے، موجود بھی ہے..... تو ایسے شہزادے ہوں جن کی ماں بھی معصومہ ہو، بابا بھی معصوم ہو، اولاد بھی معصوم ہو اور نانا بھی معصوم ہو تو موت کی کیا مجال ہے کہ ان کے قریب بھی آ جائے۔ (نعرۂ حیدری)

عزیزان محترم!

بھئی! آپ کو کیا پرواہ؟ جن کا پیدا ہو کر چوتھے آسمان پہ چلا گیا، ان پاروں کو تو آرام ملا نہیں آج تک..... ارب ہا نہیں، کھرب ہا ڈالر خرچ کئے تاکہ اوپر جا کر نیچے لے آئیں اسے..... یہ خلائی سفیر کیا ہے؟ یہ سب کچھ صرف اسی لئے تو ہے نا! کہ اوپر جائیں اور



”نہیں جی! ہمیں دو ایک سوالوں کے جواب دے دیں اور پھر ہم چلیں۔“

نے کہا:

”میں اس قابل تو نہیں ہوں..... میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے البتہ پھر بھی آپ بتائیں سوال!“

وں نے کہا:

”جناب پہلی چیز تو یہ ہے کہ ایک آپ کا پیشوا غائب ہے اور ایک ہمارا غائب ہے۔“

بلکہ کہنے لگے:

”ہاں! تو میں کیا کروں؟“

ہوں نے کہا:

”ہمارا جو غائب ہے وہ آسمانوں پر ہے اور آپ کا زمینوں پر غائب ہے۔“

قلب نے کہا:

”ہاں بالکل ٹھیک ہے پھر۔“

تو یہ بولے:

”بلند تو ہمارے والا ہوا کیونکہ وہ اوپر ہے اور آپ کا نیچے ہے۔“

مجھے اچھی طرح یاد ہے قبلہ بڑی معنی خیز اور معصوم مسکراہٹ کے ساتھ فرمانے لگے:

”فادر صاحب! اصل میں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ایک طرف تھا

تمہارا عیسیٰ اور دوسری طرف تھا میرا بارہواں..... اللہ نے دونوں کو

ان کی فضیلت کا فیصلہ کرنے کے لئے عدل کے ترازو کے دو پلڑوں

میں بٹھا دیا..... اب عدل کے اس ترازو میں تمہارے والے کا پلہ

لاکھ انکار کرے کہ میں وہ نہیں ہوں مگر لوگوں کو شک رہتا ہے کہ ہونہ ہو ”وچوں دی ہے۔“ (نعرہ حیدری)

اب سوچئے کہ اگر کوئی بچہ اللہ کے گھر میں پیدا ہو جائے تو وہ لاکھ انکار کرے میں وہ نہیں ہوں مگر آج تک نصیری کو شک ہے یا نہیں..... ہونہ ہو ”وچوں“ وہی ہے..... پھر فادر ولیم مجھ سے کہنے لگا:

”آپ کا کوئی پیر پادری ہے یا نہیں۔“

میں نے کہا:

”ہاں ہے۔“

تو کہنے لگا:

”مجھے ذرا اس سے ملا سکتے ہو۔“

میں نے کہا:

”ملا دیتا ہوں۔“

میں آیا قبلہ کے پاس..... ان دنوں احاطہ نواب صاحب میں رہائش تھی قبلہ کی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی ان کے کان میں درد تھا اور وہ بڑے غصے میں تھے..... البتہ میں نے ہاتھ ملایا اور عرض کیا:

”جناب! یہ فادر ولیم اور فادر الہی بخش ہیں۔ یہ آپ سے ملنے کے لئے آئے ہیں۔“

انہوں نے کہا:

”بیٹا! بڑی خوشی ہوئی۔“

بیٹا:

”انہیں چائے دے پلاؤ!“

ولیم اور الہی بخش کہنے لگے:

نے کہا:

”وہ کیوں؟“

”اس لئے کہ یہ جو سر ہانے بیٹھا جاگ رہا ہے یہ تو بپارہ خود اس انتظار میں ہے کہ یہ جاگے تو میں اس سے راستہ پوچھوں.....“  
(ناراض تو نہیں بیٹھے آپ!..... نعرہ صلوٰۃ)

مزین محترم!

بس یاد رکھئے! عیسیٰ بتول کا بیٹا ہے اور کائنات میں صرف دو بتولیں گزری ہیں! صرف دو..... بتول کسے کہتے ہیں.....؟ وہ خاتون جس سے زندگی کے ایک لمحے بھی عبادت خدا فراموش نہ ہو سکے یعنی ایک لمحہ کے لئے بھی مصلے سے محروم نہ ہو اسے کہتے ہیں بتول.....!

ایک جناب مریم بتول اور دوسری ہے ہماری شہزادی!..... دو ہی بتولیں گزری ہیں..... اور دونوں معصومہ ہیں! مریم بھی معصومہ اور شہزادی کوئین بھی معصومہ.....!!  
مگر یاد رکھئے گا! عصمت کہلاتی ہے کلی مشکل..... منطق میں عصمت کو مشکل کہتے ہیں..... کلی مشکل اسے کہتے ہیں کہ جس کے افراد میں فرق ہو۔ مثلاً یہ کاغذ ہے اس کا رنگ سفید ہے اور اس کاغذ کا رنگ بھی سفید ہے یہ بھی سفید اور وہ بھی سفید..... اور یہ جو راڈ ہے اس کا رنگ کیا ہے؟ اور یہ جو تار ہے اس کا رنگ کیا ہے؟ سفید ہی ہے نا! اور اس تار میں جو سفید تار ہے اس کا رنگ کیا ہے؟ ہے نا! وہ بھی سفید..... ٹھیک ہے نا!

کاغذ کا رنگ بھی سفید تار کا رنگ بھی سفید! دو اور یہ کارڈ تین اور یہ راڈ سفید..... اب ان چاروں سفیدیوں کو دیکھ کر آپ مجھے ایمان سے بتائیں کہ کیا کچھ فرق نہیں ان چاروں میں؟ رنگ کا فرق نہیں ہے؟ چاروں کے رنگ ایک جیسے ہیں.....؟ نہیں نا! سفید یہ

آسمان سے جا لگا تو میں کیا کروں؟..... (نعرہ حیدری..... صلوٰۃ)

سامعین!

توجہ چاہتا ہوں۔ یہ ہمارے فرائض میں شامل ہے کہ ہم اپنے اسلاف کو ان کے کلام سے زندہ رکھیں۔

بزرگان محترم!

دوسرا انتہائی اہم سوال جو پادری نے پوچھا وہ یہ تھا:

”قبلہ! ایک شخص سویا ہوا ہے اور دوسرا شخص اس کے سر ہانے بیٹھا جاگ رہا ہے۔ بھٹکا ہوا مسافر راستہ کس سے پوچھے گا؟ جاگنے والے سے یا سونے والے سے؟ یہی نا! جاگنے والے سے.....!“

مگر قبلہ نے فرمایا:

”سونے والے سے۔“

انہوں نے کہا:

”شاید آپ ہماری بات کو سمجھ نہیں۔“

قبلہ کہنے لگے:

”میں سمجھ گیا تم کہنا یہ چاہتے ہو کہ ہمارے پیغمبر بقول مولویوں کے چلے گئے گویا انتقال کر گئے دوسرے لفظوں میں سو گئے اور عیسیٰ جاگ رہے ہیں۔ تو یہ بھٹکی ہوئی دنیا کس سے راستہ پوچھے گی؟ جاگنے والے سے یا سونے والے سے؟ سب کہیں گے جاگنے والے سے.....!“

قبلہ نے کہا:

”سونے والے سے۔“

بات سے منوانا چاہتا ہے یہ مدتوں تک لات کی عبادت کرتے رہے ہیں۔ یہ لات کے عادی بھلا بات کو کیسے مانیں گے۔۔۔۔۔؟“  
 ”یا اللہ! پھر میں کیا کر دوں؟“

نے کہا:

”اگر میں نے تیرے ہاتھ میں ڈنڈا پکڑا دیا تو پھر لقب رحمت میں فرق آئے گا۔“  
 ”تو پھر یا اللہ! میں کیسے منواؤں ان سے۔۔۔۔۔ یہ جاہل تو ہیں نہیں۔۔۔۔۔ یہ تو ابو جہل ہیں نا مراد!“

نے کہا:

”تو فکر نہ کر ڈنڈے والا اپنے گھر سے بھیج دوں گا۔ تم بات سناتے جانا وہ بات منوانا جائے گا۔“

دوستان محترم!

جیسے ہی انہوں نے کہا کہ آپ رسول نہیں ہیں۔ پیغمبر نے کہا:

قولوا لا اله الا الله

”دیکھو! بندے کے ”پتر“ بنو مان لو کہ اللہ ایک ہے۔“

انہوں نے کہا:

”اللہ کو تو مانتے ہیں البتہ ایک کو نہیں مانیں گے!۔۔۔۔۔“

جاہل ہوتے تو مان لیتے یہ ابو جہل تھے نا مراد!۔۔۔۔۔!

جاہل اور ابو جہل میں فرق ہے؟

جاہل اسے کہتے ہیں جو نہ جانتا ہو۔۔۔۔۔ دیے نہ جاننا کوئی عیب کی بات نہیں!۔۔۔۔۔!

بہت سی باتیں ایسی ہیں جو آپ نہیں جانتے اور کئی باتیں ایسی ہیں جو آپ جانتے ہیں میں

بھی ہے یہ بھی ہے سفید یہ بھی ہے یہ بھی ہے۔۔۔۔۔ مگر اس کی سفیدی اور ہے اس کی اور ہے اس کا رنگ اور اس کا رنگ اور۔۔۔۔۔ اسے کہتے ہیں کلی مشکک۔۔۔۔۔ آدم معصوم خاتم معصوم مریم معصومہ میری شہزادی معصومہ۔۔۔۔۔ مگر چاروں کی معصومیت میں فرق ہے۔ ہر ایک کی عصمت جدا جدا ہے مریم کی عصمت اور ہے اور شہزادی فاطمہ زہرا کی عصمت اور ہے۔ مریم کے پاس صرف اتنا ذخیرہ تھا کہ صرف ایک نسل چل کر خاموش ہو گیا یعنی صرف عیسیٰ تک ہی عصمت چل سکی اور ختم ہو گئی اور میری شہزادی فاطمہ عصمت کا وہ سمندر تھیں کہ جس کی عصمت بارہ پشتوں میں آج تک بھی قائم و دائم ہے۔ (نعرہ حیدری۔۔۔۔۔ دم دم علی علی ہر دم علی علی)

سامعین محترم!

(کیا خیال ہے دو چار منٹ اور لے لوں!)

یہ درمیان میں ایک جملہ معترضہ آ گیا جو بات کا رخ بدلتا گیا۔۔۔۔۔ بات یہاں سے چلی تھی کہ

”اے پیغمبر! ہم نے تجھے شاہد بنا کر بھیجا۔“

تو یوسف کا بھی گواہ مریم کا بھی ایک گواہ اور اب جب پیغمبر آخر الزمان کی گواہی کی باری آئی اور پیغمبر نے ارشاد فرمایا:

”لوگو! میں اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔۔۔۔۔“

اور جواب میں کافروں نے کہا:

”آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں ہم آپ کو رسول نہیں مانتے۔“

اللہ نے کہا:

”میرے حبیب! یہ نہیں مانتے تو جائیں جہنم میں ان سے جھگڑنے کی

ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔ میں نے تجھ کو ان پر ڈکٹیٹر بنا کر تو بھیجا نہیں۔ تو

سکتا۔

جئے گئے۔

”یا اللہ! تیرا گھر آسمانوں میں ہے نہ زمین پر ہے تو کیا تو ساری زندگی بے مکان ہی رہے گا؟“

نے کہا:

”نہیں! انہیں کہہ دے کہ میرا ایک گھر ہے۔“  
”کونسا؟“

رمایا:

يشعونی قلب عبدک المومن

”میرا مکان بنتا ہے مومن بندے کے دل میں!“

(نعرۂ حیدری..... یا علی، یا علی، یا علی مدد)

اب مومن بندے کا دل کیا ہے؟ اللہ کا گھر!

توجہ ہے نا، محترم سامعین!

مومن بندے کا دل اللہ کا گھر ہے اور مومن کا گھر کہاں ہے؟ ٹھوکر نیاز بیگ میں لاہور میں؟؟ یہ تو برائے نام گھر ہیں مومن کا گھر ہے جنت!..... اللہ کا گھر ہے مومن کا دل اور مومن کا گھر ہے جنت!..... اس طرح اللہ نے بہت خوبصورت تقسیم کر دی ہے کہ اپنا گھر دے دیا مومن کے قبضے میں اور مومن کا گھر رکھا اپنے قبضے میں اور کہا:

”دیکھو مومنو! اگر تم میرے گھر میں مجھے رکھو گے تو تمہارے گھر میں

تمہیں رکھوں گا اور اگر میرے گھر میں کسی غیر کو لے آؤ گے تو میں

تمہارے گھر میں کسی اور کو بسا دوں گا۔“

نہ لڑائی ہے نہ جھگڑا ہے نہ فساد ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو جنت میں بڑا

نہیں جانتا..... آپ تجارت کرنا جانتے ہیں، مل چلانا جانتے ہیں، زراعت جانتے ہیں..... میں نہیں جانتا! اور جو چیز میں جانتا ہوں یعنی اچھے اچھے لفظ وہ آپ نہیں جانتے.....! تو نہ جانتا کوئی عیب نہیں ہے عیب کی بات تو یہ ہے کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی نہ ماننا!

وہ جانتے تھے مانتے نہیں تھے..... اور جو جانتے ہوئے بھی نہ مانے اسے کہتے ہیں ابو جہل!.....

جانتے تھے کہ اللہ ہے جانتے تھے کہ مالک ہے جانتے تھے کہ خالق ہے۔ لیکن مانتے نہیں تھے..... اب ہم نے کہا:

”ہم تم سے کہاں باتیں کریں؟ ہمارا دل بہت چاہتا ہے!“

تو کہا:

”میرے حبیب سے پوچھو مجھ سے کیوں پوچھتے ہو؟ وہ تمہیں بتائے گا کہ میرا گھر کہاں ہے؟“

اب جب ہم اس کے حبیب کی خدمت میں گئے تو ہم نے دیکھا کہ اس کا حبیب آب وحی کی دھلی ہوئی زبان میں خطبہ دے رہا تھا، صحابہ کرام ستاروں کی مانند ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے اور اللہ کا حبیب اپنے علم لدنی کے مطابق ہمارا مانی الضمیر سمجھ گیا اور اللہ سے کہا:

”یا اللہ! یہ مجھ سے یہ پوچھنے آئے ہیں کہ تو رہتا کہاں ہے؟ تیرا گھر کہاں ہے؟“

اللہ نے کہا:

”میرے حبیب! ان کو سمجھا دو لا یسعی ارضی میرا گھر زمین میں نہیں بنتا۔ اس لئے کہ میں زمین میں سا ہی نہیں سکتا ولا مسمائی نہ میرا گھر آسمانوں میں بنتا ہے اس لئے کہ میں آسمانوں میں بھی نہیں سا

اور جسے میں نے گھر میں بلایا تھا وہ در سے نہیں آیا تھا، کھڑکی سے نہیں آیا تھا، اس کے لئے مجھے دیوار کو شکستہ کرنا پڑا تھا۔ جب تک اس گھر میں شکستگی نہیں آئے گی، وہاں آنے والا یہاں بھی نہیں آئے گا۔“

اب دنیا ہم سے پوچھتی ہے تم پاگل کیوں ہو گئے ہو چھاتی پینٹے ہو ماتم کرتے ہو یہ ہاتھ مارتے ہو۔ انہیں یہ فلسفہ کون سمجھائے کہ ہم پاگل نہیں ہیں، ہم تو یہاں ہاتھ مار اس گھر کی دیواروں کو شکستہ کرتے ہیں تاکہ وہاں آنے والا یہاں بھی آ جائے۔  
(نعرۂ حیدری)

جہ ہے میرے محترم سامعین!

اچھا بھی گھر بھی جگ گیا۔ اب انہوں نے کہا:  
”اللہ ہم سے باتیں کرے۔“

نے کہا:

”دیکھو! بڑے سے بات کرنے کا طریقہ ہوتا ہے کوئی اصول ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ آنکھیں ملتے ہوئے آگئے..... نہ..... میں سب سے بڑا ہوں مجھ سے اگر بات کرنی ہے تو ہاتھ منہ دھو کر آؤ، بن سنور کر آؤ۔ یہ کس نے تمہیں کہا کہ میلے کپڑے پہنے رکھو جسم پر میل جمائے پھر..... نہ.....

النظافة نصف الايمان

ایمان کا لازمی حصہ ہے پاک صاف رہنا۔“

اور دیکھو جب ہم وضو کے ذریعے پاک صاف ہو کر آگئے۔ تو اب ہم نے کہا:

”یا اللہ! ہم سے بات کر لے۔“

اللہ نے کہا:

وسیع گھر ملے تو اللہ نے کہا:

”پیار اور محبت سے میرے گھر کو وسیع رکھو گے تو میں وسیع کر دوں گا اور اگر حسد سے آپس میں لڑ بھگڑ کر اسے تنگ کر دو گے تو میں بھی تمہیں تنگ مکان میں پھینک دوں گا۔“

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو بڑا روشن اور منور گھر ملے تو بحکم خدا:  
”تم اپنے ایمان کو روشن رکھو گے تو میں تمہیں روشن گھر دے دوں گا اور اگر گناہوں کی تاریکیوں سے اسے تاریک کر دو گے تو میں تمہیں تاریک کوٹھڑی میں پھینک دوں گا۔“

اب اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو جنت میں سجا سجا یا گھر ملے تو پھر اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے:

”تم میرے گھر کو سجاؤ گے تو میں تمہیں سجا سجا یا گھر دے دوں گا اور اگر میرے گھر کو اجاڑو گے تو میں بھی تمہیں اجڑا ہوا گھر دوں گا۔“  
”یا اللہ! تیرے گھر کو کیسے سجائیں؟ کہاں میز کرسیاں لگائیں؟ کہاں قالین بچھائیں؟ کہاں صوفے سیٹ (Set) کریں؟“

اللہ نے کہا:

”فکر نہ کرو! سجانے کا طریقہ بھی میں بتائے دیتا ہوں۔“

اور طریقہ کیا بتایا کہ بطور نمونہ میں ایک گھر بناتا ہوں اب جیسے میں اسے سجاؤں ویسے ہی تم سجانا اور بت اس گھر میں بندوں کے بنائے ہوئے تھے وہ سب کے سب نکال دیئے اور کہا کہ

”بالکل اسی طرح تم بھی میرے گھر (یعنی اپنے دل) میں بنائے

ہوئے سارے بت توڑ دو۔۔۔ (یہ ہے سجانے کا طریقہ!)

اور جسے میں نے گھر میں بلایا تھا، تم بھی اسے بلا لو۔ (نعرۂ حیدری)



”الرحمن الرحيم.....“

یا اللہ مجھے تو دنیا نے ڈرا ڈرا کے ہی مار دیا تھا۔ یہ تو یہاں آ کر پتہ چلا ہے کہ تو بڑا رحمان ہے بڑا رحیم ہے تو بڑا کریم ہے بڑا پالنہار ہے۔“

اللہ نے کہا:

”بالکل ٹھیک ہے۔ اس سے آگے!“

کہا:

”ملک یوم الدین.....“

اے اللہ تو مالک ہے دین کے دن کا.....“

کیا قیامت کے دن کا! مجھے کسی لغت میں دکھا دیں کہ دین کے معنی قیامت کے ہوتے ہیں..... ارے میں نے ہر مسلک کے عالم دین سے پوچھا کہ دین کے کیا معنی ہوتے ہیں کسی نے کہا دین کے معنی بدلہ کسی نے کہا دین کے معنی جزا کسی نے کہا دین کے معنی قیامت! جب مولویوں کے بہت سے معنی اکٹھے ہو گئے تو میں چکرانے لگ گیا کہ کون سے معنی لوں۔ پھر میں عاشقوں کی بارگاہ میں پہنچ گیا اور میں نے اللہ کے عاشقوں سے پوچھا کہ دین کے کیا معنی ہیں؟ تو اجیر سے ایک عاشق الہی نے آواز دی کہ دین ہست حسین کہ دین حسین ہے۔ (نعرۂ حیدری)

حسین دین ہے اور اللہ ملک یوم الدین ہے۔ اب میرے شیعہ سنی بھائیو! خولجہ اجیری کے فرمان کے مطابق دین ہست حسین اور اللہ مالک یوم الدین ہے تو سیدھا سادا ترجمہ ہے مالک یوم الدین یعنی مالک یوم الحسین۔ گویا جس دن اللہ کی نگرانی میں ساری کائنات یوم الحسین منائے گی اسے کہتے ہیں قیامت! قیامت کا مطلب سمجھ میں آیا۔

اللہ نے کہا:

”بالکل ٹھیک ہے۔ اس سے آگے!“

کہا:

”دیکھو! بڑے کے سامنے کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھنا بہت بڑی

گستاخی ہے بالکل ”Attention“ ہو کر کھڑے ہو جاؤ۔“

اب ہم اٹینشن (Attention) ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اب ہم نے کہا:

”یا اللہ! ہم سے بات کر۔“

اللہ نے کہا:

”بسم اللہ تم جو آئے ہو تمہیں میری معرفت اچھی طرح یاد ہے۔ تم سمجھ

گئے ہو کہ میں کون ہوں.....“

میں نے دونوں ہاتھ یہاں تک اٹھائے اور میری زبان سے نکلا اللہ اکبر۔ یہ میں

نے ہاتھ کیوں اٹھائے۔ میں نے کہا:

”یا اللہ! تیرے سامنے کھڑا ہوں معرفت سے کہہ رہا ہوں کہ تو اکبر ہے

تجھ سے بڑا کوئی نہیں۔ اب میں نے دنیا کی ہر چیز سے ہاتھ اٹھالیا

ہے..... اب نہ مجھے گھر یاد ہے نہ باہر یاد ہے نہ مکان یاد ہے کچھ یاد

نہیں ہے۔“

اللہ نے کہا:

”ماشاء اللہ! اور بتاؤ مجھے کیا جانتے ہو؟“

اب میں نے کہا:

”الحمد لله رب العالمین.....“

میں اس اللہ کی حمد کر رہا ہوں جو صرف میرا نہیں عالمین کا پالنے والا

ہے۔“

اللہ نے کہا:

”بالکل ٹھیک ہے اس سے آگے!“

کہا:

”صراط مستقیم کی معرفت بھی ہے؟“

نے کہا:

”ہے!“

خدا جانے کہاں کہاں ضرورت ہے صراط مستقیم کی۔ میں نے صراط مستقیم ہی سے

لیا:

”تو ہی بتا کہ تو ہے کیا؟“

نے کہا:

”میرے حروف پر غور کر۔“

دو لفظیں تھیں الصراط المستقیم۔ میں نے حروف گئے تو ’ا‘ ’ل‘ ’ص‘ ’ر‘ اُط چھ اور

’ی‘ ’م‘ ’س‘ ’ت‘ ’ق‘ ’ی‘ ’م‘ آٹھ..... آٹھ اور چھ! یا اللہ یہ چودہ ہیں صراط مستقیم ہمیں اس پر قائم  
رہنا۔ (نعرہ حیدری)

ہم ان راستے سے نہ ادھر بیٹیں نہ ادھر بیٹیں! اس لئے کہ اگر ہم ہٹ گئے  
ہم المعضوب علیہم والضالین یا مغضوب ہو جائیں گے یا ضالین میں سے ہو جائیں  
گے۔

اب اللہ کا پیارا اور بڑھا ہندے کی باتیں اور بڑھیں۔

اللہ نے کہا:

”میرے بندے! اینیاں سو بنیاں سو بنیاں گلاں تینوں کتھوں آیاں؟“

میں نے کہا:

”یا اللہ! یہ میں نے کتاب میں پڑھی تھیں۔“

اللہ نے کہا:

”کون سی کتاب؟“

”تیری عبادت کرتے ہیں تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔“

اللہ نے کہا:

”بالکل ٹھیک ہے تو نے پوری پوری معرفت حاصل کر لی ہے۔“

اچھا کہیں میرے دوست کچھ اور نہ سمجھ بیٹھیں کہ کل میرے ایک بزرگ نے کہا تھا  
کہ علیؑ کا ذکر کہیں آسکتا ہے نماز میں؟ تو آپ سمجھ بیٹھیں کہ میں تمہیں نماز پڑھانے آ گیا  
ہوں..... میری توجہ ہے میں نے مرنا ہے! بالکل نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ اللہ سے باتیں کرنے  
کا طریقہ بتاؤں گا۔ اب ان باتوں نام آپ چاہیں تو نماز رکھ دیں مگر یہ کیا ہیں؟ درحقیقت  
اللہ سے باتیں ہیں۔ اس لئے کہ جب بڑوں سے آدی بات کرنا چاہتا ہے تو وہ بات نہیں  
سننے۔ اس لئے اللہ نے کہا کہ کیا ہوا وہ بات نہیں سننے تو میں جو حقیقی بڑا ہوں مجھ سے بات  
کر۔

اللہ نے کہا:

”بالکل ٹھیک ہے۔ اب اس سے آگے بتا کہ تو چاہتا کیا ہے؟“

میں نے کہا:

”میرے محبوب! میری ایک گزارش ہے کہ اھدنا الصراط

المستقیم مجھے صراط مستقیم پر قائم رکھ۔“

ایک ترجمہ ہے کہ مجھے سیدھا رستہ دکھا۔ یہ ترجمے کا اختلاف دراصل نظریات کا  
اختلاف ہے۔ ساری دنیا نے ترجمہ کیا سیدھا رستہ دکھا، ہم کہ جن میں باب مدیۃ العلم کا  
دامن ہے ہم نے کہا کہ رستہ تو دیکھو ہوا ہے ہمیں سیدھے رستے پر قائم رکھ۔ اس لئے کہ اگر  
سیدھا رستہ دیکھا ہوا ہی نہیں ہے تو مسجد تک کیسے آ گیا؟ قبلے کی طرف منہ کیسے کر لیا؟

توجہ ہے کہ نہیں صاحبان!

ہم نے کہا رستہ دیکھا ہوا ہے صراط مستقیم پر قائم رکھ۔ اب اس نے فوراً آواز دے

بندہ مدحت کرتا رہا، اللہ کا پیارا اور بڑھتا گیا۔

اب اس نے کہا:

”اے میرے بندے! تو کھڑا بھی رہا، جھکا بھی ٹھیک، اب تو ایسا کر بیٹھ جا، تھک گیا ہوگا۔“

نے بیٹھے ہی سجدے میں سر جھکا دیا:

سبحان ربی الاعلیٰ

”اے اللہ تو کتنا اعلیٰ ہے کہ مجھے اپنی بارگاہ میں بٹھا لیا۔“

اس نے کہا:

”یا اللہ! تو نے مجھے بٹا تو دیا ہے، اب میرے گناہ بھی بخش دے“

استغفر اللہ ربی واتوب الیہ۔“

اب جیسے ہی مجھے گناہوں کی بخشش ملی، میں نے پھر سر جھکا دیا:

سبحان ربی الاعلیٰ

”یا اللہ! تو کتنا عظیم ہے، کتنا اعلیٰ ہے، تو نے مجھے میرے سارے

گناہوں کے باوجود بخش دیا۔“

اب اس سے بات کرنا میری عادت بن گئی۔ میں پھر کھڑا ہوا، پھر الحمد پڑھی، پھر قل

عوالم پڑھی، پھر رکوع میں گیا، پھر سجدے میں گیا۔ اب ذات الہی کی آواز آئی:

”اچھا آرام سے بیٹھ کر مجھے ایک بات بتا، اچھی طرح معرفت ہو گئی۔“

اس نے کہا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ

”میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں۔“

اس نے کہا:

میں نے کہا:

”اس کا نام ہے قرآن مجید۔“

”اس کی کوئی اور بات یاد ہے؟“

میں نے کہا:

”ہے۔“

کہا:

”سن۔“

میں نے ایک سورۃ اور سنائی۔

اللہ نے کہا:

”اچھا، اب مانگ لے کیا مانگتا ہے؟“

میں یہاں دنیا والوں سے مانگتا رہا، تو دنیا والوں نے انکار ہی انکار کیا۔ اب جب

سب سے بڑے نے کہا کہ تو مجھ سے مانگ کر دیکھ! تو میں نے مانگنے سے پہلے اس کے سامنے شکریہ کے طور پر سر جھکا دیا اور سر جھکا کر کہا:

سبحان ربی العظیم و بحمدہ

”اے اللہ! تو کتنا عظیم ہے کہ تو نے مجھ جیسے حقیر کی بات کو سن لیا۔“

میں نے کہا:

”میں نے اس دنیا میں تو بڑی Applications دیں لیکن کسی نے

کچھ جواب نہ دیا۔“

اللہ نے کہا:

سمع اللہ لمن حمدہ

”اے میرے بندے جو کچھ تو نے کہا تھا میں نے سن لیا۔“

(نعرۂ تکبیر: اللہ اکبر..... نعرۂ رسالت: یا رسول اللہ..... نعرۂ حیدری: یا علی!)

اللہ نے چنا کہ اگر زبان پر نام آجائے اس کا توبہ کولب نہ چوم لیں  
تو مجھ کو پکڑ لو۔“

ایک دفعہ سب مل کر کہونا محمدؐ..... ایک دفعہ نہیں دو دفعہ لب کولب چوم لیتا ہے.....  
ہے کہ نہیں۔ بھی دیکھنے میں تو بس م‘ح‘م‘و۔ چار لفظوں کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ لیکن  
نے کہا کہ نہیں میرے محبوب کو پوری طرح پہچانو۔ اگر یہ چار لفظوں سے مل کر بنا تو ہوتا  
یہ محمدؐ تو نہیں ہے یہ محمدؐ۔ م کے اوپر شد ہے شد کے پردے میں ایک م اور چھپی ہوئی  
محمدؐ چار کا ترجمہ نہیں ہے محمدؐ ایسے پانچ سے مل کر بنا ہے کہ چار نظر آتے ہیں پانچویں  
ے میں غائب ہیں۔

بھی! ایک دفعہ مل کر صلوٰۃ پڑھ لیں با آواز بلند..... اچھا! اب اس نے کہا:  
”ایک بات اور بتا دے کہ تو نے میرے جس حبیبؐ کا نام لیا کہ اس  
نے تعارف کروایا تم ملے تھے اس سے۔“

م نے کہا:

”نہیں۔“

”تم نے اس کی زیارت کی تھی؟“

م نے کہا:

”نہیں۔“

”پھر کیسے پتہ چلا کہ وہ میرا عبد ہے رسولؐ بھی ہے اور محبوب بھی؟“

”یا اللہ! اس کا تعارف کچھ اور ہستیوں نے کر دیا تھا۔“

اللہ نے کہا:

”تو پھر سمجھ لے کہ تیرے اصل محسن وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے تمہیں محمدؐ  
سے ملایا۔ اب اگر میری باتوں میں ان ہستیوں کا ذکر نہیں کرے گا تو یہ  
نماز تمہارے منہ پر مار دی جائے گی۔“

”کیا تو نے مجھے دیکھا ہے؟“

میں نے کہا:

”نہیں۔“

اس نے کہا:

”کیا تو مجھ سے ملا تھا؟“

میں نے کہا:

”نہیں۔“

اس نے کہا:

”پھر تو نے یہ کیسے کہہ دیا کہ لا الہ الا اللہ۔“

میں نے کہا:

”یا اللہ! تیرا تعارف ایک اور ہستی نے کروایا۔“

آواز آئی:

”وہ کون ہے؟“

میں نے کہا:

”تیرا عبد بھی ہے اور تیرا رسولؐ بھی ہے۔“

اللہ نے کہا:

”اس کا نام لے۔“

میں نے کہا:

اشھد ان محمداً عبده ورسوله

”یا اللہ! اس کا نام محمدؐ ہے وہ تیرا عبد بھی ہے اور تیرا رسولؐ بھی ہے۔“

اللہ نے کہا:

”واہ بھی واہ! تو نے تو میرے محبوب کا نام لے لیا۔ اور یہ ایسا محبوب

سنایا:

فمن قال اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول

الله فليقل على ولي الله

یہ دونوں جملے اگر تم پڑھتے ہو تو تم ان کے ساتھ ساتھ علیؑ کی ولایت کا اقرار بھی کیا کرو۔ انہوں نے کہا کہ یہ موجب ابطال نہیں ہے موجب ثواب بھی ہے۔ اگر آپ یہ چاہتے کہ ثواب میں اضافہ ہو جائے۔ جب میں نے پھر غور کیا یہ چلا کہ نماز نام ہے اللہ کی امت کا اور جب اللہ کی اطاعت کا نام ہے تو پھر میں نے قرآن مجید کو پڑھنا شروع کر دیا۔ اب وہاں سے آواز آئی:

اطيعوا الله و اطيعوا الرسول

”اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔“

امت یہیں پر ختم ہو جاتی تو میں بھی رک جاتا آگے ہے:

و اولی الامر منکم

”اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔ جب تین اطاعتیں واجب ہیں اور اذان میں بھی

آپ تینوں کی اطاعت کا اعلان کرتے ہیں اللہ کی اطاعت کرو تو آپ نے کہا اللہ اکبر

اطيعوا الرسول رسولؐ کی اطاعت کرو تو آپ نے کہا اشهد ان محمدا رسول الله و

ولی الامر منکم۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ صرف مولا علیؑ کو اول الامر مانیں۔ اس آیت

کے مطابق جسے مانا ہے اعلان تو کرو۔

توجہ ہے دوستو!

یہی اعلان ہم کلمے میں بھی کرتے ہیں اور اگر کلمہ آیت کے مطابق نہ ہو تو آج میں

کلمے کو چھوڑ دوں گا۔ اس لئے کہ جہاں ولایت کا تذکرہ ہوا اللہ نے ولایت کو بھی تین حصوں

میں تقسیم کر دیا:

میں نے فوراً کہا:

اللھم صلی علی محمد و آل محمد

(بھئی اگر ہم ان پہ صلوٰۃ پڑھتے ہیں تو با آواز بلند پڑھ لیجئے صلوٰۃ!)

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

اب یہ رہ گیا کہ میں نہ مولانا نہ مفتی نہ مجتہد۔ فتویٰ میں دے نہیں سکتا، لیکن اپنے امام کا فرمان سن سکتا ہوں۔ میرے چھپے امام کا فرمان متعدد کتابوں میں موجود ہے کہ سنو:

”جب تم ہم پر درود بھیجتے ہو اور ہمارا تذکرہ نماز میں ضروری سمجھتے ہو

چاہے وہ کسی مکتبہ فکر کا ہو جب تک درود نہیں پڑھے گا کسی کی نماز ہی

نہیں ہوگی۔“

اب کچھ عرصے سے یہاں پر یہ پوچھا جانے لگا کہ صاحب اگر ہم تشہد میں مولانا کا

نام لے دیں تو آپ کا کیا خیال ہے کیا نماز باطل ہو جاتی ہے؟ میں نے اتنی فائلیں اکٹھی

کیں علمائے کرام کے بیانات کی۔ اب تو اندھیرا ہے اگر آپ پوچھیں گے دلیل مانگیں گے تو

وہ پوری فائل اٹھا کر لے آؤں گا۔ ان میں حضرت آیۃ اللہ خمینی، حضرت ابوالقاسم خونی، جتنے

بھی مراجع عظام ہیں ہمارے مجتہد ان سب کی تحریریں موجود ہیں اس فائل میں۔ میں نے

شام میں آیۃ اللہ فہری سے جو وہاں خمینی صاحب کے نائب تھے خود جا کر یہ سوال کیا کہ اگر

تشہد میں مولانا کا نام لے لیں تو کیا نماز باطل ہو جاتی ہے۔ تو وہ مسکرانے لگے اور مسکراتے

ہوئے کہنے لگے صرف علیؑ کیا تم ان سب کا نام لے لو ثواب ہو گا نماز باطل نہیں ہو

گی۔ (نعرۂ حیدری)

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

اب جب میں نے دلیل مانگی تو انہوں نے دلیل میں میرے چھپے معصوم امام کا



تھے۔

پیغمبر اکرمؐ نے خود ارشاد فرمایا:

ذکر علی عبادۃ

”ارے علیؑ کا ذکر عبادت ہے۔“

پیغمبرؐ کا یہ فرمان شیعہ سنی سب کتابوں میں مل جائے گا۔ ابھی! جس کا ذکر عبادت

ہے ارے میں کہتا ہوں آپ نماز کے اندر اپنا ذکر بھی تو کرتے ہیں۔ نماز باطل نہیں ہوتی؟

آپ سلام نہیں پھیرتے تو سلام میں کیا کہتے ہیں السلام علیکم وعلی عباد اللہ

الصالحین اور پھر اس کے بعد کیا کہا السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ سلام ہو اللہ

کے صالح بندوں پر..... جتنے صالح بندے تھے ان کو تو آپ نے ذال دیا تشہد کے سچ اور جو

علیؑ یہ فرمائے:

انا صلواة المومنین

”مومنین کی نماز میں ہوں‘ مومنین کی اذان میں ہوں‘ مومنین کا ایمان

میں ہوں۔“

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

اچھا! یہاں پر ایک بات پڑھے لکھے لوگ پیش کر دیں گے کہ صاحب علی ولی

اللہ نماز کا اذان کا اور کلمے کا جزو نہیں ہے۔ یہ لکھا ہے کتابوں میں اور واقعاً لکھا ہے مگر اس

کا مفہوم بھی سمجھتے ہیں آپ! مراجع اور مجتہدین کی تحریروں کو سمجھنا یہ معمولی عقل کا کام نہیں

ہے۔ آپ علم کلام پڑھیں! آپ منطق فلسفہ پڑھیں! آپ تمام علوم پڑھیں پھر جائیں اجتہاد

کی منزل پر تو پھر مسئلہ سمجھ میں آئے گا۔

بھئی! یہ جو انہوں نے لکھا ہے کہ جزو اذان نہیں ہے تو آپ اسی پر کیوں پریشان

ہو گئے ہیں؟ آپ ذرا غور کیجئے کہ جزو کسے کہتے ہیں؟ جزو اسے کہتے ہیں کہ اگر کل سے نکل

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوة

ویوتون الزکوۃ وہم راکعون

اللہ ولی رسول ولی... اگر آیت یہاں ختم تو کلمہ وغیرہ ہر شے یہیں پہ ختم کر دو اور

اگر آیت آگے جا رہی ہے تو پھر آیت کے مطابق آگے اقرار کرو۔ (گھبرا تو نہیں گئے آپ حضرات!)

ارے عزیزانِ گرامی! میرے محترم سامعین!!

میں پھر عرض کئے دیتا ہوں کہ صاحب کلمہ تو مختصر ہوتا ہے مگر آپ کا کلمہ اتنا لمبا ہو گیا کہ کہیں کلمے کا سناپ (Stop) ہی نظر نہیں آتا گاڑی رکتی ہی نہیں۔

ہم نے فوراً جواب دیا کہ اگر آیت کے مطابق نہ ہو تو ہم آج ہی چھوڑ دیں گے۔

بھئی! اللہ نے جب اپنا ذکر کیا تو کہا انما ولیکم اللہ جب رسولؐ کا ذکر کیا تو ایک جملہ

ورسولہ اور جب آیت آگے آئی علیؑ کے ذکر پر تو والذین آمنوا الذین یقیمون

الصلوة ویوتون الزکوۃ وہم راکعون۔ آیت بھی لمبی ہوتی گئی۔ ہم نے آیت کے

مطابق کلمہ پڑھا۔ انما ولیکم اللہ ہم نے کہا لا الہ الا اللہ۔ ورسولہ ہم نے کہا

محمد رسول اللہ اور جب علیؑ کا ذکر آیا:

والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوة ویوتون الزکوۃ وہم

راکعون

آیت جتنی لمبی ہوتی گئی ہم نے یہ ذکر بھی لمبا کر دیا۔ علی ولی اللہ وصی

رسول اللہ و خلیفۃہ بلا فصل (نعرہ حیدری)

اب اگر کسی کو یہ شوق ہے کہ کلمہ مختصر ہو جائے تو آیت تم مختصر کر دو کلمہ میں مختصر

کئے دیتا ہوں۔

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

بس یاد رکھئے گا کہ یہ ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ جن کے ذکر سے عبادت باطل ہو

علیٰ میرا رب ہے یا اللہ میرا رب ہے۔“ (نعرۂ حیدری)  
تو جس کے امام کو پتہ نہ چل سکے اس کے عوام کو کیا پتہ چلے گا کہ علیٰ کون ہے؟ (نعرۂ حیدری..... یا علیٰ)

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

یاد رکھئے گا میں نے بہت زحمت دی آپ کو! یہی سبب تھا کہ یہ دونوں نام میرے مولا حسین کو پیارے تھے۔ علیٰ بھی اور نانائے کا نام بھی اور بار بار ٹھنڈی سانس لے کر فرماتے تھے:

”پروردگار! مجھے نانائے بھی بہت پیارا ہے، مجھے بابا بہت پیارا ہے۔ میری تسکین کا کوئی سامان فراہم کر دے۔“

اللہ نے کہا:

”فکر نہ کر میں تجھے ایسا بیٹا دوں گا جس کی شکل نانائے کی ہوگی، جس کا نام

شیرے بابا کا ہوگا۔ میں محمدؐ اور علیؑ کو یکجا کر دوں گا۔“

خداوند عالم نے اسے ایک فرزند عطا کیا۔ جس کا نام علیؑ تھا اور شکل بالکل محمدؐ کی تھی اور میں بغیر کسی تمہید کے اس شہزادے کا تذکرہ کرنے کے لئے صرف دو جملے کہتا ہوں۔

بزرگان محترم!

کر بلا کے میدان میں فاطمہؑ کا لال شبیہ پیغمبرؐ سے فرما رہا تھا:

”بیٹا تو نانائے کی شبیہ ہے مگر دین کا دار و مدار اور دین کی بھائی تیری قربانی پر

مختصر ہے، بیٹا تجھے جانا پڑے گا۔“

تو جواب میں علیؑ اکبرؑ کہتے ہیں:

”بابا! فکر نہ کریں۔ مستجدنی انشا اللہ مع الشاکرین میں شکر کرتا

جائے تو کل ناقص ہو جاتا ہے مگر باقی رہتا ہے۔

رحمت تو نہیں ہے؟ بس ختم کیا میں نے بیان..... دیکھئے نا! یہ ہاتھ میرے بدن کا جزو ہے، خدا نخواستہ یہ کٹ جائے تو یہ کل باقی تو رہے گا مگر ناقص ہو جائے گا۔

توجہ ہے کہ نہیں ہے!

یہ آنکھ میرے بدن کا جزو ہے، خدا نہ کرے یہ نکل جائے تو کل باقی تو رہے گا مگر ناقص ہو جائے گا۔ مگر اس جسم میں ایک اور شے بھی ہے اگر وہ نکل جائے تو کل کسی کام کا نہ جزو کسی کام کا، اس کو روح کہتے ہیں۔ تو جنہوں نے یہ لکھا ہے کہ علیؑ ولی اللہ جزو ہے۔ تو وہ بتانا یہ چاہتا ہے کہ اگر یہ نکل جائے تو کل باقی تو رہے گا مگر ناقص ہو جائے گا، لہذا علیؑ ولی اللہ جزو اذان ہی نہیں روح اذان ہے۔ اگر یہ جملہ نکل گیا تو اذان مردہ لاش بن کر رہ جائے گی۔ (نعرۂ حیدری)

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

بس یاد رکھئے گا روح اذان ہیں تو یہی روح کلہ ہیں تو یہی روح نماز ہیں تو یہی۔ اس لئے تو امام شافعیؒ تک کو یہ کہنا پڑا کہ اے اہل بیت! تمہاری فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے من لم یصلیٰ علیکم لا صلوة لہ کہ جو درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہے۔

توجہ ہے یا نہیں ہے!

اور امام شافعیؒ تو پچارہ ساری زندگی علیؑ کا ذکر کرتے کرتے مرتے مرتے کہہ گیا:

ومات شافعی و لیس یدری علیؑ ربہ ام ربہ اللہ

”میں شافعیؒ مرتے مرتے مر گیا لیکن مجھے یہ پتہ نہیں چل سکا کہ

نے کہا:

”نہیں ابراہیم! ہم اس قربانی کو ادھار رکھتے ہیں، تیری نسل کے کسی فرزند سے وصول کریں گے اور ابراہیم ابھی اس کی ماں میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ جو ان بیٹے کی موت کو دیکھ سکے۔ ابھی وہ مائیں پیدا ہوں گی جو ساری ساری رات مصلے پر بیٹھ کر دعا کریں گی! یا اللہ! پہلے میرے بیٹے کی لاش آئے! یا اللہ! پہلے میرے بیٹے کی قربانی ہو۔ اور دیکھ ابراہیم! اب یاد رکھنا کہ تو بھی آ جانا دہاں جب بوڑھا باپ جو ان بیٹے کے سینے سے برچھی کا پھل نکالے گا نہ آنکھوں پہ پٹی ہوگی نہ بیٹے کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوں گے۔ اور ابراہیم تو نے جو بیٹے کے گلے پر چھری پھیر کے کہا تھا نہ اللہ اکبر! اب اللہ کے ساتھ ساتھ اکبر کو یاد رکھنا۔“

خدا کی قسم! کربلا کے میدان میں ابراہیم بھی موجود تھے اسماعیل بھی آگئے اور حسین ابن علیؑ نے فخر اسماعیلؑ بیٹے سے کہا:

”جاؤ بیٹے! میں تمہیں حکم جہاد دیتا ہوں۔“

بس حکم کا ملنا تھا کہ فوراً اکبر کے پاؤں رکابوں میں چلے گئے۔ حسینؑ نے کہا:

”اس طرح گئے تو کیا گئے جا پہلے ماں کو مل کر آ، بہنوں سے مل کر آ“

پھوپھی کو سلام کر کے آ۔“

اب جیسے ہی شہزادہ خیموں کی طرف چلا اللہ نے جنت میں آواز دی:

”اسماعیلؑ کی ماں ہاجرہ! اگر ہمت ہے تو یہ منظر بھی دیکھ!“

خدا کی قسم ہاجرہ نے اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھ لیا جب یہ منظر دیکھا کہ ماں مصلے پہ بیٹھی تھی بیٹا خیمے میں آیا! ماں نے جواب تو دیا مگر منہ موڑ لیا۔



ہوا جاؤں گا! آپ فکر نہ کریں شکر کرتا ہوا جاؤں گا۔“

میرے محترم سامعین!

اب میں کیا تقابل کروں ابراہیمؑ نے بھی بیٹا ذبح کیا مگر ابراہیمؑ کے بیٹے نے یہ کہا:

تھا:

یا ابت افعل ماتومر مستجدونی ان شا اللہ مع الصابرين

”بابا! قدم قدم وفا کروں گا! تو مجھے صبر کرنے والا پائے گا۔“

اسماعیلؑ نے کہا تھا صبر کرنے والا اور اس شہزادے نے کہا تھا مجھے شکر کرنے والا

پائے گا۔ صبر کیا جاتا ہے مصیبت پر شکر کیا جاتا ہے نعمت پر۔ جس چیز کو ابراہیمؑ کا فرزند مصیبت سمجھ رہا تھا اس چیز کو حسینؑ کا فرزند نعمت سمجھ کر گلے سے لگا رہا تھا۔

عزیزان محترم!

خدا کی قسم! کربلا کے میدان میں میں کیا تقابل کروں ابراہیمؑ بیٹے کو لے کر جا رہے تھے منزل نکٹھن تھی! امتحان سخت تھا! بوڑھا باپ تھا! کمر ہمت کس کے باندھ رکھی تھی! لیکن اس کے باوجود جب منزل پر پہنچے ہیں تو بیٹے کو اچانک نہیں لٹایا بلکہ عبا سے زمین کو صاف کیا تاکہ بیٹے کو کوئی نکل نہ چھ جائے! بیٹے کو کوئی کاٹنا نہ لگ جائے۔ عبا کی چار تہیں لگائیں تاکہ بیٹے کو زمین سخت نہ محسوس ہو۔ پھر خدا جانے کیا خیال آیا! آنکھوں پر پٹی بندھ گئی اور بیٹے کے ہاتھ پاؤں بندھ گئے۔ پھر گلے پر چھری رکھ کر پھیر دی اور ساتھ ساتھ کہا اللہ اکبر۔ لیکن جب آنکھوں سے پٹی ہٹائی تو کیا دیکھا؟ بیٹا مسکرا رہا تھا دنبذخ ہوا پڑا تھا۔

کہا:

”یا اللہ! کیا میرے خلوص میں کمی تھی؟ تو نے میری قربانی کو منظور نہیں

کیا۔“

جس کے لئے قدرت نے ارشاد فرمایا ہے:

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین

اس کا ترجمہ بچے بچے کو یاد ہے۔ غور سے سنئے گا!۔۔۔

”اے ہمارے حبیب! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر عالمین کے لئے رحمت بنا کر۔“

میری بات پر غور ہے صاحبان! کیونکہ میرے پاس وقت بہت مختصر ہوتا ہے اس لئے بغیر ادھر ادھر ذہن گھمانے کے پوری یکسوئی کے ساتھ اپنی معروضات آپ تک پہنچانا پاتا ہوں۔

آج تک اس آیہ مبارکہ کا یہی ترجمہ ہوتا آیا:

”ہم نے آپ کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“

لیکن عربی زبان کے ایک حکم کی حیثیت سے یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ یہ ترجمہ کامل و اکمل ہے اور نہ ہی اس ترجمے سے شان رسالت نکھر کر میرے سامنے آتی ہے۔  
سامعین!

تو بہ نعوذ باللہ کیا اللہ کو اتنی عربی نہیں آتی تھی کہ سیدھی طرح کہہ دیتا:

انت رحمة

یا اللہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا:

محمد رحمة للعالمین

”اے محمد! تم رحمت ہو یا محمد عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔“

یہ اللہ کو اتنا چکر لگا کر آنے کی کیا ضرورت پڑی تھی:

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین

جس کا ترجمہ یہ ہے:

## مجلس ششم

عزیزانِ گرامی!

جس دین کے ہم سب ماننے والے ہیں جو دین ناسخ ادیانِ عالم ہے جو دین فقط کامل نہیں بلکہ اکمل ہے جس دین کا نام اللہ نے اسلام رکھا ہے جس کے آئین کا نام قرآن رکھا ہے جسے مرتب کرنے والے کا نام رحمن ہے جسے پہنچانے کے لئے محمد جیسا انسان ہے جس کی بات کے ماننے کا نام ایمان رکھا ہے جس کی بات سے انکار کا نام بہتان رکھا ہے جس کے محافظ کا نام کل ایمان رکھا ہے ان سب کے مگران کا نام عمران رکھا ہے اور ان کے مخالف کا نام شیطان رکھا ہے۔ (نعرۂ حیدری)

اور یہ دین اسلام دو چیزوں پر مبنی ہے ایک ہیں اصول دین اور دوسرے ہیں فروع دین۔۔۔۔۔ اصول و فروع کے ملاپ سے دین اسلام کا جسم تشکیل پاتا ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ اس جسم میں روح بھی آ جائے تو روح اسلام اس محبت اور عاشقانہ کیفیت کا نام ہے جو لفظوں میں بیان ہی نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔

بزرگانِ محترم!

اسلام کا نقطہ مرکز اگر کوئی ذات ہے تو وہ ذات ہے صرف حضور کی ذات۔۔۔۔۔ اور ایک مروجہ مومن کے عشق کا نقطہ مرکز اگر کوئی ذات ہے تو وہ ذات بھی ہے ذاتِ محمد مصطفیٰ (اللہم صلی علی محمد و آل محمد)

تک آپ اس کو جیب سے نکال کر خود سے جدا کر کے لیٹر بکس (Letter Box) میں ڈال دیتے دور نہیں بھیجیں گے تب تک ارسال نہیں ہوگا۔ تو گویا ارسال کا مطلب ہے دور اگر آپ مجھے لانے کے لئے میرے پاس ڈرائیور بھیجتے ہیں اور وہ ڈرائیور آپ سے مل رہا ہے تو بھیجئے کال لفظ صادق آئے گا؟ جب تک آپ اسے پیغام دے کر میری دور نہیں بھیجیں گے اس وقت تک بھیجئے کال لفظ صادق نہیں آئے گا۔

اب خصوصاً اردو دان طبقے کے لئے ایک جملہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کسی کو میرے لئے بھیجیں اور کہیں کہ بھیج دیا ہے تو کیا میرے بھیجے میں کچھ آئے گا؟

یزان من!

اب ذات الہی کہنا یہ چاہتی ہے:

”اے میرے حبیب! میں نے تجھے تخلیق کیا اور اس وقت تخلیق کیا جب کائنات میں کوئی شے نہیں تھی اور تخلیق کرنے کے بعد میں نے تجھے اپنی بارگاہ میں رکھا۔ تو متن توحید کا حاشیہ بنا رہا تو توحید کے پھول کی خوشبو بنا رہا تو توحید کی شمع کی روشنی بنا رہا اور جب یہ مصلحت ہدایت میں نے تجھے اپنے سے دور کر کے بندوں کے پاس بھیج دیا تو یہ دوری عالین کے لئے رحمت بن گئی۔“

تو جس کی دوری عالین کے لئے رحمت ہے اس کا قرب کتنا بلند ہوگا.....؟

جہ ہے میرے محترم سامعین!

میں یہ جملہ پھر سے دہرائے دیتا ہوں کہ ارسال کے معنی بھیجنا... بھی! اب عربی فصاحت و بلاغت ملاحظہ فرمائیں کہ جب تک آپ کسی کو دور نہیں بھیج سکتے جب تک پہلے سے قریب نہ کریں۔ مثلاً جب آپ ڈاکخانے سے خط لیتے ہیں اسے پہلے اپنی جیب میں

”میں نے نہیں بھیجا آپ کو“ میں نے نہیں کیا آپ کا ارسال مگر عالین کے لئے رحمت بنا کر.....“

ذرا آپ باریکی میں جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت سرکار دو عالم کی ذات کو رحمت نہیں کہہ رہا بلکہ ارسال کو رحمت کہہ رہا ہے جس کے معنی ہیں بھیجنا۔

ارسال ایک صفت ہے صفت محتاج ہے موصوف کی حال محتاج ہے ذوالحال کا... ذرا علمی بحث آئے تو گھبرائیے گا نہیں! میں انشاء اللہ سب کچھ پانی میں گھول کر آپ کو پلا دوں گا اور آپ کے ذہن و قلب پر نقش کر دوں گا۔ صفت محتاج ہے موصوف کی حال محتاج ہے ذوالحال کا! چنانچہ ارشاد ہوا:

”میرے حبیب! یہ تو جو تیری صفت ارسال ہے نا! ہم نے تیری صفت کو رحمت بنا دیا.....“

تو جس کی صفت رحمت ہے تو اس کی ذات کتنی بلند ہوگی!

تو میرے دوستو!

ذرا شان رسالت کو اس انداز سے سنئے کہ میرے کسی عزیز نے مجھ سے کہا بلسع العلوی بکمالہ پر بھی ذرا روشنی ڈالئے.....

تو میں نے عرض کیا ارے بھائی! بھلا میں اس ذات کے کمال پر کیسے روشنی ڈال سکتا ہوں؟ کیونکہ جہاں سے اس کا کمال شروع ہوتا ہے وہاں پر عقل انسانی ختم ہو جاتی ہے۔ آپ ذرا سی بات کو سمجھ لیں کہ ارسال کے معنی ہیں بھیجنا اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ لفظ ارسال ذرا دوری کا متقاضی ہے لہذا جب تک فاصلہ اور دوری نہیں آئے گی لفظ ارسال صادق نہیں آئے گا۔

بھئی! آپ ایک خط لکھ کر جب اسے پوسٹ (Post) کر سکتے ہیں تو کہتے ہیں نا! کہ میں نے خط ارسال کر دیا اور اگر آپ خط لکھ کر جیب میں ڈال لیں تو ارسال ہو جائے



میرے خیال میں میں ابھی بھی سمجھا نہیں سکا.....! پڑھے لکھے حضرات تو سمجھ گئے  
اب دعوتِ ساعت و دیہات کے لوگوں کو دے رہا ہوں..... سائنس نے تو اتنی ترقی  
کے کہ مولوی صاحبان مسجدوں سے نکل کر اسمبلیوں تک پہنچ گئے ہیں۔

ہے یا نہیں!

زمانہ اتنا بلند ہو گیا کہ ہر شے میں کئی طرح کے تغیر و تبدل پیدا ہو گئے ہیں۔ تو کیا  
مولوی یا سائنسدان یہ نہیں کر سکتا کہ مہینوں میں تبدیلی کر دے۔ یہ جو مہینہ ہے رجب کا  
شعبان، پھر رمضان..... یہ پہلے رمضان کیوں نہیں؟ پھر شعبان اور پھر رجب کیوں نہیں؟  
اللہ نے مہینوں کی ترتیب ہی اسی طرح رکھی ہے۔

رجب ہے علیؑ کا مہینہ شعبان ہے محمدؐ کا مہینہ اور رمضان ہے اللہ کا مہینہ..... اللہ  
کہا پہلے علیؑ تک پہنچو گے تو پھر نبیؐ تک آؤ گے اور اگر علیؑ تک نہیں پہنچو گے تو محمدؐ کو بھی  
پاؤ گے اور اگر محمدؐ کو نہیں پاؤ گے تو اللہ تک بھی ہرگز نہیں پہنچو گے۔

جہ ہے سامعین!

مجھ سے اکثر بچے پوچھتے ہیں صاحب! آپ یا علیؑ یا علیؑ بہت کرتے ہیں۔

اب میں کیا جواب دوں؟ یہ تو بچوں کا مسئلہ ہے کوئی بھی حل کر سکتا ہے۔ ذرا

سوچ کر بتائیں کر سکتے ہیں نا! بچے بھی اس کا حل.....!

اچھا! آپ کے گھر فقیر مانگنے آتے ہیں۔ آتے ہیں نا! اور اگر کسی دن کوئی ایسا

فقیر آ جائے جو بڑا مقدس ہو پاک صاف ہو نیلے پیلے رد مال کا ندھے پہ ڈالے ہوئے سر پر  
دیاں رکھے ہوئے بہترین خوبصورت خاصی داڑھی رکھے ہاتھ میں تسبیح پکڑی ہوئی ہو۔

ڈالتے ہیں پھر لکھتے ہیں اور پھر دور بھیجتے ہیں نا!..... اسی طرح آپ جب کسی آدمی کو بلائے  
ہیں تو قاصد کو قریب بلا کر میسج (Message) دے کر پیغام دے کر دور بھیجتے ہیں نا!  
ارسال کے معنی ہیں دور بھیجنا، لیکن اس وقت تک دور نہیں بھیجیں گے جب تک  
نزدیک نہیں کریں گے۔

بھئی! بڑے غور سے سنئے گا! یہ عربی زبان کا کمال ہے اس میں دونوں معنی چھپے  
ہوئے ہیں دور بھیجنا بھی اور قریب کرنا بھی۔

عزیزان!

اب میں لفظیں بدل کر آپ کو سمجھاتا ہوں انشاء اللہ بیان کا لطف دو بالا ہو جائے  
گا.....! پہلے ہوتی ہے قربت پھر ہوتی ہے دوری! قریب ہونے کو کہتے ہیں ولایت اور دور  
بھیجنے کو کہتے ہیں رسالت.....! بھئی! پہلے اللہ کسی کو ولی بناتا ہے اور پھر رسول بنا کر بھیجتا  
ہے۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں!

اس لئے اس نے کہا:

انما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلوة

ويؤتون الزكاة وهم راكعون

”پہلے اللہ ولی ہے پھر رسول ولی ہے پھر وہ ولی ہے جو انگوٹھی بطور زکوٰۃ

رکوع کی حالت میں دیتا ہے.....“

اللہ نے اس آیت کی ترتیب اس طرح رکھی کہ ادھر سے ادھر جائے تو پہلے اللہ  
پھر رسول پھر علیؑ اور اگر کوئی چیز ادھر سے ادھر آئے گی تو پہلے علیؑ پھر رسول پھر  
اللہ! (صلوٰۃ)

میرے خیال میں ابھی ابھی سمجھا نہیں سکا.....! پڑھے لکھے حضرات تو سمجھ گئے  
اب دعوتِ سماعتِ دیہات کے لوگوں کو دے رہا ہوں..... سائنس نے تو اتنی ترقی  
کے مولوی صاحبان مسجدوں سے نکل کر اسمبلیوں تک پہنچ گئے ہیں۔

ہے یا نہیں!

زمانہ اتنا بلند ہو گیا کہ ہر شے میں کئی طرح کے تغیر تبدیل پیدا ہو گئے ہیں۔ تو کیا  
مولوی یا سائنسدان یہ نہیں کر سکتا کہ مہینوں میں تبدیلی کر دے۔ یہ جو مہینہ ہے رجب کا  
جان پھر رمضان..... یہ پہلے رمضان کیوں نہیں؟ پھر شعبان اور پھر رجب کیوں نہیں؟؟  
اللہ نے مہینوں کی ترتیب ہی اسی طرح رکھی ہے۔

رجب ہے علی کا مہینہ شعبان ہے محمد کا مہینہ اور رمضان ہے اللہ کا مہینہ..... اللہ  
پہلے علی تک پہنچو گے تو پھر نبی تک آؤ گے اور اگر علی تک نہیں پہنچو گے تو محمد کو بھی  
پاؤ گے اور اگر محمد کو نہیں پاؤ گے تو اللہ تک بھی ہرگز نہیں پہنچو گے۔

ہے سامعین!

مجھ سے اکثر بچے پوچھتے ہیں صاحب! آپ یا علی یا علی بہت کرتے ہیں۔  
اب میں کیا جواب دوں؟ یہ تو بچوں کا مسئلہ ہے کوئی بھی حل کر سکتا ہے۔ ذرا  
سوچ کر بتائیں کر سکتے ہیں نا! بچے بھی اس کا حل.....!  
اچھا! آپ کے گھر فقیر مانگتے آتے ہیں۔ آتے ہیں نا! اور اگر کسی دن کوئی ایسا  
برآ جائے جو بڑا مقدس ہو پاک صاف ہو نیلے پیلے رومال کا ندھے پہ ڈالے ہوئے سر پر  
یاں رکھے ہوئے بہترین خوبصورت خاصی داڑھی رکھے ہاتھ میں تسبیح پکڑی ہوئی ہو۔

ڈالتے ہیں پھر لکھتے ہیں اور پھر دور بھیجتے ہیں نا!..... اسی طرح آپ جب کسی آدمی کو بلائے  
ہیں تو قاصد کو قریب بلا کر مسیج (Message) دے کر پیغام دے کر دور بھیجتے ہیں نا!  
ارسال کے معنی ہیں دور بھیجنا، لیکن اس وقت تک دور نہیں بھیجیں گے جب تک  
نزدیک نہیں کریں گے۔

بھئی! بڑے غور سے سنئے گا! یہ عربی زبان کا کمال ہے اس میں دونوں معنی چپے  
ہوئے ہیں دور بھیجنا بھی اور قریب کرنا بھی۔

عزیزان!

اب میں لفظیں بدل کر آپ کو سمجھاتا ہوں انشاء اللہ بیان کا لطف دو بالا ہو جائے  
گا.....! پہلے ہوتی ہے قربت پھر ہوتی ہے دوری! قریب ہونے کو کہتے ہیں ولایت اور دور  
بھیجنے کو کہتے ہیں رسالت.....! بھئی! پہلے اللہ کسی کو ولی بناتا ہے اور پھر رسول بنا کر بھیجتا  
ہے۔

توجہ ہے دوستو یا نہیں!

اس لئے اس نے کہا:

انما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلوة

ويؤتون الزكاة وهم راكعون

”پہلے اللہ ولی ہے پھر رسول ولی ہے پھر وہ ولی ہے جو انگلی بطور زکوٰۃ

رکوع کی حالت میں دیتا ہے.....“

اللہ نے اس آیت کی ترتیب اس طرح رکھی کہ ادھر سے ادھر جائے تو پہلے اللہ  
پھر رسول پھر علی اور اگر کوئی چیز ادھر سے ادھر آئے گی تو پہلے علی پھر رسول پھر

اللہ! (صلوٰۃ)

دوستو!

محمدؐ ہے گھر علیؑ ہے در! اگر مانگنا بھی تو اسی در سے مانگنا، گھر میں نہ گھسنا اور اگر میں گھسوں تو پتہ ہے نا! کیا ملے گا؟ اس لئے در سے مانگنا۔ یہ صرف پیغمبرؐ ہی نے نہیں سنا، صحابہؓ نے بھی یہی بتلایا۔ میں تو ڈرتا ہوں کہ یوم قیامت جب صحابہؓ سے آنا سامنا ہوگا تو پتہ نہیں مولویوں کا کیا حشر ہوگا؟ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ نے آپؐ جس صحابی کو بھی لے لیں، یہی سمجھایا کہ اگر مشکل حل ہوتی ہے تو صرف اور صرف اسی دروازے سے! حضرت کا فرمان ہے:

یا علی! انت قداء بكل موزة

”اے علی! اللہ نے مشکل کشائی کے لئے پیدا ہی تجھے کیا ہے۔“

حضرت ابو بکرؓ کا فرمان ہے:

لا يجوز على الصراط كل من كتب له على عن الجواز

”ہل صراط سے کوئی گزر سکتا ہی نہیں جب تک علیؑ کے ہاتھ کی دی ہوئی

نکلت اس کے پاس نہیں ہوگی۔“

غرضیکہ جتنے بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہیں ان سب نے یہی کہا کہ مشکل اس در سے حل ہوتی ہے، مشکل اس در سے حل ہوتی ہے۔

ارے بھائی! ایک آسان مثال سمجھاتا ہوں کہ آج کل بچوں کو سکولوں سے چھٹیاں ہیں اور سکول سے بچوں کو ہوم ورک ملتا ہے۔ استاد مشق کے لئے مثال کے ذریعے سمجھاتا ہے کہ یہ کلیہ میں سمجھا رہا ہوں اس کے ذریعے تم تمام سوال حل کر لانا۔ اب ریاضی کا کوئی سوال مشکل لگتا ہے تو بچہ استاد کے پاس جاتا ہے کہ استاد جی! ریاضی کا یہ سوال مجھے سمجھا دو۔

استاد صاحب سمجھا دیتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ باقی سوال اسی کلیہ کے ذریعے حل کر لینا۔ اب بچہ ہے طالب علم اور ہے بھی میری طرح بہت محنتی اور ذہین وہ دوسرے دن

درو پڑھتا ہوا آپ کے گھر کے پیچھے جا کر سیڑھی لگائے چھت پہ چڑھ کر ایک دم گھر میں کود پڑے اور آپ گھبرا کر کہیں کہ کیا بلا آن پڑی اور وہ کہے اللہ کے نام پر کچھ دے دو تو ایمان سے بتائیں کیا آپ اسے کچھ دیں گے؟ اب یقیناً آپ اسے دھکے دیں گے، چھتر یا ڈنڈے ماریں گے، اس لئے کہ آپ کہیں گے خیرات تو ہم دیتے ہیں..... لیکن خیرات گھر سے گھر میں نہیں دی جاتی، بلکہ خیرات تو گھر سے باہر دی جاتی ہے اور در سے ملتی ہے۔ خیرات گھر سے جاتی ہے، ملتی در پہ ہے۔ اے احق گھر میں کیوں گھس آیا؟ گویا جو گھر میں گھسے گا اسے چھتر پڑیں گے اور جو در پر آئے گا اسے سب کچھ ملے گا..... اور یہی ہم کہتے ہیں۔ آج تک مولویوں کی سمجھ میں نہیں آیا (میں لکھ لکھ داری دل دل آکھا) Common Sense سمجھتی ہے اس بات کو کہ جو کچھ در سے ملتا ہے آتا گھر سے ہے..... ہے نا! پیغمبرؐ نے تقریباً ۷۵ دفعہ یہ بات سمجھائی کہ علیؑ در ہے اور میں گھر ہوں در پہ آؤ گے تو سب کچھ پاؤ گے اور گھر میں گھسوں تو چھتر کھاؤ گے.....! (نعرہ حیدری)

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

ارے یہ ہجرت والی رات تو آپ نے سنا ہوگا کہ پیغمبرؐ چلے گئے، علیؑ لیٹ گئے۔ (انشاء اللہ کبھی اس لینے اور سونے پر بھی تفصیلی گفتگو ہوگی۔ وقت ہوتا ہے میرے پاس بہت محدود!) لیٹ گئے جب تو دو فرشتے اللہ نے بھیجے ایک جبرائیلؑ دوسرا میکائیلؑ! یہ دونوں فرشتے ایک حضرت کے سر ہانے اور دوسرا پاؤں کی جانب کھڑے ہو گئے اور پہرہ دینے لگے..... مگر انہیں یہاں پہرہ دینے کی کیا ضرورت ہے؟ علیؑ کو تو پہرے کی کچھ ضرورت ہی نہیں اور اگر اسے کچھ خطرہ ہوتا تو کافر اندر گھس کر اسے قتل کر دیتے، مگر اسے کوئی خطرہ نہیں۔ خطرہ تو رسولؐ کو ہے تو جہاں خطرہ ہے وہاں جا کر پہرہ دو، یہ علیؑ کے سر ہانے کیوں کھڑے ہو؟ یہی فلسفہ جبرائیلؑ سمجھاتے ہیں کہ اگر خطرہ گھر والوں کو ہو تو پہرہ در پر دیا جاتا ہے۔ (نعرہ حیدری..... صلوات)

”یا رسول اللہ! آپ اے اس قدر کیوں چوم رہے ہیں؟“

”جہمیں پتہ نہیں ہے کہ اس کا نام حبیب ہے۔ یہ مجھے بہت پیارا ہے تم دیکھتے نہیں کہ جب میرا حسین چلتا ہے تو یہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور اس کے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں سے لگاتا ہے۔“

خدا کی قسم! ہماری لاکھوں جانیں قربان ہو جائیں ایسے صحابہ کرام پر کہ جب کربلا بیان میں فاطمہؑ کا لال پورے عالم کے ظلم کا نشانہ بنا ہوا تھا اور بے ثباتی عالم کا شکار کر

”اے زمانے! تو اپنے کتنے ساتھیوں کو جدا کر دیتا ہے۔“

بہن نے جب یہ حسرت بھرے الفاظ سنے تو پوچھا:

”بھیا! آپ یہ شعر کیوں پڑھ رہے ہیں؟“

جواب میں کہا:

”زینبؓ بہن! آپ یہ آوازیں سن رہی ہیں گھوڑوں کے آنے کی..... فوجوں کی آمد کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں نا!..... یہ سب میرے خون کے پیارے چلے آرہے ہیں.....“

تو بہن نے کہا:

”بھائی! آپ کا کوئی مددگار نہیں ہے بھری دنیا میں؟“

فرمایا:

”کیوں نہیں!“

”کون ہے؟“

کہا:

”بچپن کا ساتھی میرے ناٹا کا پیارا صحابی حبیب ابن مظاہر!“

پھر پہنچ جاتا ہے کہ استاد جی یہ سوال بھی سمجھا دو..... استاد کہتا ہے کہ کل تو سمجھایا تھا آج پھر آگئے خیر! آج پھر سمجھائے دیتا ہوں..... لیکن بچہ پھر تیسرے روز بھی اگر کہتا ہے کہ استاد جی یہ سوال سمجھا دو تو استاد کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو جاتی ہیں اور تیور بگڑ جاتے ہیں وہ غصے سے دکھلا کر کہتا ہے آج تمہارا آخری دن ہے لاؤ سمجھائے دیتا ہوں، لیکن اگر تم آئندہ آئے تو مرغا بنا دوں گا۔ بچہ چونکی سر تہہ پھر آ جاتا ہے۔ استاد کہتا ہے کہ سوال تو میں تجھے بعد میں سمجھاؤں گا پہلے مرغے بن جاؤ..... احسن کہیں کے بے وقوف! تجھے کچھ بڑا دفعہ سمجھایا ہے تیری سمجھ ہی میں نہیں آتا.....!

اسی بات سے میں ڈرتا ہوں کہ جب قیامت کے دن صحابہ کرامؓ اور مولوی صاحبان اکٹھے ہوں گے تو کیا بنے گا؟..... صحابہ کرام کہیں گے:

”کیوں بھئی ملا! تجھے کچھ بڑا دفعہ سمجھایا تھا کہ مشکل حل کرنے والا وہ

دروازہ ہے مشکل حل کرنے والا وہ دروازہ ہے..... مگر تیری سمجھ میں

کچھ نہیں آتا مرغا بنو!.....“ کھلے پڑیں گے سمجھ میں نہیں آتا

تمہاری!“

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

بس یاد رکھئے کہ جتنے بھی مسئلے ہیں اسی در سے حل ہوتے ہیں..... جتنی بھی مشکلیں

ہیں اسی در سے آسان ہوتی ہیں..... کیسے کیسے جلیل القدر صحابیؓ تھے کہ جنہوں نے اس

آستانے خدا کی قسم! کپڑوں یا جھاڑوؤں سے نہیں اپنی داڑھیوں سے صفائیاں کی ہیں کہ یہ

راضی ہو گئے تو سمجھ لیں تخلیق کا مقصد پورا ہو گیا.....!

لوگ کہتے ہیں کہ صحابہؓ کا ذکر مجالس میں کیوں نہیں ہوتا؟ تو آئیے میں صحابہؓ کی

طرف چلتا ہوں۔ آپ کو ایک ایسے صحابی کے پاس لے چلتا ہوں جس کو بغیر گود میں بٹھا

کر کبھی ماتھا چومتے ہیں کبھی رخسار کو بوسہ دیتے ہیں..... کسی نے کہا:



بہن نے کہا:

”میرا نام ہی حبیب ہے۔ معاف کرنا! تم نے پہلے اپنا تعارف نہیں کروایا تھا اس لئے میں تجھے پیٹھ کر کے چلتا رہا۔ آ میرے آگے آگے چل!“

میرے نانا کے پیارے صحابی کو پہنچاؤ اور اسے ساتھ لیتے آؤ۔۔۔۔۔

”مومنہ مبارک ہو مبارک ہو!!“

بی نے حیران ہو کر پوچھا:

”خیر تو ہے میرے سر تاج! کون آیا ہے؟“

حبیب نے کہا:

”کچھ نہ پوچھو میرے گھر جبرائیل آیا ہے۔“

مومنہ بیوی نے پھر کہا:

”آخر کون ہے بتائیے تو سہی؟“

حبیب نے کہا:

”کچھ نہ پوچھ جلدی جلدی فرش بچھا میرے مولا حسین کا قاصد آیا

ہے گویا ہمارے گھر میں رحمت خدا آ گئی ہے۔“

پھر کیا تھا! پاکیزہ ترین فرش بچھایا گیا اور میاں بیوی دونوں قاصد کے استقبال کے

لئے چشم بہ راہ تھے۔ قاصد نے خط نکالا در حبیب کو دیا۔ دونوں نے آنکھیں بند کر کے خط

وصول کیا، کبھی چوما، کبھی سینے سے لگایا۔

قاصد نے کہا:

”کھول تو لو!“

حبیب نے کہا:

”جسے میرا مولا بند کرے مجھ میں اتنی ہمت کہاں کہ اسے کھولوں براہ

بہن نے کہا:

”تو پھر اسی کو بلا لیں نا! وہ اسی سرزمین عراق ہی کا تو رہنے والا ہے“

اسے خط لکھ کر کوفے سے بلا لیں۔“

مولانا نے حبیب کو خط لکھا اور ایک قاصد کے ہاتھ بھیجا کہ

”میرے نانا کے پیارے صحابی کو پہنچاؤ اور اسے ساتھ لیتے آؤ۔۔۔۔۔“

قاصد چلا کوفے میں پہنچ کر ایک دکان نظر آئی جہاں دو بوڑھے کھڑے خضاب

خرید رہے تھے۔ قاصد نے ان کے پاس جا کر پوچھا:

”کیا تم حبیب ابن مظاہر کو جانتے ہو؟“

ایک بوڑھے نے جواب دیا:

”جانتا ہوں مگر زمانہ بڑا خراب ہے تم اس کا بلند آواز میں کسی کے

سامنے نام نہیں لینا۔ ایسا کرو تم ذرا فاصلے پر چلنا اور میں آگے آگے

چلتا ہوں اس طرح میں تمہیں حبیب کے دروازے پر چھوڑ دوں گا۔“

چنانچہ بوڑھا آگے آگے چلا اور قاصد اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ جب یہ دونوں

گلی کی کمرز پر پہنچے تو بوڑھے نے پلٹ کر دیکھا اور جب وہاں کوئی آدمی نظر نہ آیا تو پوچھنے لگا:

”کہاں سے آئے ہو تم؟“

قاصد نے کہا:

”مجھے مولا حسین نے بھیجا ہے۔“

بوڑھا بولا:

”کیا تم نے میرے مولا کی زیارت کی ہے؟ تو میرے مولا کی طرف

سے آیا ہے؟“

قاصد نے کہا:

”ہاں!“



نے کہا:

”تجھے اس شہنشاہ کی قسم! پڑھ کر بتاؤ کیا بات ہے.....؟“

حبیب نے خط اٹھا کر دوبارہ پڑھنا شروع کیا:

”حبیب! میں تجھے کبھی تکلیف نہ دیتا کہ تم میری مدد کو پہنچو، مگر کیا

کردن، نینب میرے ساتھ ہے۔“

مومنہ نے کہا:

”تو پھر تیرا کیا خیال ہے؟“

حبیب کہنے لگا:

”زمانہ دشمن ہے، میں تجھے اکیلا چھوڑ کر کیسے جاسکتا ہوں؟“

حبیب نے یہ مومنہ کا امتحان لینے کے لئے کہا تھا..... بس اتنا سننا تھا کہ مومنہ کو

جلال آ گیا۔ اس نے اپنا دوپٹہ اتار دیا اور چوڑیاں اتار کر حبیب کے آگے پھینک کر بولی:

”حبیب! اگر تم نہیں جاسکتے تو میں جاؤں گی اپنے مرشد کی مدد

کیلئے.....!“

حبیب بولا:

”مومنہ! میں نے تو یہ تمہارا امتحان لینے کے لئے کہا تھا۔“

پھر حبیب نے قاصد سے کہا:

”تو گھوڑا لے کر آگے آگے چل اور میں پیچھے پیچھے آتا ہوں۔“

چنانچہ قاصد گھوڑا لے کر آگے آگے چلا اور حبیب ظالموں کی نظر سے بچتا بچتا

مقررہ مقام پر پہنچ گیا۔ وہاں جا کر دیکھا تو گھوڑے کو بھی بے قرار پایا اور غلام کو بھی.....

ظاہر ہے اگر کائنات کا شہزادہ تکلیف میں ہوگا تو کائنات کی ہر شے تکلیف میں ہو

گی۔

وہاں پر غلام گھوڑے سے کہہ رہا تھا:

کرم آپ اسے اپنے ہاتھ سے کھول دیجئے۔“

چنانچہ قاصد نے خط کھولا..... حبیب نے پڑھا، پڑھتا آیا، پڑھتا آیا..... ایک دم

حبیب کا رنگ دودھ کی طرح سفید ہو گیا۔

بیوی نے پوچھا:

”حبیب! خیر تو ہے۔“

حبیب نے کہا:

”کوئی خیر نہیں، میرے مولاً نے لکھا ہے کہ میں تجھے بلانے کی کبھی

زحمت نہ دیتا، اگر میرے ساتھ نینب نہ ہوتیں اور میرے آقا

حسین نے باپ کا نام بھی نہیں لکھا، بلکہ حسین ابن فاطمہ لکھا ہے.....

اور ماں کا نام اس وقت لکھا جاتا ہے جب کوئی مصیبت کی آخری منزل

پر ہو، میرا حسین مصیبت کی آخری منزل پر کھڑا ہے.....!“

بیوی نے کہا:

”حبیب! آگے پڑھو۔“

حبیب نے پڑھا:

”حبیب! تو میرے بچپن کا ساتھی ہے، تجھے میرے نانے نے کتنا پیار دیا

ہے، ہم ایک ہی گھر میں پلے بڑھے ہیں۔ مگر اب میں اپنا علاقہ چھوڑ کر

تیرے علاقے میں آ گیا ہوں.....“

پھر خط کا آخری فقرہ پڑھتے ہوئے حبیب کا ہاتھ کانپنے لگا اور خط ہاتھ سے گر گیا۔ زوجہ نے

حبیب سے کہا:

”خیر تو ہے حبیب! کیا کوئی ایسی خبر ہے..... مجھے بھی تو بتاؤ۔“

حبیب نے کہا:

”میں آگے نہیں پڑھ سکتا۔“

پہنچاؤ۔“

فضہؓ نے جب حبیبؓ کو نینب عالیہ کا پیغام پہنچایا تو حبیبؓ روتے روتے زمین پر گئے اور دونوں ہاتھ سر پر مار کر بولے:

”یا اللہ! علیؓ کی بیٹیوں پر یہ وقت بھی آنا تھا کہ آج میرے جیسے ادنیٰ غلام کو سلام بھیج رہی ہیں۔۔۔! نینب شہزادی! میں تو آپؐ کے در کا غلام ہوں۔“

عزیزو!

یہ تھے وہ جلیل القدر صحابیؓ۔۔۔ اور جب دسویں کا دن آیا تو صحابہؓ نے مولاًؓ کے کہنے پر نماز باجماعت کے لئے صف بندی کی تو ایک صحابیؓ مولاًؓ کے آگے کھڑا ہو گیا اور حبیبؓ نے مولاًؓ کے گرد گھوڑے کو پوری طاقت سے گھمایا کہ دشمن کے تیر آئیں تو مجھے اور گھوڑے کو لگیں اور مولانا حسینؓ اور اصحابؓ تک نہ پہنچنے پائیں۔

مومنو!

خدا کی قسم! دسویں کے دن جب حبیب ابن مظاہرؓ مولاًؓ کی مدد کرتے کرتے گھوڑے سے گر رہے تھے تو کہا:

”مولانا میرا آخری سلام!“

مولاًؓ نے دیکھا تو دوڑ کر حبیبؓ کے پاس آئے۔

حبیبؓ نے زخموں سے چور چور ہونے کے باوجود استقبال امامؓ کے لئے اٹھنے کی کوشش کی، مگر اٹھ نہ سکا۔ مولاًؓ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

”حبیبؓ! تکلیف نہ کر۔“

مولاًؓ نے کہا:

”فکر نہ کر، اگر میرا مالک مولاًؓ کی مدد کے لئے نہیں جائے گا تو میں تیری

پشت پر سوار ہو کر آقاؐ کی مدد کے لئے پہنچوں گا۔“

حبیبؓ نے بھی یہ فہرے سنے تو فوراً غلام کو آزاد کر دیا اور کربلا کی طرف رخ کر کے عازم سفر ہونا چاہا۔

غلام نے کہا:

”آقاؐ! میں بھی آپؐ کے ساتھ کربلا جاؤں گا۔“

چنانچہ دونوں نے کربلا کے میدان کا رخ کیا۔ ادھر میرے مولاًؓ نے کوفہ کی جانب سے جو گرد اٹھتی دیکھی تو کہا:

”عباسؓ بھائی! میرے بچپن کا دوست آگیا۔ عزیزو! ساتھو!! آؤ میرا

دوست آ رہا ہے اس کا شایان شان استقبال کرو۔“

سب نے کھڑے ہو کر حبیبؓ کا استقبال کیا۔ عباسؓ علمدارؓ نے علم کا سایہ لہرایا، ہر طرف سے سلام سلام کی آوازیں بلند ہوئیں۔

شہزادہ علیؓ اکبرؓ نے کہا:

”چچا میرا سلام!“

قاسمؓ نے کہا:

”چچا میرا سلام!“

سلاموں کی یہ آوازیں خیموں تک پہنچیں تو ملکہ کربلاؓ نے پوچھا:

”خیر تو ہے یہ کیسی آوازیں آ رہی ہیں۔۔۔ فضہؓ!“

فضہؓ نے عرض کیا:

”شہزادی آپؐ کے بھائی کا بچپن کا ساتھی حبیبؓ آیا ہے۔“

شہزادی نے کہا:

”اچھا تو یہ بات ہے۔۔۔ فضہؓ! جاؤ اور حبیبؓ کو میرا سلام بھی

سے باپ کا نام نکلا نہ کسی بھائی کا.....!  
 میری شہزادی نہ نبیؑ نے رو کر کہا:  
 ”بھائی حبیب! میں تیرے علاقے میں برہنہ سر ہوں تیرے علاقے  
 میں میرے سر سے چادر اتر گئی۔“

سامعین محترم!

اس قربانی کا کیا اثر ہوا.....! مولا حسینؑ نے اپنے دوست حبیبؑ کو کربلا میں  
 اپنے سزار سے پہلے جگہ دی جیسے مولاؑ کا کوئی پرائیویٹ سیکرٹری بیٹھا ہو.....! مولاؑ کی زیارت  
 ایک دفعہ ہوتی ہے مگر زائر کو حبیبؑ کی زیارت جاتے ہوئے بھی ہوتی ہے اور آتے ہوئے  
 بھی.....!

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کو اس جلیل القدر صحابیؑ کی محبت عطا فرمائے کہ جو  
 اپنی آل سمیت مولاؑ پر قربان ہو گیا۔

خدا آپ کی عبادت کو قبول فرمائے اور اس عبادت کے صدقے میں اللہ رب  
 العزت ملک اسلم صاحب کو حیاتی والا فرزند عطا فرمائے خدا ان کی گود ہری کرے تاکہ مجالس  
 کا یہ سلسلہ تا قائم قیامت چلتا رہے۔

☆●☆●☆

”حبیب! تو میرے بچپن کا ساتھی ہے اس لئے بے تاب ہو کر اٹھنے کی  
 کوشش نہ کر۔“  
 حبیبؑ نے عرض کیا:  
 ”یہ میرے سر ہانے کون آ گیا ہے؟“  
 آقا حسینؑ نے فرمایا:

”حبیبؑ سلام کر میرے نانا تشریف لائے ہیں دائیں طرف بابا  
 علیؑ ہیں بائیں طرف بھیا حسنؑ بھی موجود ہیں۔“  
 یکدم حبیبؑ نے آنکھیں کھول کر کہا:  
 ”مولا! میرے سامنے کوئی برقعہ پوش خاتون بھی موجود ہے۔“  
 مولاؑ نے کہا:

”حبیبؑ! پاؤں سمیٹ کر سلام کر وہ میری ماں زہراؑ ہیں جو تجھے لینے  
 کے لئے تشریف لائی ہیں۔“

میرے عزیزو!

یہ تھے وہ جلیل القدر صحابیؑ جن کے لئے ہماری جانیں بھی قربان ہیں۔

نیاز بیگ کے بوڑھو بچو اور جوانو!!!

میں ایک فقرہ کہتا ہوں کہ دوستی کا کیا رشتہ ہوتا ہے اعتماد کس رشتے کا نام ہے؟؟  
 میرے مولاؑ کو حبیبؑ پر اتنا اعتماد تھا اتنا ناز تھا کہ جب شام غربیاں کو فوج اشقیاء  
 یہ کہہ کر آگے بڑھی:

”ان کا کوئی نہیں رہا، انہیں لوٹ لو۔“

جیسے ہی یہ کہنے خیام کے اندر پہنچے اور کسی عالم کا نیزہ چادر کی طرف بڑھا تو منہ

نے کہا:

”نسبت میں اور مقابلے میں آگے بڑھنا میری شان کے خلاف ہے!“

نے کہا:

”یا اللہ! تو اپنے لئے کوئی عہدہ بھی نہیں لے گا؟“

نے کہا:

”ایک عہدہ میں اپنے لئے لے لیتا ہوں۔“

نے جواب دیا:

”ایک عہدہ میں اپنے لئے لے لیتا ہوں اور اور وہ ہے ولایت!“

انما ولیکم اللہ

”یعنی اللہ ولی ہے۔“

گویا جو عہدہ تمام عہدوں میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے وہ اللہ نے اپنے لئے چنا۔  
کل میں نے آپ کو بتایا تھا کہ اللہ پہلے قریب کرتا ہے اور پھر رسول بنا کر پبلک  
کے پاس دور بھیجتا ہے۔

توجہ ہے بھئی!

اور اب پڑھے لکھے افراد متوجہ ہو جائیں!

دیکھیں میرے دوست! ایک سوال ذہن میں ابھر سکتا ہے کہ دور ہونے کے کیا معنی  
ہیں؟ بھئی! اللہ تو شہ رگ سے زیادہ قریب ہے ہر جگہ موجود ہے۔ پھر اللہ سے دوری کا کیا  
مطلب ہے؟

تو میرے معزز سامعین!

سوال آیا ذہن عالی میں! اللہ تو ہے ہی شہ رگ کے قریب! پھر دوری کیسی؟

## مجلس ہفتم

سامعین محترم!

لوگوں نے کہا:

”یا اللہ! تو خود نبی بن جا۔“

اللہ نے جواب دیا:

”نبی اسے کہتے ہیں جو میرا پیغام لے کر لوگوں تک پہنچائے میں بھلا  
کسی کا پیغام لے کر لوگوں تک پہنچاؤں؟ بھائی! نبی تو میرا پیغام تم تک  
پہنچا رہا ہے۔ میں کسی کا پیغام پہنچاؤں گا! لہذا میں کس کا رسول  
ہوں؟“

پھر لوگوں نے کہا:

”یا اللہ! تو خلیفہ بن جا۔“

اللہ نے کہا:

”خلیفہ کہتے ہیں میرے رسول کے نائب کو! میں کس کا نائب ہوں؟“

پھر کہا گیا:

”یا اللہ! تو امام بن جا۔ تو آگے بطور امام ہو پیچھے صفیں بھی ہوں“

نسبت ہو آگے امام ہو پیچھے پبلک ہو۔“

یعنی ہوتا ہی وہ ہے جو علم کے قریب ہو!

ہرے معزز سامعین!

اس لئے آپ کو علم سے دور نہیں رہنا چاہئے۔ اللہ جو نظر آتا نہیں، عقل میں سماتا، تخیل وہاں تک پہنچتا نہیں۔ پھر کیسے پتہ چلے کہ وہ کون ہے؟ کیسے پتہ چلے کہ وہ کیا ہے؟ تو علم الکلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نام ہے کمال مطلق کے نقطہ اول و آخر کا! کمال مطلق نقطہ اول بھی وہی ہے اور نقطہ آخر بھی وہی ہے۔ جہاں کمال ہی کمال ہے اسے کہتے ہیں اللہ..... اور بندہ اس کے سامنے ناقص ہی ناقص، محتاج ہی محتاج ہے..... اللہ طاقت ہی طاقت ہے اور بندہ کمزور ہی کمزور ہے..... تو اللہ اور بندے میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا سج اور مٹ میں ہوتا ہے.....!

جبہ کیجئے گا مومنین!

اللہ اور بندے میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا طاقت ور اور کمزور کے درمیان ہوتا ہے، عبادت کا مطلب کیا ہے؟

عبادت کا مطلب یہ ہے جتنی دیر بندہ عبادت میں مصروف رہتا ہے اتنی دیر ناقص سے دور رہتا ہے۔ جتنی دیر وہ عبادت کرتا رہتا ہے اتنی دیر نقص سے محفوظ رہتا ہے۔ گویا نقص سے دور ہوا تو کمال کے نزدیک ہو گیا۔ (کچھ میں آ رہی ہے بات.....!)

دیکھئے! یہ منطق اور فلسفے کی باتیں ہیں، جنہیں میں نے بہت آسان کر کے آپ کے سامنے پیش کیا۔ تو اللہ اور بندے کے درمیان جسمانی فاصلہ نہیں ہے، صفات کا فاصلہ ہے۔ یعنی اللہ سچ ہی سچ ہے اور بندہ جھوٹ ہی جھوٹ ہے..... اللہ اور بندے کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا سج اور جھوٹ کے درمیان میں.....!

اب سمجھئے کہ رسول، رسول بننے سے پہلے اس نقطہ کمال کے قریب ہوتا ہے، یعنی پہلے

بھی! دوری اس وقت تک آپ کی سمجھ میں نہیں آ سکتی جب تک آپ قرب کو نہ سمجھ لیں اور جب قرب سمجھ میں آ جائے گا تو دوری بھی سمجھ میں آ جائے گی۔

بھی! قرب حاصل کرنے کے لئے آپ کیا کیا کرتے ہیں؟ عبادت کرتے ہیں مثلاً نماز ہے، فُس ہے، روزہ ہے، حج ہے، یہ بھی عبادتیں ہیں۔ لیکن یہ عبادتیں اس وقت تک نہیں ہوتیں جب تک نیت نہ ہو اور نیت کیا ہے؟

دو رکعت نماز پڑھتا ہوں واجب قربۃ الی اللہ۔

میں نماز پڑھتا ہوں تاکہ اللہ کے قریب ہو جاؤں اللہ کی قربت اور حضوری حاصل ہو جائے، لیکن جب تک نیت نہیں ہوگی نماز عبادت نہیں بنے گی بلکہ یہ Stand Sit کی ورزش بن جائے گی۔

آپ حج کرتے ہیں تو جب تک نیت نہیں کریں گے حج نہیں ہوگا۔ حج کی کیا نیت ہے؟ حج کرتا ہوں واجب قربۃ الی اللہ۔ آپ حج کس لئے کرتے ہیں؟ اسی لئے تاکہ اللہ کی قربت حاصل ہو جائے اس کے قریب ہو جائیں۔

تو میرے دوستو!

یہ قریب کے کیا معنی ہیں؟ نماز پڑھنے سے پہلے کیا آپ اور اللہ کے درمیان دس میل کا فاصلہ تھا جو قصد قربت کے بعد پانچ میل ختم ہو گئے اور آپ پانچ میل قریب ہو گئے..... حج کرنے سے پہلے آپ اور اللہ کے درمیان فاصلہ تھا جو حج کرنے کے بعد قریب ہو گئے!!

مومنین!

دیکھئے! یہ علم کلام کے مسائل ہیں اور آپ کی جو مجالس ہیں یہ جہالت کا نمونہ نہیں ہیں۔ یہ امام حسینؑ کی یونورٹی کی کلاسز ہیں، یہاں ہر مکتبہ فکر کے پڑھے لکھے افراد آتے



بھی! آپ سب حضرات جتنے بھی یہاں بیٹھے ہیں مجھے ذرا سوچ کر بتائیں کہ  
نے چالیس سال تک خاموش زندگی کیوں گزاری؟ کیا اسے معلوم نہیں تھا کہ میں نبی  
ہوں؟ جبکہ پیغمبر خود کہہ رہے ہیں:

كنت نبيا آدم بين الماء والطين

”میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی میں خمیر ہو رہا  
تھا۔“

اور دوستو چھوٹے چھوٹے نبی تو بچپن میں بولے جیسے عیسیٰ کہ میں نبی بن کر آیا  
ہوں اور کتاب لایا ہوں وغیرہ اور جو تمام نبیوں کا نبی ہے وہ چالیس سال تک کیونکر خاموش  
ہوا؟  
توجہ رہے!

یہ اللہ نے چالیس سال تک پیغمبر کو کیوں خاموش رکھا؟ اب یہاں پر ایک غلط فہمی  
پیدا ہو گئی۔ مولوی صاحبان نے کہا کہ پیغمبر کو چالیس سال تک نبوت اور قرآن کے متعلق علم  
ہی نہیں تھا۔ میں کہتا ہوں کہ میں فقہ جعفریہ کا ایک چھوٹا سا طالب علم ہونے کے ناطے سب کو  
چیلنج کرتا ہوں کہ اگر پیغمبر کو چالیس سال تک نبوت اور قرآن کا پتہ ہی نہیں تو مجھے دکھائیں  
کہ پیغمبر کا کوئی فعل چالیس سال تک نبوت اور قرآن کے خلاف گیا ہو؟

(نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت، نعرہ حیدری)

میرا یہ چیلنج تمام عالم اسلام کے لئے ہے کہ چالیس سال تک نبی کا کوئی فعل دکھا  
دیں جو قرآن و نبوت کے خلاف گیا ہو۔ اللہ نے پیغمبر کو چالیس سال تک اس لئے خاموش  
رکھا، کیونکہ عصمت عزیز تھی۔ اس لئے اللہ نے کہا:

”اے پیغمبر! چالیس سال تک خاموش رہ اور لوگوں پر اپنی ہر ادا سے  
ثابت کر دے کہ میں معصوم ہوں، حتیٰ کہ خون کے پیا سے دشمن بھی یہ

اس نقطہ کمال کے قریب ہوتا ہے پھر دور ہو جاتا ہے رسول بن جاتا ہے اور قریب رہنے کو  
کہتے ہیں ولایت! اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول رسول بننے سے پہلے ان تمام نقائص سے  
پاک ہوگا جو مخلوق میں پائے جاتے ہیں۔

اس لئے کہ اگر نبی میں عیب و نقص ہوگا تو وہ اللہ کے قریب ہی نہیں ہو سکتا۔ نقص  
کمال کے نزدیک جابجائی نہیں سکتا، کیونکہ اگر نقص کمال کے نزدیک ہوتا چلا گیا تو کمال کمال  
نہیں رہے گا۔

اس لئے نبی نبی بننے سے پہلے تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہوگا جو مخلوق میں  
پائے جاتے ہیں اور جو تمام نقائص سے پاک ہو اسی کو فقہ جعفریہ میں معصوم کہتے  
ہیں۔ (صلوٰۃ)

دیکھئے! اب میں یہ نہیں کہتا کہ پیغمبر صرف فقہ جعفریہ ہی میں معصوم ہیں، جتنی بھی  
فہمیں ہیں، ان تمام میں پیغمبر معصوم ہیں۔ جیسے فقہ حنفی ہے، مالکی ہے، شافعی ہے، ان تمام فہموں  
میں بھی معصوم ہیں اور فقہ جعفریہ میں بھی معصوم ہیں۔ پھر فرق کیا ہے؟ فرق صرف اتنا ہے کہ  
وہاں رسالت اور نبوت شرط عصمت ہے، یعنی جب نبی ہو جائے گا تو معصوم بھی ہو جائے گا۔  
بھئی!

سمجھئے گا! وہاں باقی فہموں میں جب نبی بن جاتا ہے تو معصوم بھی ہو جاتا ہے، مگر  
فقہ جعفریہ نے یہ سمجھایا کہ عصمت شرط رسالت ہے، کیونکہ جب کوئی معصوم ہوتا ہے تبھی رسول  
بنتا ہے یا جب عصمت ہوتی ہے تو رسالت ملتی ہے۔

توجہ رہے کہ نہیں!

تو وہاں رسالت پہلے ملتی ہے اور عصمت بعد میں اور یہاں عصمت پہلے ہے اور  
رسالت بعد میں.....!

ایک خرابی ہے۔“

”کیسی خرابی؟“

کہا:

”جان بوجھ کر تو نہیں لیکن کبھی کبھی بھول کر عدالت میں وہ مخالف کا ساتھ دینے لگتا ہے۔ وکیل بہت اچھا ہے۔“

کہتے ہیں:

”طبیعت خراب رہتی ہے کوئی ڈاکٹر بتائیں بہترین ڈاکٹر بہت اچھا ڈاکٹر.....!“

کہا:

”ڈاکٹر تو بہت اچھا موجود ہے سوئٹزر لینڈ کا پڑھا ہوا امریکہ کا پڑھا ہوا ہے اور پیسے بھی زیادہ لے گا لیکن ڈاکٹر بڑا اچھا ہے۔“

کہا:

”اچھا!“

اب آپ اس کے پاس جانے لگتے ہیں تو میں کہتا ہوں:

”ذرا رک جائیں ڈاکٹر بہت اچھا ہے مگر اس میں ایک خرابی ہے کبھی کبھی بھول کر دوا کی جگہ زہر لکھ دیتا ہے..... جان بوجھ کر نہیں لکھتا بھول کر!“

مزید دوستو!

آپ جائیں گے؟ آپ سن کر کہیں گے کہ

”اگر اس کبھی کبھی میں بھی آ گیا تو پھر کیا ہوگا؟“

پکار انھیں کہ یہ تو صادق بھی ہے اور امین بھی!“

توجہ ہے میرے معزز سامعین!

میں آپ کو ایک جملہ کہتا ہوں مجھے یقین ہے کہ آپ بیدار ہو جائیں گے۔ اللہ

نے کہا:

”اے میرے حبیب! پہلے قرآن سنانا نہیں چالیس سال تک پہلے

قرآن بن کر دکھادے پھر قرآن سنانا.....!“ (صلوٰۃ)

تو سرکارِ دو عالم نے پہلے چالیس سال تک قرآن بن کر دکھایا پھر قرآن سنایا۔

ارے! میں ان مولویوں سے صرف اتنا کہتا ہوں..... حالانکہ میرا یہ انداز گفتگو ہرگز نہیں ہے

لیکن جب پیغمبرؐ پہ آج آتی ہے تو سید ہونے کی حیثیت سے ظاہر ہے خون میں پھلجیل توجہ ہی

جاتی ہے۔

میرے عزیزو!

میں ان لوگوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ اے نبیؐ کی ذات پر دھبہ لگانے والو! اے

نبیؐ کی ذات میں سہو و نسیان و بشریت تلاش کرنے والو! یہ سہو و نسیان بھول جانا کہ جان

بوجھ کر تو غلطی نہیں کرتا..... کبھی کبھی بھول کر نبیؐ سے غلطی ہو جاتی ہے۔

ارے بھائی! یہ بھول جانا تو نقص ہے بھول جانا تو عیب ہے اور یہ کبھی کبھی بھول

جانا بھی غلطی ہی ہے۔

اب نیاز بیگ والوں سے بہتر کون جانتا ہے؟ آپ نے مجھ سے کہا:

”نسیم صاحب! ایک مقدمہ ہے کوئی اچھا سا وکیل دے دیں۔“

میں نے کہا:

”وکیل تو بہت اچھا ہے لندن کا پڑھا ہوا بار ایٹ لاء ہے مگر اس میں

و عمرک

”اے رسول! مجھ کو تمہاری تمام زندگی کی قسم!“

اور اللہ نے کوئی تقسیم کر کے قسم نہیں کھائی کہ مجھ کو تیری جوانی کی قسم تیرے  
بڑھاپے کی قسم تیرے بچپن کی قسم!!! بلکہ کہتا ہے تیری ساری زندگی کی قسم..... اور اگر رسول  
کی پوری زندگی میں عیب ہوتا تو اللہ پوری زندگی کی قسم بھی نہ کھاتا اور قسم کیسی کھاتا ہے:

لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد

”اے میرے حبیب! میں اس سرزمین کعبہ کی قسم تب کھاؤں گا کہ

جب تیرے قدم اس سرزمین پر پڑیں گے تیرے قدموں کے اس

سرزمین کعبہ پر پڑنے کی وجہ سے قسم کھاؤں گا۔“

میرے دوستو!

حالانکہ قدم تو لائق قسم نہیں ہوتے..... ارے بھائی! لوگ سر کی قسم کھاتے ہیں یا  
قدم کی کھاتے ہیں سر اور قدم میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا آپ کو!..... آپ ہاتھ سے کہتے  
ہیں نسیم صاحب! السلام علیکم اور میں ٹانگ سے کہتا ہوں وعلیکم السلام..... تو آپ یقیناً کہیں  
گئے بھی! بڑا بدتمیز آدمی ہے۔ ہم نے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا اور یہ جواب دیتا ہے ٹانگ سے اور  
اگر میں سر جھکا کر کہتا ہوں وعلیکم السلام تو آپ کہیں گے بھی! بڑا مہذب آدمی ہے سر جھکا کر  
سلام کرتا ہے حالانکہ دونوں چیزیں (سر اور قدم) میری ہی ہیں۔

بھائی ٹانگ بھی میری اور سر بھی میرا..... بلکہ ٹانگ میری قابلِ رحم ہے یہ میرے  
بوجھ کو لادے لادے نہیں پھرتی؟ بولو!..... یہ جو ٹانگ ہے یہی تو پورا پورا بوجھ اٹھائے پھر  
رہی ہے تو پھر آپ کو ٹانگ اٹھانے والے سے کیوں اتنی نفرت ہے؟

اب بھی نہیں سمجھ! میں سمجھا کر جاؤں گا۔ بھائی! اگر سرو والا (کپڑا) اتار کر آپ  
کے قدموں میں رکھ دوں تو ایمان سے بتائیں کہ پچھلے گناہ بھی معاف نہ کر دیں گے؟ بتائیں

یا پھر میں آپ سے کہتا ہوں:

”بھائی! مجھے اچھا سا ڈرائیور چاہئے جو مجھے فوراً نیاز بیگ پہنچایا کرے  
میں نے مجلس پڑھنی ہوتی ہے۔“

تو آپ کہتے ہیں:

”بہترین ڈرائیور ہے مگر ایک خرابی ہے جان بوجھ کر نہیں کبھی کبھی

اشارہ ادھر کا ہو تو وہ ادھر (الٹی طرف) مڑ جاتا ہے۔“

تو میں کہوں گا:

”بابا! رہنے دو ایسے ڈرائیور کو!“

آپ ذرا سوچ کر مجھے بتائیں اللہ نے آپ کو اتنی عقل دی ہے کہ آپ کبھی کبھی  
بھولنے والے کو وکیل نہیں کرتے کبھی کبھی بھولنے والے ڈاکٹر کے پاس نہیں جاتے اور کبھی  
کبھی بھولنے والے ڈرائیور کو بھی نہیں رکھتے..... تو مولویوں نے اللہ کو اتنا کم عقل سمجھ رکھا ہے  
کہ جو عالمین کی ہدایت کے لئے ایسا نبی بنا دے جو کبھی کبھی بھول جائے۔

(نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت، نعرۂ حیدری، نعرۂ صلوٰۃ)

میرے دوستو! میرے عزیزو!!

یہ کبھی کبھی بھول جانا ہی تو سب سے بڑا نقص ہے سب سے بڑا عیب ہے۔ دامن  
رسالت عیب دار ہو ہی نہیں سکتا! اگر وہ عیب دار ہوتا تو اللہ کے قریب نہ ہوتا تو میرا چیلنج ہے  
کہ اے پیغمبر کی ذات میں سہو و نسیان ڈھونڈنے والے مولوی صاحبان مجھے ذرا سوچ کر  
بتاؤ کیا کسی نے کبھی کسی عیب دار کی قسم کھائی ہے؟ کبھی کسی نے قسم کھائی ہے کہ مجھے قسم ہے  
تیری نوٹی ٹانگ کی قسم ہے تیری کافی آنکھ کی یا مجھے قسم ہے تیرے ٹیزھے منہ کی!!! ایمان  
سے بتائیں کسی نے آج تک قسم کھائی ہے کسی عیب دار کی.....!

اور خدا کیا کہتا ہے:

اس کا مقرر شدہ امام! انتہا کی بے کسی تھی کہ ادھر پیغمبرؐ نے کہا:

ایہا الناس

”میں اللہ کا رسولؐ بن کر آیا ہوں۔“

اس اتنا کہتا تھا کہ ادھر سے ابولہب بول اٹھا: ادھر سے ابو جہل پکارا اٹھا:

”آمنہ کے لال! کیا دلیل ہے تیرے پاس نبوت کی؟“

یہ سننا تھا کہ رسولؐ خاموش ہو گئے۔

وحی الہی کے بغیر نہ کلام کرنے والا نبیؐ ہمہ تن گوش ہو گیا۔

ہوائیں جھک جھک کر سننے لگیں ستارے رک رک کر دیکھنے لگے اردو

انبیاءؑ سمٹ کر قریب آ گئیں موسیٰؑ دیکھ رہے ہیں عیسیٰؑ ملاحظہ کر رہے ہیں یعقوبؑ مشاہدہ

کر رہے ہیں یوسفؑ سکتے میں کھڑے ہیں آمنہؑ کے لالؑ نے چہرہ اٹھایا ڈوبتا سورج

زیارت کے لئے پلٹ آیا پلکیں جھپکیں تو چاند شرما کر دو ٹکڑے ہو گیا قدم اٹھے تو ستارے

آسمان سے اتر کر قدم چومنے لگے۔ پیغمبرؐ نے دیکھا اور کہا:

”اے ابو جہل! اے ابولہب! تم مجھ سے رسالت کی گواہی طلب کرتے

ہو۔“

جب پیغمبرؐ نے کہا تو حدیث تھی آج سورہ یونس کی آیت بنی ہوئی ہے۔ ارشاد فرمایا:

فقد بست فیکم لعنرا من فضله آفلا تعقلون

”پوری زندگی کو سامنے رکھ دیا۔ ارے میں تم میں گھنٹوں چلا کوئی خطا

ہوئی؟ ارے! میں نے تم میں زندگی کا ایک کثیر حصہ گزار دیا اب بھی

تمہیں ہوش نہیں آئی۔ میرا بچپن تم میں گزرا تم میں بھرپور شباب کا

مالک ہوا بولو! تم نے کیا دیکھا! کوئی خطا ہوئی ہو تو بتلاؤ۔ ارے! میں تم

میں بھرپور جوانی چڑھا میری جوانی کہیں دیوانی ہوئی تو بولو! چاند پر

داغ ہو سکتے ہیں میرے چاند سے چلن پر کوئی دھبہ لگا۔ سورج

نا! کر دیں گے نا! اور اگر پاؤں والا (جوتا) اتار کر سر پر رکھ دوں تو جان نے مار ڈالیں گے نا!

دوبارہ مجلس میں گھسنے ہی نہیں دیں گے کہ وہ پاگل مولوی ہے جو پاؤں والا اتار کر

سر پر رکھ دیتا ہے۔ معلوم ہوا سر والے کی عزت ہے پاؤں والے کی عزت نہیں ہے۔

(نعرہ حیدری)

توجہ ہے کہ نہیں بھائی!

ایمان سے بتائیں قدم لائق قسم ہوتے ہیں؟ نہیں نا!..... بھائی رسولؐ کے قدموں

اور ہمارے قدموں میں فرق ہے..... ہمارے قدم اگر اٹھ جائیں تو ہم جوتیاں کھائیں اور اگر

نبیؐ سر زمین کعبہ پر قدم رکھ دیں تو اللہ قسمیں کھائے۔

میرے سنی شیعہ بھائیو!

مجھے انصاف سے بتاؤ کہ اگر نبیؐ کسی زمین پر قدم رکھے تو وہ لائق قسم بن جائے

اور اگر وہ کسی کے منہ میں زبان رکھ دے.....! (نعرہ حیدری)..... بھئی! مل کے باوازا بلند

صلوٰۃ پڑھ لیں!

توجہ ہے میرے محترم سامعین!

ظاہر ہے کیونکہ وقت کم ہوتا ہے اس لئے میں اپنے بیان کو تفصیل میں نہیں لے جا

سکتا! البتہ بیان کو ساتھ ساتھ لے کر آگے ضرور پڑھوں گا جہاں پر ختم کروں گا وہاں سے

آگے ضرور چلوں گا۔ چنانچہ آج کے بیان میں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ ارے

عزیزان محترم! وہ پیغمبرؐ کہ جسے دشمن بھی صادق و امین کہیں کہ یہ صادق بھی ہے اور امین

بھی..... داوی ابوقیس جھلک رہی تھی ایک طرف سارے کفار عرب اور دوسری طرف اکیلا

رسولؐ..... ایک طرف تمام یہود تھا اور دوسری طرف خدا کا نور! ایک طرف عوام تھے اور ایک

کہا گیا تھا اور جب گھر میں نبیؐ نے خطرہ محسوس کیا تو چھوٹے بھائی کو آواز دی:

”یا علی! ادھر آؤ۔۔۔“

بھی جب بڑا خطرہ محسوس کرے اور مشکل محسوس کرے چھوٹے کو تو اور زیادہ ڈرنا ہے۔۔۔ مگر چھوٹا علیؑ تھا۔ بڑے نے کہا:

”علی! مشکل بڑی ہے رات کو۔۔۔“

نے مسکرا کر جواب دیا:

”کوئی بات نہیں، مشکل کشا بھی تو ہوں۔“

”بہت خطرہ ہے۔“

نے عرض کیا:

”سرکار! میرے لئے کیا حکم ہے؟“

نے فرمایا:

”دیکھو! قاتلوں نے گھر کو گھیرے میں لیا ہوا ہے، تلواریں نکلی ہوئی ہیں،

خطرہ زبردست ہے۔“

لی بولے:

”تو سرکار! پھر میرے لئے کیا حکم ہے؟“

آواز آئی:

”یہ ہے میرا گھر اور یہ بستر، تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔۔۔!“

دیکھئے! لیٹنے کو کہا ہے، سونے کا نہیں کہا۔ اس لئے کہ شریعت اور شارع کوئی ایسا حکم

نہیں دیتا جو انسان کے اختیار میں نہ ہو۔

دیکھئے! انسان کے اختیار میں لیٹنا ہے سونا نہیں ہے۔ رسول پاکؐ نے حکم دیا کہ

لیٹ جاؤ، مگر حضرت علیؑ سو گئے۔ یہ سو کیوں گئے؟ حالانکہ نبیؐ کہہ رہا ہے کہ لیٹ جاؤ اور

ڈوب سکتا ہے، مگر میں گناہوں کی وادی میں کہیں ڈوبا۔۔۔! ستارے گر

سکتے ہیں، مگر میں پوری زندگی کہیں گرا۔۔۔! عتبہ! تو بول، عتبہ! تو بول، عتبہ!

ابولہب! تو بول! ابو جہل! تو بول۔“

سب نے سر جھکا لیا اور سب نے بے ساختہ کہا:

”حقیقت یہ ہے کہ اے محمدؐ! ہم نے پوری زندگی تم میں امانت اور

صداقت کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔۔۔“

دیکھئے دوستو! امانت کا تعلق کردار سے ہے اور صداقت کا تعلق گفتار سے ہے۔۔۔ تو

جس کے کردار میں کوئی عیب نہیں، جس کی گفتار میں کوئی نقص نہیں، بلکہ جس کے کردار کو

قدرت ایمان بنا دے تو اس میں نسیان نہیں آ سکتا اور جس کی گفتار کو قرآن بنا دے اس میں

ہذیان نہیں آ سکتا۔ (صلوٰۃ)

عزیزانِ من!

میں عالم اسلام کی بات ہی نہیں کرتا، بلکہ اسلام کے خلاف جتنے بھی مذاہب ہیں

اگر ان کے لیڈروں میں مجھے یہ کیریکٹر (Character) نظر آ جائے تو میں اسلام چھوڑنے

کے لئے تیار ہوں۔۔۔ اس سے بڑا امین اور کون ہوگا کہ رات کو میٹنگ ہوئی اور سرکارِ دو عالمؐ

کا گھر گھیر لیا گیا، مگر جتنے قاتل بن کر آئے ان سب کی امانتیں بھی رسولؐ کے گھر محفوظ پڑی

رہیں۔ تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ ضمیرِ شرک اور ضمیرِ کفر کو بھی یقین ہے کہ یہ رسولؐ قتل ہو سکتا

ہے، مگر امانت میں خیانت نہیں کر سکتا۔ (نعرۂ رسالت، صلوٰۃ)

کسی بھی لیڈر میں ایسا کردار دکھا دیں؟

میرے دوستو!

کیسے کیسے دلیر تھے، کتنے کتنے بہادر تھے، مگر تلواروں کی چھاؤں میں میرا مولا



اس نے آواز دے کر کہا:

”ہے کوئی دنیا میں جو یہ سونا خرید کر ہمارے حوالے کرے۔“

تو کوئی سامنے نہ آیا، مگر جبرائیل سید الملائکہ کی وردی پہن کر سامنے آیا اور کہا:

”یا اللہ! میں جاؤں آپ کے لئے یہ سونا خریدنے؟“

اللہ نے کہا:

”بات سن! تیرا کام ہے ڈاک پہنچانا، خطوں کو لے جانا، تجھے کیا معلوم

کہ خریداری کیا ہوتی ہے؟“

جبرائیل نے کہا:

”اللہ میاں تو سمجھا دے۔“

تو اللہ نے کہا:

”پہلے سونے کا وزن کرنا کہ کتنے وزن کا ہے، پھر اس کا رنگ دیکھنا کہ

کیسے ملاوٹ تو نہیں ہے۔ محبت کے کانٹے میں تول کر دیکھنا، تلواری کی

آنچ میں تپا کر دیکھنا.....“

اب جبرائیل نیچے آئے تو پہلے آ کر وزن کیا اور کہا:

”یا اللہ! وزن پورا ہے۔“

اللہ نے پوچھا:

”کتنا ہے؟“

کہا:

”پورے بارہ ماشے۔“

اللہ نے کہا:

”ذرا رنگ دیکھ کیسا ہے؟“

جبرائیل نے جو چادر ہٹا کر دیکھا تو اپنا رنگ اڑ گیا، کانپا ہوا گر گیا۔

علی سو گئے..... یہ سونا اختیار میں نہیں ہے، یہ نفس اور دل کی کیفیت پر منحصر ہے۔

محترم سامعین!

اگر نفس مطمئن ہے تو سو جائے گا اور اگر نفس مضطرب ہے تو جاگے گا، چیخے گا، چلائے گا، سوئے گا نہیں۔ (نعرۂ حیدری)

یہ شبیہ کیوں بنائی؟..... اس لئے کہ شبیہ بنانا سنت نبی ہو جائے۔ یہ شبیہ بنانے کا طریقہ ہم کو رسولؐ نے بتایا۔ باہر سر نکال کر دیکھا تو کافروں نے گھر کو گھیرا ہوا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ باہر جا کر زمین پر جھکے اور جھک کر مٹھی میں مٹی اٹھالی اور ایک بار سورۃ یٰسین پڑھ کر پھونک ماری اور مٹی اڑادی..... جتنے دشمن تھے سب ایک ایک کر کے گرتے گئے اور پیغمبرؐ ایک ایک کو پہچان کر گئے۔

اچھا ابولہب تم بھی آئے تھے، ابو جہل تم بھی آئے ہو، او بڑے میاں تم بھی شریک ہو اور یہ سب دیکھ کر اطمینان سے چلے گئے..... پیچھے علیؑ کا بھی کوئی فکری نہ رہا، اس لئے کہ مٹی سے تجربہ کر چکے تھے کہ جب تراب ان کو اندھا کر سکتی ہے تو ابو تراب کو کیا خطرہ!

(نعرۂ حیدری)

عزیزان!

رات کا سہانا وقت تھا، عروس شب مغرب کے حجرے سے نکل کر فضا کے عالم میں گلگشت کر رہی تھی، کائنات کی تمام حوریں نکل نکل کر علیؑ کا سونا دیکھ رہی تھیں اور اللہ نے آواز دے کر کہا:

”حور! قیامت میں زیور پہننے ہیں تو سونا دیکھو، کھرا ہے یا کھوتا۔“

توجہ ہے دوستو!

خدا جانے کیا قیمتی سونا تھا علیؑ کا! کہ کبھی نہ سونے والا علیؑ کے سونے پر عاشق ہو

”خریدار کون ہے؟“

نے جواب دیا:

”خریدار اتنا بڑا ہے کہ جس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے۔“

والا یہ کہہ کر کروٹ بدل کر پھر سو گیا کہ

”اگر خریدار اتنا بڑا ہے تو پھر تو بیج سے ہٹ جا! تیرے واسطے کی

ضرورت نہیں ڈائریکٹ ڈائلنگ (Direct Dialing) سے بات کر

لوں گا۔“

نے سونے والے سے خود پوچھا:

”اے سونے والے! تو اپنے سونے کا کیا لے گا؟“

نے والے نے کہا:

”تو بتا تو کیا دے گا؟“

نے کہا:

”نہیں تو بتا تو کیا لے گا؟“

نے کہا:

”نہیں تو بتا تو کیا دے گا؟“

نے کہا:

”پہلے تو بتلا؟“

س نے کہا:

”پہلے تو بتلا؟“

سودے بازی حد سے بڑھ گئی تو آخر سونے والے نے کہا:

”جو تیرا دل چاہے دے دے، جو تیری مرضی ہے دے دے۔“

اب میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ تفصیلات میں چلا جاؤں، مگر ایک فقرہ کہتا ہوں

اللہ نے کہا:

”کیوں کیا ہوا؟“

جواب دیا:

”یا اللہ! میں تو کچھ اور سمجھ کر آیا تھا، یہ تو میرا بھی استاد نکلا۔“

(نعرۂ حیدری)

اللہ نے کہا:

”اب اس طرح کر اس سے پوچھ کہ سونا بیچے گا؟“

میرے معزز سامعین!

اب ظاہر ہے کہ جبرائیلؑ بے ادبی کر نہیں سکتا، جگا سکتا نہیں، بڑے ادب سے

قریب آ کر کہتا ہے:

”اے سونے والے!.....“

سونے والے نے کوئی توجہ نہ دی۔ جبرائیلؑ نے پھر کہا:

”اے سونے والے!“

سونے والے نے کروٹ بدل کر کہا:

”کون ہے؟“

”میں ہوں جبرائیلؑ!“

”کس لئے آیا ہے؟“

کہا:

”اپنا سونا بیچنا ہے؟“

دوستو!

سونے والے نے پوچھا:

آپ نے سوچا ہو گا کہ اتنی عظیم دہن کو منہ دکھائی کے طور پر کیا دوں؟ چنانچہ  
میں ملی ہوئی جنت منہ دکھائی میں بیوی کو دے دی اور بیوی بن گئی خاتون جنت۔  
سوچا کہ میں جنت لے کر کیا کروں گی؟ آئے گی تو میرے بیٹوں کے کام.....  
میں نے اپنی زندگی ہی میں یہ جنت اپنے بیٹوں کے نام کر دی اور انتقال کروا کر رسول  
نے رجسٹر انتقال پر انتقال درج کر کے انتقال کی رسید پر مہر لگا دی:

الحسن و الحسين سیدا شباب اهل الجنة

لو میرے مومن بھائیو! حسن اور حسین ہوئے جنت کے سردار اور جب مباہلہ کا  
تو لوگوں نے علیؑ کے بیٹے کو محمدؐ کا بیٹا قرار دے دیا۔ اب علیؑ نے کیا کام کیا؟ علیؑ نے  
کھایا اور اللہ کے حضور پیش ہو کر دعا مانگی:

”یا اللہ! تو نے بیٹے دیئے تھے وہ تو ہو گئے محمدؐ کے! اب مجھے ایک ایسا  
بیٹا عطا کر جو میری صفات کا مظہر ہو..... جیسے میں نے محمدؐ پاکؐ کا  
ساتھ دیا دیسے وہ بھی محمدؐ کے بیٹوں کا ساتھ دے۔“

اللہ نے علیؑ کی دعا سن لی اور علیؑ کو علیؑ بیٹا عطا کیا..... اُم البنینؑ کے بطن طیبہ و  
سے یہ بیٹا متولد ہوا نام تھا عباسؑ..... علیؑ نے اس بیٹے کے ایک کان میں اذان دی  
دوسرے میں اقامت کہی۔ بہن دیکھتی رہی اس بیٹے کی! اور جب علیؑ نے اذان و اقامت  
دی تو شہزادی چپ کر کے عباسؑ کے پاس گئی اور اس کے کان میں کچھ کہا۔  
علیؑ نے پوچھا:

”نائبؑ بیٹا! تو نے عباسؑ کے کان میں کیا کہا ہے؟“

بہن نے جواب دیا:

”بابا جان! میں نے ماں کا پیغام پہنچایا ہے۔“

”بیٹا کیسا پیغام؟“

”اماں نے کہا تھا ام البنینؑ سے میرا بیٹا پیدا ہو گا اور جب وہ پیدا ہو

جو میری تقریر کا نچوڑ ہے۔

سونے والے نے کہا:

”جو تیری مرضی دے دے!“

دوستو!

دینے والے کی جو مرضی میں آیا دے دیا۔ دینے والے نے کہا:

”اچھا میں تمہیں دوں گا..... مگر دوں گا قیامت کے دن!“

سونے والا اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہا:

”ادھار اور اتنا لبا ادھار.....! قیامت والے دن تک کا ادھار!“

بابا بڑے سے معاملہ ہے غریب کا! ایسا نہ ہو کہ سودا ہی واپس نہ کر دے۔  
اللہ نے کہا:

”نہیں، نہیں، تو فکر نہ کر..... میں سودے کو پکا کرنے کے لئے بیعانہ  
دیتا ہوں.....“

بیعانہ سمجھتے ہیں نہ آپ؟ ٹھہری! جسے پہنچانی میں سائی بھی کہتے ہیں۔ اچھا جو بھی کہتے  
ہیں اردو میں اسے بیعانہ ہی کہتے ہیں..... بیعانہ کیا دیا؟ جنت دے دی بیعانے میں..... یہ  
جنت قیمت نہیں سودے کی بلکہ یہ تو بیعانہ ہے اور جنت تو محض مومن کی قیمت ہے جبکہ تو ہے  
امیر المؤمنینؑ یہ جنت میں تھے بیعانے میں دیتا ہوں۔ (نعرہ حیدری)

دوستو!

مل گئی جنت..... بس آج کا بیان یہیں سمیٹ لیتا ہوں۔ تھوڑے دنوں کے بعد  
اسی سونے والے کی ایک بہت بڑے گھر میں شادی ہو گئی بہت بڑے گھر میں اور دہن اتنی  
عالی شان ملی کہ اس سے عالی شان کوئی دہن ہو ہی نہیں سکتی۔

رکھی ہیں کہ کوئی آدمی بھی اگر عباسؑ کے علم تلے آ کر کوئی تمنا کرے تو فوراً اس کی تمنا پوری کرو۔۔۔۔۔ اگر وہ دنیا کے لئے فائدہ مند ہے تو دنیا میں پوری کرو نہیں تو آخرت میں اس کا اجر محفوظ کر دو۔۔۔۔۔“

میں نے حضرت آیہ اللہ سے خود پوچھا:

”یہ خصوصیت صرف حضرت عباسؑ کے روضے میں کیوں ہے کہ جو ان سے کچھ مانگے وہ مل جائے گا؟“

ان کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور کہا:

”برخوردار! اس لئے کہ حضرت عباسؑ کی کربلا کے میدان میں کوئی بھی تمنا پوری نہ ہوئی تھی۔“

سمجھ میں آئی بات! کربلا میں عباسؑ کی دو ہی خواہشیں تھیں کہ جنگ کی اجازت ملے یا بچوں تک پانی پہنچے۔ مگر دونوں خواہشیں ہی پوری نہ ہو سکیں! جنگ کی اجازت ملی اور نہ ہی بچوں تک پانی پہنچا۔

خدا کی قسم! آپ قرآن میں جب حضرت یوسفؑ کا قصہ پڑھتے ہیں کہ یوسفؑ کے لئے مصر کی عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔

غیرت مند! اگر کربلا کے میدان میں لاکھوں یوسفؑ اکٹھے ہو جاتے اور حسینؑ کے ایک یوسفؑ کی ایک ہی ادا دیکھ لیتے تو اپنے ہاتھوں سے اپنی گردنیں کاٹ لیتے۔۔۔۔۔ جب ۴۸ پیاسے بچوں کے حلقے میں دونوں گھسنے ٹیک کر ہاتھ باندھ کر اور گردن جھکا کر عباسؑ ایک تین سالہ بچی سے کہہ رہا تھا:

”میری شہزادی! اس مشک کو میرے گلے میں ڈال دو۔۔۔۔۔ اپنے ہاتھوں

سے میرے گلے میں ڈال دو میں قیامت کے دن عباسؑ بن کر دربار

خداوندی میں نہیں آنا چاہتا بلکہ سیکندہ کا ماشکی بن کر آنا چاہتا ہوں۔“

بچی نے وہ مشک عباسؑ کے گلے میں ڈال دی! عباسؑ نے بچی کو اٹھایا اور

جائے اور علیؑ اس کے کان میں اذان و اقامت دے چکیں تو تم کان میں کہنا کہ اماں تجھے سلام کہتی تھی۔“

اور اے میرے عزیز! میرے بزرگو!

کیسا مظہر العجائب بیٹا عطا ہوا! مظہر العجائب کو! علیؑ کو خدا نے علیؑ بیٹا دیا۔۔۔۔۔ جیسے محمدؐ کے ساتھ علیؑ رہے ویسے ہی محمدؐ کے بیٹوں کے ساتھ علیؑ کا بیٹا عباسؑ رہا اور اس طرح رہا کہ اگر کسی کو خط لکھیں تو کاتب عباسؑ، اگر کسی سے بات کریں تو بولنے والا عباسؑ اور اگر کسی کو پیغام پہنچانا ہو تو پیامبر عباسؑ۔۔۔۔۔! اور کربلا کے میدان میں حسینؑ کے بچوں کا بہلاؤ عباسؑ!۔۔۔۔۔ بیبیوں کا سہارا عباسؑ!

میرے دوستو!

کربلا کے میدان میں جتنی یہ بیاں تھیں ان سب کو یہ اطمینان تھا کہ جب تک عباسؑ زندہ ہے کون ہے جو ہمارے سروں کو دیکھ سکے؟ کسی کی کیا مجال ہے کہ ہماری چادروں کی طرف آنکھ بھی اٹھا سکے۔

میرے محترم سامعین!

مجھے افسوس ہے کہ میں تفصیل میں نہیں جاسکتا، ورنہ گھنٹوں گزر جائیں اس شہزادے کا تذکرہ کرتے کرتے۔۔۔۔۔!

احادیث میں اور فرامین آئمہؑ میں بھی یہ بات درج ہے کہ عباسؑ کے القاب ہیں باب الحوائج، باب المراد۔۔۔۔۔ اور میں نے حضرت آیہ اللہ ابوالقاسم خوئیؑ سے جو ہمارے مجتہد اعظم رہے ہیں سنا ہے:

”اللہ نے عباسؑ کے روضے میں چند مخصوص فرشتوں کی ڈیونیاں لگا

حسینؑ کی طرف چل پڑا۔ حسینؑ نے جو دور سے آتے ہوئے دیکھا تو کہا:  
 ”عباسؑ! اب سفارشی کو ساتھ لے کر آ گیا ہے۔“  
 پھر حسینؑ نے بیٹی کا ہاتھ چوم کر کہا:  
 ”سیکنہ! تیرے کہنے پر میں عباسؑ کو جانے کی اجازت تو دے دیتا  
 ہوں مگر بعد میں تو عباسؑ کو یاد بہت کرے گی تو اپنے چچا کو بڑا یاد  
 کرے گی۔“

حسینؑ کی طرف چل پڑا۔ حسینؑ نے جو دور سے آتے ہوئے دیکھا تو کہا:  
 ”عباسؑ! اب سفارشی کو ساتھ لے کر آ گیا ہے۔“  
 پھر حسینؑ نے بیٹی کا ہاتھ چوم کر کہا:  
 ”سیکنہ! تیرے کہنے پر میں عباسؑ کو جانے کی اجازت تو دے دیتا  
 ہوں مگر بعد میں تو عباسؑ کو یاد بہت کرے گی تو اپنے چچا کو بڑا یاد  
 کرے گی۔“

اور عباسؑ سے کہا:  
 ”عباسؑ جاؤ! مگر یاد رکھنا کہ جنگ کی اجازت نہیں۔“  
 بھائی! مجھے کوئی ایسا جوان دکھا دیں اتنا اطاعت گزار اتنا اطاعت گزار! میں  
 یہاں عباسؑ کے لئے ایک فقہرہ کہنا چاہتا ہوں کہ حسینؑ نے دنیا میں وہی کچھ کیا جو اللہ نے  
 کہا اور عباسؑ نے وہی کچھ کیا جو حسینؑ نے چاہا۔  
 جب اس نے کہا ہے نا! کہ جنگ نہیں کرنی تو عباسؑ نے گھٹنے کے زور سے تلوار کو  
 توڑ کر کہا:

”یہ لو بھائی! ہو سکتا ہے کہ مجھے جوش آ جائے اور میں لڑنا شروع کر  
 دوں۔۔۔۔۔ یہ لو تلوار لے کر ہی نہیں جاتا۔“

یہ کہہ کر خیموں کی طرف چل دیا۔ بہنوں کو سلام کیا اور اس کے بعد اپنی چھوٹی بھتیجی  
 کا منہ چوم کر اسے بی بی فضہؑ کے حوالے کر دیا۔ فضہؑ نے بچی کو لیا اور خیمے کے در پر کھڑی ہو  
 گئی۔ عباسؑ نے اجازت چاہی، بھتیجی نے چچا کو رخصت کیا۔۔۔۔۔ جس ہزار فوج میں سے گزرتا  
 ہے تلوار ہاتھ میں نہیں ہے، علم اور مشک کو ہاتھ میں تھا اور ایسے نکلا کہ مورخین کا فقہرہ ہے کہ  
 بجلی کی چمک کی طرح عباسؑ دشمن کی فوج سے گزر گیا۔ فضہؑ دیکھ کر بھاگی بھاگی خیمے کی طرف  
 گئی اور جا کر کہا:

”سیدانو! جلدی آؤ! غیر سیدانو! جلدی آؤ! تم کہا کرتی تھیں نا! کہ بابا

عباسؑ نہ فرات پر پہنچے مشک اتار کر بھرنا چاہی تو دونوں ہاتھ بھیگ گئے۔۔۔۔۔ اب  
 میں اتنا دم خم تو ہے نہیں کہ آپ کی عقیدت کو دیکھ کر پڑھتا چلا جاؤں۔ صرف ایک فقہرہ  
 کرتا ہوں جو اس شہزادے کی شہادت کی روح ہے۔۔۔۔۔ جب عباسؑ کے دونوں ہاتھ  
 تو ٹھنڈی سانس نکل گئی۔ ہاتھ زرہ سے صاف کئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا  
 دینے لگا۔ یہ دنیا کی انوکھی اور عجیب تر دعا تھی:

”میں بچی کے لئے پانی بھرنے آیا تھا اور میرے دونوں ہاتھ بھیگ  
 گئے اور ایسے عالم میں بیٹھے کہ ابھی سیکنہ کے ہونٹ خشک ہیں اور یہ  
 میری وفا کے دامن پر دھبہ ہے۔ اب میری دعا ہے کہ پانی لے کر  
 جاتے وقت جب حسینؑ آقا سے میرا سامنا ہو تو یہ ہاتھ میرے ساتھ  
 نہ ہوں مجھے یہ ہاتھ نہیں چاہئیں۔“

بس یہ دعا مانگ کر چل پڑا۔ اللہ نے دعا قبول کی ایک ہاتھ گیا، پھر دوسرا ہاتھ گیا  
 علم جھکنے لگا۔ بی بی زینبؑ فضہؑ نے علم کو جھکتے ہوئے دیکھا تو کہا:  
 ”حسینؑ بھائی! علم جھک رہا ہے۔“

حسینؑ نے جواب دیا اور جو جواب دیا وہ انسانیت کی معراج ہے کہا:  
 ”بہن! علم تو جھکتا دیکھ رہا ہوں، مگر بات یہ ہے کہ میری کمر بھی علم کے  
 ساتھ ساتھ ہی جھک گئی ہے۔“



”عباس! میں آگیا۔“

نے کہا:

”مولاً! میری ایک گزارش ہے۔“

چھا:

”کیا؟“

رض کیا:

”مولاً! زین العابدینؑ کو میرا سلام کہئے گا اور کہنا کہ تیری امامت کا

اقرار کر کے اس دنیا سے جا رہا ہوں۔“

پھر ایک عجیب و غریب خواہش کی۔ (اب اگر سن سکو تو وہ خواہش بھی بیان کر

دوں!) کہا:

”زین العابدینؑ ہر ایک کی قبر بنائے گا اور ہر ایک کی قبر پر ہر ایک کا

نام لکھے گا تو اسے کہنا کہ میری قبر پر میرا نام نہ لکھے۔ صرف اتنا لکھے

کہ وہ ماشکی جو پیاسا مر گیا..... یہ اس ماشکی کی قبر ہے جو پیاسا مر گیا۔“

زین العابدینؑ کو یہ نصیحت یاد رہی اور جب وہ مدینے گیا تو بشیر نے آواز دی:

ذبح حسینؑ کربلا

”حسینؑ کربلا میں شہید ہو گئے۔“

بشیر کہتا ہے کہ مجھے وہ منظر کبھی نہیں بھولے گا کہ جب میں نے آواز دی تو ایک گھر

کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک سفید بالوں والی خاتون نکلی اور اس کے ساتھ ماتھے پر پٹی

باندھے ہوئے ایک بچی باہر نکلی اور پوچھ کر کہتی ہے:

”کون مارا گیا؟“

میں نے کہا:

”حسینؑ کربلا میں بے جرم و خطا مارا گیا۔“

محترم سامعین!

ہماری جانیں قربان ہو جائیں علی کے اس علی بیٹے پر کہ ہاتھ بھی نہ رہے تو دانتوں سے منک کو پکڑ لیا اور اسے سینے کی ایک جانب کر لیا۔ جدھر سے تیر آتا عباسؑ منک کو پچاتا اور سینہ آگے کرتا تا کہ منک بچ جائے تیر منک پر لگا تو اس ٹوٹ گئی۔

خدا کی قسم! رکاب پر پاؤں رکھ کر زور دے کر زمین پر گرنے سے پہلے ایک دفعہ خیمے کی طرف دیکھا..... اگر برواشت کر سکو تو ایک فقرہ اور کہتا ہوں! جب عباسؑ نے خیمے کی طرف دیکھا تو سیکنہ نے تڑپ کر کہا:

”اماں فضہ! مجھے چچا عباسؑ نظر نہیں آ رہے۔“

فضہؑ نے بچی کو اٹھا لیا۔ بچی نے آخری دفعہ چچا کو دیکھا چچا نے آخری دفعہ بھتیجی کو دیکھا پھر دونوں کی ملاقات نہیں ہوئی..... کیوں؟ چچا نہر پر رہ گیا..... بھتیجی شام چلی گئی..... چچا نہر سے نہ آیا..... بھتیجی شام سے نہ آئی۔

میرے عزیزو!

خدا آپ کو شام لے جائے آج بھی سیکنہ کی قبر اداس ہے..... ایسا لگتا ہے کہ جیسے سیکنہ آج بھی چچا کے انتظار میں ہے۔

میں نے جب سیکنہ کی قبر پر مصائب پڑھنا شروع کیا تو خدا کی قسم! ایک مجتہد تڑپ اٹھا اور کہا:

”نسیم عباس! اس بچی کی قبر پر عباسؑ کی شہادت نہ پڑھنا! اگر تو نے

عباسؑ کی شہادت پڑھ دی تو اس قبر میں زلزلہ آ جائے گا۔“

تو میرے عزیزو!

حسینؑ پہنچا تو ہے عباسؑ کے پاس..... اور عباسؑ کے پاس جا کر کہتا ہے:

بوڑھا کمر پکڑ کر اٹھا اور کانپتے ہاتھ ماتھے پر رکھ کر کہا:  
”دادی میرا سلام! دادی میرا سلام!“

بوڑھی نے کہا:

”تو کون ہے؟“

کہا:

”دادی مجھے پہچان! میں زین العابدین ہوں، میں سید الساجدین ہوں۔“

ضعیفہ خاتون نے ایک دم چونک کر کہا:

”۲۲ سال کی عمر میں سفید بال۔“

کہا:

”دادی! عباسؑ نے بڑا کمال کیا!..... بڑا کمال کیا تیرے عباسؑ نے ایسے بیٹے ماؤں نے پھر پیدا نہیں کرنے۔“

علیؑ کی بیوہ نے جواب دیا:

”یہ بتا میرا حسینؑ کہاں ہے؟ جلدی بتا میرا حسینؑ کہاں ہے؟“

اتنا کہنا تھا کہ ایک بچے نے دامن کو ہاتھ سے پکڑ لیا۔

ضعیفہ نے پوچھا:

”تو کون ہے؟“

کہا:

”دادی پہچان! میں تیرا فضلؑ ہوں۔“

کہا:

”فضلؑ! تو آ گیا ہے..... یہ بتا سیکھ کہاں گئی؟“

اور عزیزو!

بیان میرا ختم ہو گیا..... امامؑ نے پھر کہا:

انہوں نے پوچھا:

”کوئی آیا بھی ہے۔“

میں نے کہا:

”ہاں!“

خاتون نے پوچھا:

”کون؟“

میں نے کہا:

”شہر سے باہر خیمے لگے ہیں۔“

بشیر کہتا ہے کہ اس خاتون نے مجھ سے کہا کہ

”تو آگے آگے چل اور میں جا کر ملتی ہوں۔“

سفید بال چہرے پر کمر جھکی ہوئی، بیمار بچی ساتھ خیموں کے قریب آ کر بشیر نے

کہا:

”بی بی! آپ اس خیمے میں چلی جائیں، آنے والے اس خیمے میں

ہیں۔“

وہ بوڑھی خاتون آگے بڑھی تو کیا دیکھا، ایک سفید بالوں اور سفید داڑھی والا بیمار

آدمی کمر بکڑے ہوئے خیمے کے در پر بیٹھا ہے۔ بوڑھی خاتون نے کہا:

”یا شیخ! اے بوڑھے! یہاں سے ہٹ، میں اندر جانا چاہتی ہوں۔“

بوڑھے سے نہ اٹھا گیا..... تو پھر کہتی ہے:

”تجھے پتہ نہیں کہ میں علیؑ کی بیوہ ہوں، راستے سے ہٹ جا۔“

بوڑھے سے پھر بھی نہ اٹھا گیا، تو جلال میں آ کر کہتی ہے:

”او بوڑھے! تجھے معلوم نہیں کہ میں عباسؑ کی ماں ہوں، راستے سے

ہٹ جا! میں خیمے کے اندر جانا چاہتی ہوں۔“

”اماں! بہت خوش!“

چھا:

”کیسے؟“

”اماں! راستے میں سپاہی باتیں کر رہے تھے کہ عرس سعد شمر سے پوچھ رہا تھا کہ جب تیرا خنجر حسینؑ پر چل رہا تھا تو حسینؑ کیا کہہ رہا تھا؟ تو اس نے کہا کہ جب پہلی ضرب چلی تو اللہ کو یاد کیا، دوسری ضرب چلی تو ناتا کو یاد کیا، تیسری ضرب چلی تو اماں کو یاد کیا، جب تیرھویں ضرب میں میں نے سراقہ کو جدا کیا تو زخمی ہو نہ ہلا کر کہا، عباسؑ عباسؑ“

عباسؑ!“

ساری زندگی ام البنین روتی رہی کہ عباسؑ اگر تونچ جاتا تو میرا حسینؑ نہ مارا جاتا۔

☆●☆☆☆

”دادی! تیرے عباسؑ نے کمال کر دیا۔“

کہا:

”میں عباسؑ کا نام سننے نہیں آئی، یہ بتا میرا حسینؑ کہاں ہے؟“

کہا:

”تیرے حسینؑ پر مصیبت کی انتہا گزر گئی۔“

پوچھا:

”کیا گزر گئی.....“

”مصیبت کی انتہا گزر گئی۔“

پوچھا:

”وہ کیسے؟“

کہا:

”وہ ایسے کہ زینبؑ نے رکاب پکڑی اور تیرا حسینؑ زین پر بیٹھا۔“

بس اتنا سنا..... کیا کہا:

”زینبؑ نے رکاب پکڑی اور حسینؑ گھوڑے پر بیٹھا!.....“

پھرام البنینؑ نے نجف کی طرف آواز دے کر کہا:

”یا علیؑ! تو، تو عباسؑ کو وفادار کہتا تھا، کیوں زینبؑ رکابیں پکڑتی

رہی؟“

زینبؑ نے کہا:

”اماں! تو میرے عباسؑ کے شکوے نہ کر، عباسؑ تھا ہی نہیں۔“

پھر پوچھتی ہے:

”اچھا! یہ بتا، میرے عباسؑ سے حسینؑ خوش تو ملیا۔“

کہا:

م تو فطری عمل ہے۔ اگر کسی ماں کا خدا نخواستہ جوان بیٹا مر جائے تو آپ اسے رونے سے روک سکتے ہیں نہ سینے پر ہاتھ مارنے سے منع کر سکتے ہیں اس لئے کہ یہ فطری امر ہے۔ اسلام اور فقہ جعفریہ کا کوئی کام بھی فطرت کے خلاف نہیں ہے۔ یہ جو آپ کا ہاتھ سینے تک جاتا ہے وہ کس لئے؟ کیونکہ ہمارے دل پر بہت گہری چوٹ لگی ہوئی ہے۔ اس سے گہری چوٹ اور کیا ہوگی کہ ہمارے پیغمبر جنہوں نے پتھر کھا کر ہمیں انسان بنایا..... اور یہاں تک کہ ایک جنگ میں ایک کافر عورت کو رسی سے باندھ کر لایا گیا تو حضورؐ نے فرمایا:

”بلال تو حبشی ہے نا! اسی لئے تیرا دل اتنا سخت ہے فوراً اس عورت کے ہاتھ پاؤں کھول اور اپنی عبالے کر اس کے سر پر ڈال.....“

صحابہ نے کہا:

”یا رسول اللہ! یہ تو کافر کی بیٹی ہے۔“

حضورؐ نے فرمایا:

”میں انسانیت کا درس دینے آیا ہوں بیٹی چاہے کافر کی ہو یا میری اس

کی آمد اور اس کی عزت ہم سب کا سرمایہ ہے۔“

اب اس سے بڑی چوٹ اور کیا ہوگی کہ جو پیغمبرؐ بیٹیوں کی عزت کا درس دیتا ہے اس کی اپنی بیٹی کے سر سے چادر چھن جائے اور جس کے بچوں اور بھائیوں کو اس کے سامنے ذبح کیا جائے اور وہ کہتی رہے:

”لوگو! میں محمدؐ کی بیٹی ہوں میں تمہارے پیغمبرؐ کی دختر ہوں۔“

اس سے تڑپا دہ چوٹ کی بات اور کیا ہوگی؟

بس میرے دوستو!

یاد رکھئے گا کہ جب چند دن صرف چند دن جناب یعقوبؑ کی آنکھوں سے جناب یوسفؑ کو چھپا دیا گیا تھا حالانکہ یعقوبؑ نبی تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ

## مجلس ہشتم

حضرات گرامی قدر!

خداوند عالم بحق چہارہ معصومین پیاروں کو شغائے کاملہ عطا فرمائے۔ خصوصاً ملک اسلم صاحب کے والد گرامی کو شغائے کاملہ و عاجلہ عطا کرے ان کی والدہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور خداوند عالم ملک اسلم کو ان کا صحیح جانشین عطا فرمائے ان کی گود آباد فرمائے۔ میں آپ کی واجب الاحترام خدمت میں یہ گزارش کروں کہ میں نے اپنے محدود علم مطابق کچھ بتانے کی کوشش کروں گا.....

گزارش یہ ہے کہ کسی عزیز نے مجھ سے ماتم کی وضاحت طلب کی ہے جبکہ مجھے افسوس ہے کہ میری آواز میرا ساتھ نہیں دے رہی اور میرے پاس وقت بھی مختصر ہوتا ہے میں تفصیلات میں تو جا نہیں سکتا۔ صرف اتنا عرض کروں کہ یہ جو ماتم کے متعلق سوال ہوا ہے تو اسلام وین فطرت ہے..... لفظ سمجھ میں آیا کہ اسلام وین فطرت ہے اور ماتم عین فطرت ہے۔ لمبی چوڑی بحثیں مجھے آتی نہیں یہ جا کر علماء سے کیجئے گا..... میں تو بڑی محدود سوچ اور مختصر علم کا آدمی ہوں۔ میرا جواب بس یہی ہے کہ اسلام وین فطرت ہے اور ماتم انسانی فطرت ہے۔ اس لئے کہ جب آپ کو پاؤں پر چوٹ لگتی ہے تو ہاتھ فطری طور پر وہاں پہنچ جاتا ہے اور درد والی جگہ کو ملتا ہے تاکہ درد کم ہو جائے۔ اسی طرح اگر ماتھے پہ چوٹ لگتی ہے تو ہاتھ فطرتاً وہاں پہنچ جائے گا اور اگر چوٹ دل پر لگے تو ہاتھ فطری طور پر وہاں پہنچے گا..... یہ

کا گواہ بن کر جا..... تو پیغمبر گواہ بن کر آئے پورا قرآن گواہوں سے بھرا پڑا ہے کہ کہاں  
اور کون کون گواہ بن کر آئے۔

ہے نا، میرے دوستو!

غور سے سن لیں!..... ایک نبی کی عصمت خطرے میں پڑ گئی، کون سا نبی؟ جس  
میں نے ابھی ذکر کیا، جس کے لئے یعقوب جیسا نبی رویا۔

جناب یوسف کی عصمت خطرے میں پڑ گئی، جب عزیز مصر کے محل میں عزیز مصر  
الہیہ نے یوسف کے حسن سے متاثر ہو کر اس کا تعاقب کیا اور یونہی یوسف کے دامن کو  
پڑنا چاہا تو سامنے سے عزیز مصر آ گیا..... یکدم وہ سامنے آ گیا جس کی وہ بیوی تھی، جس کی  
ایہ تھی..... قرآن گواہ ہے کہ زلیخا نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا کہ تیرا کیا خیال ہے اس  
فحش کے بارے میں جو تیرے اہل کے ساتھ برائی کا ارادہ رکھتا ہو؟ جناب یوسف خاموش  
کھڑے ہیں، قبل اس کے کہ عزیز مصر کوئی حد جاری کرے پاس ہی گہوارے میں ایک بچہ  
پیدا ہوا تھا جو گواہ صفائی بن کر بول پڑا۔

عزیز مصر! تیری ملکہ سچی ہے یا یوسف؟ یہ دیکھنے کے لئے چاک دامانی دیکھئے، پاک  
دامانی کا پتہ چل جائے گا..... اگر دامن آگے سے چاک ہے تو یوسف جھوٹا ہے اور یہ مجرم  
ہے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس کا تعاقب کر رہا تھا اور وہ ہاتھ سے دامن چھڑا رہی  
تھی اور اگر دامن پیچھے سے چاک ہے تو زلیخا جھوٹی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تعاقب  
کر رہی تھی اور یوسف ہاتھ سے دامن چھڑا رہے تھے۔

آگے جا کر جناب یوسف کو پریشانی ہوئی کہ میرا جانشین کون ہوگا؟

تو آواز آئی:

”یوسف! تو فکر نہ کر، وہ جس نے بچپن میں تیری عصمت کی گواہی

دی۔“

یوسف بادشاہ مصر ہے، لیکن انہوں نے رو رو کر اپنی آنکھیں سفید کر لیں۔ قرآن میں ارشاد  
ہے کہ وہ کہتے تھے ہائے یوسف! ہائے یوسف!..... اور اتاروئے اتاروئے کہ رو رو کر اپنی  
آنکھیں سفید کر لیں اور صفا پر جو الف ہے علماء سے پوچھ لو اسے نقطہ نہ کہتے ہیں..... تاریخ  
میں لکھا ہے کہ جس لفظ پر یہ الف آتا ہے تو اس وقت تین طریقوں سے ہاتھ مارتے ہیں۔  
تاریخ گواہ ہے کہ جناب یعقوب جب روتے تھے اور اس طرح ہاتھ مار کر کہتے تھے:

”ہائے یوسف“ ”ہائے یوسف“ ”ہائے یوسف“!!!!.....

تو اسی طریقے سے اظہار غم کو ماتم کہتے ہیں جو سنت نبی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ حسین زندہ ہے اور تم زندہ کا ماتم کیوں کرتے ہو؟ تو اس سے پوچھو  
کہ کیا یوسف خدا خواستہ مر گئے تھے جو یعقوب روتے تھے..... یوسف نبی بھی ہے بادشاہ  
بھی ہے اور ایک نبی کا محبوب بھی ہے۔ اسی طرح حسین زندہ بھی ہے بادشاہ بھی ہے اور  
صرف آخری نبی ہی کا نہیں تمام انبیاء کا محبوب بھی ہے۔ (صلوٰۃ)

میں نے عرض کیا کہ یہ موضوع میرا نہیں ہے، میں تو کسی اور موضوع پر گفتگو کرنا  
چاہتا تھا اور اگر اب بھی میرے دوست کا دل مطمئن نہ ہوا ہو تو عشرے کے بعد میں یہیں  
لاہور ہی میں ہوں آجائیں میرے پاس! میں کتابوں سے پڑھ کر بتاؤں گا کہ اصحاب نے  
کہاں کہاں ماتم کیا ہے؟ ماتم تو آل کی بھی سنت ہے نبیوں کی بھی سنت ہے اور اصحاب کی  
بھی سنت ہے۔

اب میں آج کے بیان کو کل کے بیان سے ملاتا چلوں کہ اللہ رب العزت نے محمد  
مصطفیٰ کو خاتم النبیین بنا کر اس دنیا میں بھیجا اور ارشاد فرمایا:

یا ایہا النبی انا ارسلناک شاحداً

”اے نبی! ہم نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا۔“

اس کا مفہوم خود اللہ کی ذات نے واضح فرمایا کہ میں اللہ کی کو نظر آتا نہیں، عقل  
میں سامتا نہیں، کیسے کوئی دیکھے کہ میں کون ہوں؟ کیسے کوئی جانے کہ میں کون ہوں؟ تو میرے



”ہم یہودی سہی مگر آسمانی کتابوں پر ہمارا بھی اعتقاد ہے آسمانی کتابیں ہم نے بھی پڑھی ہیں۔ یہ بچہ کہہ رہا ہے کہ میں نبی بن کر آیا ہوں اور یہ ہم بھی جانتے ہیں کہ جو بچہ نبی بن کر آیا ہو اس کے ماں باپ غلط یا گنہگار نہیں ہوں گے۔“

مرامی آپ نے!

تو جب رسول اسلام نے اعلان رسالت کیا تو صرف کافروں نے رسول ماننے لگا کر دیا۔ انہوں نے کہا:

ویکون الذی کافر و مرسل  
”ہم تو تمہیں رسول ماننے ہی نہیں۔“

کالال کہے:

”میں رسول ہوں۔“

نیل:

”ہم ماننے ہی نہیں۔“

قدرت آئی:

”اے میرے حبیب! تو گھبرا نہیں!

قل کفی باللہ شہیداً بینی و بینکم ومن عنده علم الکتاب  
اے رسول! تو گھبرا نہیں تیری رسالت کے دو گواہ ہی کافی ہیں ایک میں اللہ اور ایک وہ جس کے پاس الکتاب کا سارا علم ہے۔“

کیجئے گا سامعین!

اللہ نے دوسرے گواہ کا نام لیا؟ نہیں!..... کیونکہ اگر نام لے دیتا تو اس نام کے نبی

ایک تو یہ گواہ تھا اور دوسرا کون گواہ تھا؟ ایک معصوم بی بی کی عصمت خطرے میں پڑ گئی۔ یہودیوں نے کہا:

”مریم! تیری ماں ایسی تھی نہ باپ تو یہ بچہ کہاں سے لے آئی ہے؟“

مریم خاموش رہیں البتہ قرآن کہتا ہے کہ ارشاد بانی ہوا:  
”تو اس بچے کی طرف اشارہ کر!“

وہ کہنے لگے:

”تو ابھی تک باز نہیں آئی، ہم اس بچے سے جو گوارے میں ہے اور

ابھی انگوٹھا چوس رہا ہے اس سے کیا پوچھیں؟“

تو جناب عیسیٰ، جناب مریم کے گواہ صفائی بن کر بولے:

”خاموش! میں اللہ کا بندہ ہوں کتاب لایا ہوں، نبی بن کر آیا ہوں۔“

دیکھو دستو! ذرا سی آپ توجہ کریں میری آواز میں تو اتنا دم خم نہیں کہ زور سے بولوں..... عیسیٰ نے گواہی دی۔ یہودیوں نے الزام لگایا تھا ماں کی عصمت پڑ ماں کے کردار پر مگر یہ کیسا گواہ ہے کہ جو ماں کی بات نہیں کر رہا اپنی تعریف کئے جا رہا ہے کتاب لایا ہوں اللہ کا بندہ ہوں، نبی بن کر آیا ہوں.....

اور سب یہودی چپ ہو گئے..... مجھے کسی تفسیر میں نہیں ملا کہ یہودیوں نے کوئی اعتراض کیا ہو..... دیکھو! ایک بچے نے تمام یہودیوں کو اپنی تعریف سنا کر خاموش کر دیا۔ یہودیوں نے الزام لگایا تھا ماں کے کردار پر مگر وہ اپنی تعریف کرتا رہا، ماں کے کردار کے بارے میں کچھ بات نہیں کی۔

میں آپ لوگوں کی طرف سے یہودیوں سے پوچھتا ہوں کہ

”تمہارا دماغ خراب ہو گیا؟ ایک بچے نے تم کو پاگل بنا دیا!“

یہودیوں نے کہا:

قل كفى يا الله شهيداً بيني وبينكم ومنه عنده علم الكتاب

تیری رسالت کے دو گواہ کافی ہیں ایک میں اللہ اور دوسرا وہ جس کے پاس سارے ان کا علم ہے..... اللہ نے رسول کو نبی کب بنایا؟ آدم کے تخلیق ہونے سے ۱۴ ہزار سال..... ایک دیگر روایت میں آیا ہے کہ آدم کی تخلیق سے دو لاکھ سال پہلے..... نہیں سمجھے تو سمجھئے! آدم کی تخلیق سے دو لاکھ سال پہلے اللہ نے رسول کا نور بنایا اور نبوت اس کے لئے کر دی..... چنانچہ اللہ بنا بھی رہا تھا اور نبوت بھی دے رہا تھا اور آنکھوں سے دیکھ بھی رہا تھا، چنانچہ وہ تو ہو گیا شہید..... شہید اسے کہتے ہیں جو دیکھ کر گواہی دے۔ اللہ نبی کو تخلیق ہی کر رہا تھا اور دے بھی رہا تھا اور دیکھ بھی رہا تھا۔ یہ تو ہو گیا ایک گواہ دو لاکھ سال پہلے اور دوسرے گواہ کو مکہ میں پتہ چل گیا۔

بھئی! توجہ کیجئے گا!

دوسرے گواہ کو مکہ میں علم ہوا کہ جب رسولؐ نے دعویٰ رسالت کیا تو وہ آثار دیکھ کر اور علامات سے پہچان کر گواہی دے گا تو وہ کیا ہوگا؟ شاہد! مگر اللہ کہہ رہا ہے کہ وہ بھی شہید ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ گواہ بھی اللہ کے ساتھ رسولؐ کا بننا اور اسے نبوت کا ملنا، چشم خود دیکھ رہا تھا اس لئے وہ بھی چشم دید گواہ ہے۔ آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو وہ بھی شہید ہے..... (نعرہ حیدری) تو یہ ہے محترم دوستو! اصل حقیقت۔

عزیزو!

میری سمجھ میں یہ مسئلہ نہیں آیا کہ جب کے مگر نبیؐ نے اعلان رسالت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

”تیرے دو گواہ ہیں ایک میں اور دوسرا وہ کمر جس کے پاس الکتاب کا سارا علم ہے۔“

اور کھڑے ہو جاتے کہ اللہ نے میرا نام لیا، مگر صفات پیدا کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس شخص کو مراد لیا جو اس صفت کا مالک ہے اور وہ صفت کیا ہے؟ جس کے پاس الکتاب کا سارا علم موجود ہے۔

وستان محترم!

آج میں ایک اور علمی مسئلہ حل کر دوں گا، اللہ نے گواہ کے لئے دو صفتیں بیان کیں، جب اپنا گواہ بنایا تو پیغمبرؐ کا بتایا کہ یہ شاہد ہے اور جب پیغمبرؐ کی باری آئی تو دو گواہ رکھ دیئے کہ ایک میں گواہ ہوں اور دوسرا گواہ ہے جس کے پاس الکتاب کا سارا علم موجود ہے اور اس کا نام رکھا شہید..... پیغمبرؐ کو کہا شاہد اور اس کو کہا شہید۔

اب پڑھے لکھے افراد سمجھ لیں کہ شاہد اور شہید میں کیا فرق ہے؟ شاہد کہتے اسے ہیں جو علامات سے آثار سے ظاہر ہو کہ یہ شاہد ہے۔ میں کہتا ہوں سورج نکل رہا ہے آپ کہتے ہیں نہیں۔ میں پوچھتا ہوں، کیوں؟

جواب ملتا ہے اس لئے کہ رات کی تاریکی اس بات کی علامت ہے کہ سورج ڈوب گیا۔ یہ جو کرنٹ بجلی کے ان تاروں میں دوڑ رہا ہے کیا آپ نے اسے دیکھا ہے؟ بولو! نہیں دیکھا تو پھر کیسے پتہ چلا کہ کرنٹ ہے؟ بلب کی روشنی، سپیکر کا بولنا، پنکھوں کا چلنا، یہ سبھی اس بات کے آثار ہیں کہ کرنٹ ہے..... اس لئے اس گواہ کو جو علامات اور آثار سے گواہی دے شاہد کہتے ہیں اور جو آنکھ سے دیکھ کر گواہی دے اسے کہتے ہیں شہید۔

پڑھے لکھے لوگو!

ارے! ان علمی بحثوں میں اگر تم بھی گھبرا جاؤ گے تو یہ علم کی موت ہے..... پھر سمجھنے کی کوشش کریں جو بغیر دیکھے علامات اور آثار سے گواہی دے اسے کہتے ہیں شاہد اور جو آنکھ سے دیکھ کر گواہی دے اسے کہتے ہیں شہید..... اللہ نے کہا:

لی۔ فاطمہ کے لئے آواز آئی:

ادخلی یا فاطمہ

”فاطمہ بے فکر ہو کر اندر چلی آؤ.....“

اندر پہنچیں تو دیوار بند ہو گئی، نشان تک مٹ گیا، تین دن تک اندر بیٹھی رہی۔ وادی  
توڑی ملکہ تھی، غریب، مسکین اس کے دروازے پر ضرورتیں اور حاجتیں بیان کرتے، وہ ہر  
ب کی ضرورت کو پورا کرتیں۔ آخر ملک عرب کی شہزادی تھی، اگر کسی کو کھانے پینے کی چیز کی  
ضرورت ہے تو کہا، لے جاؤ..... اگر بیمار کے لئے دوائی درکار ہے تو کہا، لے جاؤ، بچی کے  
بیمار کی ضرورت ہے تو کہا، لے جاؤ..... ہر شے وہ تقسیم کرتی تھی، لیکن آج لوگوں کو گھر کا  
لوااف کرتے کرتے تین دن ہو گئے۔ مرد عورتیں بچے بوڑھے سب آ کر ابوطالب سے  
پوچھتے تھے:

”کہاں گئی ہماری ملکہ؟“

”پتہ نہیں خانہ کعبہ کی طرف جاتے دیکھا تھا۔“

سارا مجمع خانہ کعبہ کی طرف دوڑا۔ ایک نے کہا:

”میں نے ایک معتقلہ کو کالے پتھر کے پاس دیکھا تھا۔“

سارے لوگ کالے پتھر کی جانب دوڑے، مگر وہاں کچھ نہ تھا..... کہا:

”کوئی نشان!“

کہا:

”کوئی نشان نہیں۔“

ایک نے کہا:

”مجھے شمس کی قسم! (یہ سورج کے بچاری تھے) میں نے اسے اس کونے

کی طرف جاتے دیکھا ہے۔“

سارا مجمع دوڑ کر اس کونے کی جانب چلا گیا، مگر کچھ نظر نہ آیا، کہا:

اب قرآن پاک نازل ہوا ہے ۲۳ سال میں، گویا مکہ میں بعثت کے تیسرے سال  
نازل ہونے والی یہ آیت ۲۰ سال تک مسلسل تلاوت ہوتی رہی کہ تیرے دو گواہ ہیں، ایک  
میں اور دوسرا وہ کہ جس کے پاس الکتاب کا سارا علم ہے۔ تو ابھی تو ۲۰ سال باقی ہیں۔ میں  
کہتا ہوں کہ علماء سے پوچھ کر بتائیں، ابھی جو قرآن نازل نہیں ہوا تو کسی کے پاس قرآن کا  
سارا علم کیسے آ گیا؟ (نعرہ حیدری)

توجہ رہے میرے سامعین!

جو قرآن ابھی نازل نہیں ہوا، اس کا سارا علم اس کے پاس کیسے آ گیا.....؟ اب  
کہیں کہ گواہی یہ دی:

الرحمن علم القرآن خلق الانسان وعلمه البيان

”رحمان وہ ہے جس نے پہلے علم میں قرآن دیا، پھر ایک خاص انسان

پیدا کیا اور جب وہ پیدا ہوا تو اسے بیان کا علم دے دیا، تو اس نے سنانا

شروع کر دیا۔“

مجھے یہ بتائیں کہ کوئی انسان ایسا ہے کہ پہلے ہی علم القرآن کا حامل ہو اور جیسے ہی

پیدا ہوا ہو اس نے قرآن سنانا شروع کر دیا..... بتائیے حضور!

میں تو مولوی صاحبان سے پوچھ چکا، مجھے کسی نے یہ نہیں بتایا۔ اچانک ۱۳ رجب

کی رات نے آواز دی، یہ متعصب مٹا تجھے نہیں بتائے گا..... آ میں دکھاؤں! اور کب دکھایا؟

جب ۱۳ رجب کی رات آفتاب عالم تاب پہاڑوں کی چوٹیوں میں چھپ چکا تھا، کائنات

انتظار میں تھی کہ شہر علم کا در آ رہا ہے اور وہ ہمیشہ دیوار میں فٹ ہوتا ہے..... اس نے کعبہ کا

طواف کیا، رکن یمانی کے پاس جا کر کعبے کی دیوار پر ہاتھ رکھا۔ (آج بھی جو حاجی جاتا ہے

حج کے لئے، وہ رکن یمانی کو سلام کرتا ہے) فاطمہ بنت اسد نے کہا کہ پیدا تو پہلے ہو چکا ہے

اب تو میرے پاس امانت ہے..... خدا جانے کیسے انداز سے بات کی کہ دیوار کعبہ کھٹکھٹا کر

”اس لئے مسکرا رہی ہوں کہ تم دونوں وہاں اکٹھے تھے، تم اسے چھوڑ کر آ گئے، عالم نور کا یہ ٹھکانا ہوا مسافر بھی آ گیا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تم ذرا جلدی آئے، عبد اللہ کے گھر آ گئے اور یہ ذرا سنبھل کر آیا اور اللہ کے گھر آ گیا۔!“

اب پیغمبرؐ نے بچے کو ہاتھوں پر اٹھایا۔ میرے مولا علیؑ کی نظر جب رسولؐ پر پڑی تو زبان میں بولے۔۔۔

پیغمبرؐ نے کہا:

”چچی اماں! یہ میرا بھائی زبور سنا رہا ہے، مگر داؤدؑ سے بدرجہا بہتر۔۔۔“

نے پھر کچھ کہا۔۔۔ رسولؐ بولے:

”اب یہ تورات سنا رہا ہے اور موسیٰؑ سے بڑھ کر!“

گفتگو کی تو رسولؐ نے فرمایا:

”چچی اماں! اب یہ انجیل سنا رہا ہے، مگر عیسیٰؑ کو شرما کر۔۔۔“

عرسہ میں گفتگو کی تو کہا:

”پاپے والے کی قسم! اب یہ قرآن سنا رہا ہے اور ایسے سنا رہا ہے جیسے

میں محمدؐ پڑھا کرتا ہوں۔“

توجہ ہے میرے دوستو!

میں نے ملتان میں لیہ میں یا بھکر میں یہ واقعہ بیان کیا تو مجھے اچھی طرح یاد ہے

کہ ایک مولوی نے وہاں جوش میں آ کر مجھ سے کہا:

”ایہہ کیوں تھی سدا اے! ایہہ چھوٹا جیسا بال کیوں بول سدا اے!“

میں نے کہا:

”او مولوی! ایہہ چھوٹا جیسا بچہ جیسا رسولؐ دے ہتھوں تے اے او ہندی

”کوئی نشان.....؟ کوئی نشان نہیں؟“

تیسرے نے کہا:

”مجھے منات کی قسم! میں نے یہاں دیکھا تھا۔۔۔“

سارے لوگ ادھر بھاگے مگر کچھ نظر نہیں آیا۔ اب میں کہاں تک پھیلاؤں بیان کو!

تو دوستو!

یہ جو سارے لوگ تھے جناب فاطمہؑ کی تلاش میں کبھی یہاں کبھی وہاں، کبھی ادھر کبھی ادھر دوڑتے رہے۔ اللہ نے کہا:

”فاطمہؑ! تو بے فکر ہو کر بیٹھی رہ، یہ جو تیری تلاش میں ادھر سے ادھر دوڑ

رہے ہیں، اگر اسی کا نام طواف کعبہ نہ رکھ دیا تو میرا نام اللہ نہیں۔۔۔“

(نعرہ حیدری)

آخر میں خدا کا رسولؐ کعبے کی طرف گیا۔ کعبہ کی دیوار پر ہاتھ رکھا، اسی جگہ پر

جہاں فاطمہؑ بنت اسد بیٹھی تھیں اور یہ حملات کہے:

”اے اللہ! میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنے ولیؑ کا دیدار کرا

دے۔“

دیوار کعبہ پھر مسکرائی۔ پیغمبرؐ اندر گئے اندر سے ایک آواز آئی:

السلام علیکم یا رسول اللہ۔۔۔

رسولؐ نے جوابی سلام کیا۔ یہ دیکھ کر فاطمہؑ بنت اسد مسکرائیں۔ رسولؐ نے پوچھا:

”آپؐ کیوں مسکرائیں؟“

اور یاد رکھئے گا!

فاطمہؑ بنت اسد کو رسولؐ ماں کہہ کر پکارتے تھے۔ مسکرا کر بولیں:

تو خیال رکھ کہیں ایسا نہ ہو کہ علیؑ کی دشمنی کی زد میں نبوتؐ آجائے کہیں ایسا نہ ہو رسالتؐ ہو جائے؟

”نکا جیا بال کیسے بول سکتا ہے؟“  
ارے جن ہاتھوں پر علیؑ ہے ان ہاتھوں کا تو خیال کر..... جن پر علیؑ کیا پتھر بھی تے ہیں۔ (نعرہ حیدری..... نعرہ بکبیر، نعرہ رسالت، نعرہ حیدری)

ہے دوستو!

مجھے بہت افسوس ہے کہ ملک صاحب کے اصرار پر آپ قدیم مومنین کے لئے کا وقت تو نکالا مگر یہ وقت بہت محدود ہوتا ہے اس لئے میں تفصیلات میں جا نہیں سکتا۔  
کے بیان کو سمیٹتے ہوئے میں صرف دو جملے آپ کی نذر کرتا ہوں کہ پیغمبرؐ کے ہاتھ پر ہے اور ہے بھی کعبے کے اندر..... اور علیؑ کیا بن کر آیا ہے؟ رسولؐ کی رسالت کا گواہ! لئے علیؑ کی ماں نے کہا:

”آمنہ کے لال! تین دن ہو گئے اسے آئے ہوئے مگر تین دنوں سے اس نے کچھ کھایا پیا ہی نہیں۔“

پیغمبرؐ نے جواب دیا:

”چچی اماں! یہ آپ سے کیوں کھائے پئے؟ یہ تو میرا گواہ بن کر آیا ہے۔ (توجہ ہے دوستو!) اور گواہوں کا کھانا چینا سب مدعیوں کے ذمے ہوتا ہے۔“

توجہ ہے دوستو!

اب پیغمبرؐ نے جھک کر جب علیؑ کی طرف دیکھا تو علیؑ نے ہمک کر رسولؐ کی زبان اپنے ننھے ہونٹوں میں دبائی اور جولی سکتا تھا پی لیا۔

زبان کوئی نہیں؟“

میں نے کہا:

”تالو نہیں ہے.....“

کہا:

”ہے۔“

میں نے کہا:

”حلق نہیں اس کا.....“

کہا:

”ہے۔“

میں نے کہا:

”سر نہیں ہے اس کا.....“

کہنے لگا:

”ہے۔“

میں نے کہا:

”سر میں دماغ نہیں ہے.....“

کہنے لگا:

”ہے۔“

تو میں نے کہا:

”تو پھر وہ بچہ بول کس طرح نہیں سکتا جبکہ بولنے کے سارے اعضاء موجود ہیں۔“

توجہ ہے دوستو!

بولنے کے سارے اعضاء موجود ہیں تو پھر کیسے نہیں بول سکتا..... علیؑ کی دشمنی میں



ہے؟“

چچا خاموش.....!

قاسم کے بار بار اصرار کرنے پر حسین نے اسے سہارا دینے کے لئے صرف اتنا

”بیٹا! تو بہت بڑا ہے کل سرنے والوں میں تو تیرے بھائی علی اصغر کا

نام بھی ہے۔“

یہ سن کر ہاشمی خون جوش میں آ گیا اور جب اس شیر نے انگڑائی لی تو عبا کے بٹن

کے گئے..... کہا:

”کیا یہ بے حیا فوج ہمارے خیموں کے اندر بھی آ جائے گی؟ میرا بھائی

اصغر تو خیمے کے اندر جھولے میں ہے۔“

حسین نے سرچوم کر کہا:

”تیری زندگی میں کسی کی اتنی جرات کہاں کہ خیمے کے اندر آ جائے۔“

حسین کرشمہ زدہ خیمے میں پہنچا اور آ کر ماں سے کہا:

”ماں! آپ کہانوں میں مجھے بتایا کرتی تھیں کہ ساتھ ہی ایک مقام

نجف ہے جہاں تیرے دادا کا مزار ہے مجھے بتائیے کہ وہ کہاں ہے؟

ماں مجھے فقیرانہ چوغا پہنا دے فقیر بن کر دادا کے مزار پر جاؤں گا اور

دادا کے مزار پر جا کر کہوں گا کہ حسین بادشاہ نے مجھے مرنے کی

اجازت نہیں دی۔“

حسین کی بیوہ نے بیٹے کا ماتھا چوم کر کہا:

”میں تیرے ساتھ چلتی ہوں.....“

زیران گرامی!

میرے استاد محترم یہ واقعہ لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسی غیرت مند خاتون تھیں

ارے بھائی! آپ جاگ رہے ہیں!

تو یہاں ایک اور فقرہ عرض کرتا چلوں کہ علی نے رسالت کی زبان سے جو کھانی

سکتا تھا کھانی لیا اور باقی جو بچا اس کے بیٹوں نے باپ کا مال سمجھ کر کھایا.....!

اور وہ جو بیٹے تھے وہ کیسے تھے؟

پیغمبر نے کہا:

”حسن اور حسین دونوں میرے ہی تو کھڑے ہیں! آدھا حسن ہے اور

آدھا حسین ہے۔“

خدا کی قسم! میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ جس کے لئے مشہور ہے کہ وہ صلح کا پیکر تھا

جنگ کرنے کا اسے ڈھنگ ہی نہیں آتا اس نے اپنے بیٹے قاسم کے لئے وصیت نامے پر یہ

لکھا:

”قاسم! کربلا کے میدان میں جب تم اپنے چچا کے ساتھ جاؤ تو ایسی

جنگ لڑنا کہ لوگوں کو یہ بھول جائے کہ تیرے باپ کو جنگ لڑنے کا

ڈھنگ ہی نہیں آتا تھا.....“

وقت تھوڑا ہے اس لئے میں تفصیل میں نہیں جاسکتا صرف اتنا کہتا ہوں کہ عاشورہ

کی شب جب حسین کا یہ یتیم بھتیجا اپنی ماں کے پاس بیٹھا تھا تو ماں نے کہا:

”قاسم! جلد اپنے چچا سے پوچھ کر آؤ کہ کیا کل کے مرنے والوں میں

میرا نام بھی ہے؟“

جب یہ یتیم بھتیجا اپنے چچا کے پاس گیا ہے تو حسین کو اپنا مرحوم بھائی یاد آ گیا۔

اس نے اٹھ کر اپنے یتیم بھتیجے کو گلے لگا لیا اور یہ پہلا یتیم ہے کہ جس کو حسین گلے لگا کر اتنا

رویا اتار دیا کہ دونوں چچا بھتیجا بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش میں آئے تو یتیم نے پوچھا:

”چچا! میں تو یہ پوچھنے آیا تھا کل کے مرنے والوں میں میرا نام بھی

مرت ہوتی ہے کہ اکثر ماں کو پکارتا ہے جب زین سے زمین پر آئے تو قاسم نے گرتے  
 لٹ دادا کو آواز دی نہ بابا کو اور نہ چچا حسین کو! قاسم نے گھوڑے سے گرتے ہوئے صرف  
 کہا:

”اماں! میں گر گیا۔“

یہ سن کر ماں خیمے کے دروازے پر آئی، مگر وہیں رک گئی۔ حسین آگے بڑھے ہیں  
 قاسم کی لاش اٹھانے کیلئے..... تو میدان میں حسین کو آتا دیکھ کر جتنے گھوڑے تھے بھی بھاگنا  
 شروع ہو گئے اور اس طرح بھاگے کہ مشرق کے گھوڑے مغرب کی طرف اور شمال کے  
 گھوڑے جنوب کی طرف! اور ان گھوڑوں کے درمیان اکیلا قاسم، جس کی کبھی آواز آتی  
 ہے:

”چچا میرا سلام! کبھی کہتا ہے ہائے اماں میرا سلام!“

اور حسین جب یتیم بھتیجے کی لاش اٹھانے کے لئے آگے بڑھتے ہیں تو عجیب منظر  
 دیکھا، خدا کسی کو بھتیجے کی لاش کا ایسا منظر نہ دکھائے۔ میں اگر خود کہوں تو میری زبان جل  
 جائے..... میرے بارہویں مولاً کا ارشاد ہے:

”میں قربان ہو جاؤں اس نازک شہید پر جس کی دائیں جانب کی  
 پسلیاں ٹوٹ کر بائیں طرف اور بائیں طرف کی پسلیاں ٹوٹ کر دائیں  
 طرف آ گئی تھیں۔“

حسین ابن علی نے معصوم بھتیجے کی لاش اٹھانا چاہی..... سر اٹھانا چاہا تو پاؤں گر گیا  
 پاؤں اٹھانا چاہا تو سر گر گیا! یہ دونوں اٹھانا چاہے تو ہاتھ گر گئے۔

میرے معزز سامعین!

میرے مولاً نے کیا کام کیا..... اپنی عبا بھائی اور جس طرح اجڑے ہوئے باغ کا  
 مالی کلیاں چتا ہے اس طرح حسین نے قاسم کی لاش کی کلیاں چنیں اور آہستہ آہستہ خیمے کی

فروہ..... کہ جب سے شادی ہوئی تھی پہلی بار حسین کے سامنے آئی ہے۔ حسین نے کھڑے  
 ہو کر بھائی حسن کی بیوہ کا استقبال کیا۔ کہا:

”میری بہن! آپ نے کیوں تکلیف کی مجھے بلالیا ہوتا؟“

فروہ تھر تھر کانپ رہی تھیں رو کر کہنے لگیں:

”حسین! تو بادشاہ ہے تیرا میرا کیا مقابلہ ہے؟ اور میں سیدانی بھی

نہیں ہوں۔ ہو سکتا ہے میری رگوں میں وہ تاثیر نہ ہو جو زہنہ کے

خون میں ہے البتہ اگر آج حسن زندہ ہوتے تو وہ بھی یہ کہنے آتے۔

اس لئے میں تم سے یہ کہنے آئی ہوں کہ مجھ بیوہ کا دیا ہوا تحفہ رد نہ کرو۔“

میرے مولانا حسین نے قاسم کے سر پر ہاتھ پھیرا اور صرف یہ جملہ کہا:

”ام فروہ! کل کے شہیدوں میں تیرا بیٹا انوکھا شہید ہو گا..... انوکھا

شہید!“

میں اس سے زیادہ بیان نہیں کر سکتا، اللہ آپ کی عمریں دراز کرے..... حسین نے

صبح کیا کام کیا؟ قاسم کو زین پر بٹھا دیا اور سوئے جنگل روانہ کر دیا..... اور جب یہ یتیم روانہ

ہوا تو حسین قاسم کی جنگ دیکھنے کے لئے ایک اونچے نیلے پر پہنچ گیا..... قاسم گھوڑے پر

حسین نیلے پر اور فضہ در پر اور قاسم کی ماں مصطفیٰ پر! قاسم کی نظر شہادت پر حسین کی نظر

قاسم پر فضہ کی نظر حسین پر! ماں کی نظر اماں فضہ پر.....

چنانچہ دس منٹ بعد قاسم زین سے گرے حسین نیلے پر گرے فضہ زمین پر گری

اور ماں سجدہ شکر میں گری کہ

”یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ میری نیک کمائی نیک کام آ گئی.....!“

عزیزو!

میرے مرحوم استاد لکھتے ہیں، چونکہ قاسم یتیمی میں پر دان چڑھے تھے اور یتیم کی

”اوسرا ہاتھ تم پکڑو۔۔۔۔۔“

دونوں شہزادیوں نے ہاتھ پکڑ کر قاسم کی ماں کو اٹھایا اور حسین نے کیا کام کیا؟  
قاسم کی لاش والی گٹھڑی قاسم کی ماں کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ قاسم کی ماں نے  
کے ٹکڑوں کو ایک ایک کر کے اٹھایا، کبھی آنکھوں سے لگایا، کبھی سینے سے لگایا، کبھی

مزا دارو!

اس کے بعد سیدھی خیمے سے باہر چلی گئی اور ہر بی بی سے کہا، ”بہن تم بھی آؤ! بہن  
تم بھی آؤ! میرے دولہے کے سہرے کی لڑیاں آئی ہیں، میرا بیٹا قاسم دولہا بن کر آیا ہے۔۔۔۔۔  
حسین نے دولہے کو اٹھایا۔ دستور زمانہ ہے کہ دولہے کے ساتھ چند باراتی بھی ہوتے ہیں۔  
قاسم کائنات کا انوکھا دولہا تھا جو باپ دادا کے پاس پہنچ گیا اور اس کی دلہن کائنات کی انوکھی  
دلہن تھی جس کے ہاتھ میں رسیاں تھیں، جو کبھی شام اور کبھی کوئلہ کی گلیوں میں پھرائی گئی۔  
تو میرے دوستو! یہ تھی وہ انوکھی کہانی کر بلا کے میدان کی کہ جس کے لئے اللہ کا  
وعدہ ہے کہ حسین تم نے میرے نام کو بچانے کے لئے جو قربانیاں دی ہیں، میں اللہ تیرے  
ساتھ ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک میں اللہ رہوں گا تیرا ذکر ہوتا رہے گا اور جب تک  
میرا وجود رہے گا تب تک تیرے ذکر کا وجود رہے گا، چاہے دنیا لاکھ زور لگائے تیرا ذکر مٹ  
سکتا ہے نہ مٹ سکے گا۔

اللہ آپ کی اس عبادت کو قبول فرمائے اور اس مجلس کو منظور فرمائے۔ (آمین)

☆●☆●☆

طرف چلنا شروع کر دیا۔ جب خیمے میں پہنچے ہیں تو بہن کو آواز دی:

”بہن! جلدی سے قاسم کی ماں کو بلا لاؤ!“

اور جب میری شہزادی قاسم کی ماں کے خیمے میں اسے بلانے گئی تو خیمے کے اندر کا  
منظر دیکھ کر جگر تھام کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔ قاسم کی ماں خیمے میں ادھر سے ادھر چل رہی تھی، کبھی اس  
قات سے ٹکراتی، کبھی اس قات سے ٹکراتی۔۔۔۔۔ میری شہزادی نے پوچھا:

”بی بی! تجھے کیا ہو گیا ہے؟“

قاسم کی ماں نے آواز دی:

”شہزادی! جب سے قاسم کے مرنے کی خبر آئی ہے، میری آنکھوں کا

نور جاتا رہا، مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔“

معزز سامعین!

شہزادی نے قاسم کی ماں کا ہاتھ پکڑا اور بیٹے کی لاش پر لے آئی۔ بی بی نے ادھر  
ادھر ہاتھ مارا، کچھ نظر نہیں آیا۔

پوچھا:

”شہنشاہ! میرے بیٹے نے وفا نہیں کی۔“

امام نے جواب دیا:

”شہنشاہ! وفا کی ہے قاسم نے!“

قاسم کی ماں نے

”پھر میرے بیٹے کی لاش کیوں نہیں لائے؟“

حسین نے لیلیٰ سے کہا:

”لیلیٰ! قاسم کی ماں کا ہاتھ پکڑو۔“

پھر باب سے کہا:

آج میں بالکل سادہ الفاظ میں ایک معرکہ آراء مسئلے پر اظہار خیال کروں گا.....  
ہاں! تو میں کہہ رہا تھا کہ دنیا میں غلط فہمی پھیلائی گئی ہے کہ امام حسینؑ نے یزید کی بیعت اس لئے نہیں کی کہ وہ فاسق و فاجر تھا، تمام حلال چیزوں کو حرام اور حرام چیزوں کو جو شریعت کے مطابق ممنوع ہیں حلال قرار دیتا تھا، اللہ نے جن محرمات کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا تھا وہ ان سے نکاح کو جائز کہتا تھا اور اس پر عمل بھی کرتا تھا..... مختصراً چونکہ وہ ایک بدکار انسان تھا اس لئے امام عالی مقامؑ نے اس کی بیعت نہ کی۔

میں اسی مسئلے پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ آج اس عشرے کی آخری مجلس عزاء ہے..... میں نے سوچا کہ اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا چلوں..... میں کہتا ہوں، مورخین نے ان لفظوں میں حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ یزید بدکار تھا اس لئے امامؑ نے اس کی بیعت نہ کی اور دوسرے جتنے بھی گزرے، چونکہ وہ بدعمل نہیں تھے اس لئے ان کی بیعت ہوتی رہی۔

میرے شیعہ سنی بھائیو!

اگر یزید پلید بدعمل نہ بھی ہوتا، وہ نیک ہوتا، وہ نمازی ہوتا، پرہیزگار بھی ہوتا تو پھر بھی فاطمہؑ کا لال اس کی بیعت نہ کرتا۔ بلکہ میں اور آگے بڑھتا ہوں کہ اگر یزید سلمان یا ایوڈز بھی ہوتا تو بھی حسینؑ اس کی بیعت نہ کرتا اور آگے بڑھتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ اگر یزید بنی اسرائیل کا کوئی نبی بھی ہوتا تو پھر بھی فاطمہؑ کا لال اس کی بیعت نہیں کر سکتا تھا..... (نعرۂ حیدری)

اس لئے کہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ بنی اسرائیل کا آخری نبی بھی ہوگا اور صہاربار ہواں بھی جلوہ افروز ہوگا۔ جب دونوں جمع ہوں گے تو بخاری شریف کے فقرے ہیں:  
وکیف انقم..... پھر تمہارا کیا حال ہوگا اس وقت اذ نزل عیسیٰ ابن مریم  
اور جب نازل ہوگا عیسیٰ ابن مریم۔ آسمان سے زمین پر آئیں گے جماعت کا وقت ہو

## مجلس نہم

بسم الله الرحمن الرحيم

قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فى القربى

عزیزانِ گرامی!

صلوٰۃ..... تمام مرحومین مومنین و مومنات اور خاص کر ملک اسلم صاحب کی والدہ کے لئے ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ..... (صلوٰۃ)

محترم سامعین!

خدا آپ کا اس مجلس عزاء میں چل کر آنا قبول فرمائے اور تمام بیمار مومنین، خاص طور پر ملک اسلم صاحب کے والد گرامی کو شفاء کا ملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور ملک صاحب کو اولاد نرینہ بطور ایک عزاء کے عطا فرمادے تاکہ مجالس کا یہ سلسلہ نسل در نسل جاری رہے۔

میں اپنے آج کے بیان میں ایک مسئلے پر روشنی ڈال کر آپ کی زحمات کو تمام کروں گا..... کیونکہ میری آواز میں اتادم غم تو ہے نہیں کہ میں تفصیلات میں جاؤں۔ دنیا میں ایک غلط فہمی پائی جاتی ہے.....

• (التماس دعا! بھائی ملک اشرف صاحب کو خدا تعالیٰ بحق بیمار کر بلا شفاء کا ملہ عطا فرمائے اور جو بیمار ہیں ان سب کو شفاء کا ملہ عطا کرے.....!)



امامؑ کو نماز نہیں پڑھا سکتا تو کوئی گنہگار میرے مولا علیؑ کو کیسے جماعت میں نماز پڑھا  
 (نعرۂ حیدری)

اور جب بیعت کا وقت آئے گا تو عیسیٰؑ میرے بارہویں امامؑ کے ہاتھ پر بیعت  
 لے گا۔

ہے دوستو!

تو جب حسینؑ کا فرزند بنی اسرائیل کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتا تو اس کا جدا امجد  
 جیسے فاسق و فاجر کے ہاتھ پر کیسے بیعت کر سکتا ہے؟

اب آئیے! بیعت کا مفہوم سمجھ لیجئے..... بیعت کا لفظ نکلا ہے بیع سے اور اس کا  
 اب ہے اپنی جان و مال اور اولاد کو کسی کے ہاتھ بیچ دینا.....

یہ عربی صرف و نحو کا مسئلہ ہے اس کو میں آسان کر کے بتاؤں کہ بیعت مفاعلہ کے  
 باب پر ہے..... جب باب مفاعلہ ہے اور اس کے وزن پر جو آئے جیسے مصافحہ کرتے ہیں  
 مناظرہ کرتے ہیں کسی مسئلے پر اور جس طرح مباحثہ ہے اسی طرح لفظ ہے مباعیہ.....  
 ان کے لئے فریقین (دو فریقوں) کا ہونا ضروری ہے۔ آپ کسی سے مصافحہ نہیں کر  
 تے جب تک آپ دو نہ ہوں..... مناظرہ کر نہیں سکتے جب تک بحث کرنے والے دو نہ  
 ہوں.....!

مباعیہ کر نہیں سکتے جب تک بیع کرنے والے دو نہ ہوں۔

بھائی! اوھر سے اللہ والے چلے تھے اوھر سے عیسائی چلے تھے تب ہوا تھا نا  
 ہلہ..... اسی طرح بیعت بھی نہیں ہو سکتی جب دو فریق نہ ہوں..... ایک ہوتا ہے بیعت  
 لینے والا اور دوسرا ہوتا ہے بیعت دینے والا..... گویا بیعت دینے والا اپنے جان و مال اور  
 اولاد معاہدہ بیعت کے تحت بیعت لینے والے کے ہاتھ بیچ دیتا ہے اور بیعت لینے والا یہ  
 یقین دلاتا ہے کہ ان تمام چیزوں کے بدلے میں آخرت کی نجات کا باعث ہوگا، یعنی تمہیں

جائے گا۔

و امامکم منکم

تو عیسیٰؑ کا امام زمین سے نمودار ہوگا تم میں سے اہل زمین میں سے ہوگا  
 عیسیٰؑ کی مجال نہیں ہوگی کہ وہ امامت کرائیں..... بلکہ فاطمہؑ کا بارہواں لال ہوگا وہ امامت  
 کروائیں گے اور پیغمبر اکرمؐ فرما رہے ہیں:

”عیسیٰؑ پیچھے کھڑے ہوں گے اور میرا بارہواں آگے کھڑا ہوگا اور  
 جماعت ہوگی اور جب سجدے میں جائیں گے تو جہاں بارہویں امامؑ  
 کے قدم وہاں عیسیٰؑ کا سر ہوگا.....!“

توجہ ہے صاحبان!

اب اور آگے چلے تو اسی طرح اگر میرے گیارہویں امامؑ آئیں گے تو عیسیٰؑ اور  
 خود بارہویں امامؑ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے جہاں گیارہویں کے قدم ہوں گے وہاں  
 بارہویں کا سر ہوگا اور اگر دسویں امامؑ آئیں گے تو باقی سب پیچھے کھڑے ہوں گے۔ جہاں  
 دسویں کے قدم ہوں گے وہاں باقیوں کا سر ہوگا۔ چلتے چلتے پہلے امامؑ تک آ جائیں گے  
 جہاں میرے مولا علیؑ آگے کھڑے ہوں گے باقی سب کے سر عیسیٰؑ سمیت ان کے قدموں  
 میں ہوں گے۔

توجہ ہے دوستو!

اب بھی کسی کی سمجھ میں علیؑ کی عظمت نہیں آئی۔ (نعرۂ حیدری)

تو جس کے قدموں میں اتنے معصومین کے سر جھک جائیں اسے کہتے ہیں علیؑ!

اب میرے شیعہ سنی بھائیو!

مجھے ذرا سوچ کر جواب دیں کہ جب بنی اسرائیل کا سب سے آخری نبی میرے



تو جسے جان و مال پر اختیار نہ ہو اے کہتے ہیں عبد اور جو مالک ہو اے کہتے ہیں

شیعہ سنی دونوں فہموں میں جہاں مالک و غلام کا ذکر آتا ہے اے کہتے ہیں:

کتاب العبد و المولیٰ

”یعنی مالک اور غلام کے مسائل کی کتاب۔“

اب غور کیجئے گا کہ پیغمبرؐ نے غدیر خم میں یہی پوچھا تھا:

المست اولیٰ بکم من انفسکم

”کیا تمہاری جانوں کا میں تم سے زیادہ مالک نہیں ہوں؟“

غور کیجئے گا۔ اقرار لیا تھا کیا تمہاری جانوں کا سب سے زیادہ مالک و متصرف میں

نہیں ہوں؟

سب نے کہا:

”بے شک! آپؐ ہماری جان کے بھی مالک، ہماری اولاد کے بھی مالک،

ہمارے مال کے بھی مالک۔“

تو پیغمبرؐ نے کہا:

”تو پھر مجھے اپنا مولا مانگتے ہو۔“

سوالا کھ صحابیوں نے کہا:

”مانتے ہیں۔“

ان میں ہر شخص مسلمان بھی تھا، حاجی بھی تھا، صحابی بھی تھا۔ تین تین تحفے بچے

ہوئے تھے ان کے سینوں پر! حاجی، صحابی، مسلمان.....

پیغمبرؐ نے حاجی، صحابی، مسلمان تینوں سے پوچھا:

”تمہاری جانوں کا میں مالک ہوں۔“

جب سب نے کہہ دیا آپؐ مالک ہیں۔

نجات آخرت دلاؤں گا۔

غور فرمائیے گا!

یعنی چونکہ بیعت کرنے والے کو آخرت میں اپنی نجات پر شک ہوتا ہے اور وہ اپنے شک کو یقین میں بدلنے کے لئے اپنی تمام چیزیں بیچتا ہے..... گویا وہ دنیا کا مال جس میں مال ہے، دولت ہے، اولاد ہے، وہ دے دیتا ہے اور آخرت لے لیتا ہے۔

ارے میرے محترم سامعین!!

یاد رکھئے گا! بیعت دینے والے کو اپنی آخرت پر شک ہوتا ہے اور وہ بیعت کر کے اپنی نجات آخرت کو یقینی بنانا چاہتا ہے..... اب فاطمہؑ کا لال کیسے بیعت کر سکتا ہے؟ کیونکہ وہ تو نجات پانے والوں، بلکہ نجات دینے والوں کا بھی سردار ہے.....!

سمجھ میں آئی بات..... اچھا! اب اور پہلو پر غور کریں کہ جسے جان و مال اور اولاد پر اختیار نہ رہے اور جو اپنی جان، مال اور اولاد سب کچھ بیچ دے تو اسے عربی میں کہتے ہیں عبد اور جس کے ہاتھ پر وہ سب چیزیں بیچے اور وہ مالک بن جائے اسے عربی میں کہتے ہیں مولا..... میں یہ خالصتاً علمی و فقہی بحث کر رہا ہوں، کوئی لفاظی ہے نہ خطابت آرائی..... اور آج بھی نیکوپ اس مسئلے کو نہ سمجھ سکے تو پھر کبھی نہیں سمجھ سکیں گے۔ دوستو! غلام کو اپنے جان و مال اور اولاد پر اختیار نہیں ہوتا اس لئے خدا فرماتا ہے:

فَسَكَهَا الْاِيَامَ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ

”جو تمہارے عبد اور تمہاری کنیریں ہیں، تمہیں ان کے جان و مال کا

اختیار حاصل ہے۔“

خدا فرماتا ہے:

”ان کے نکاح بھی تم کرو کیونکہ تم ان کے مالک ہو۔“

ایک رحیم باپ ہیں۔“ (نعرۂ حیدری)

کہجئے گا!

ہمارے مہربان باپ ہیں تو آپ ہیں اور پھر یہ فقرے پڑھنے پڑتے  
..... (نوٹ کیجئے گا!)

یا مولای! اے میرے مولا!..... اتیک جائاً فصبرنی میں

آپ کے پاس بھوکا آیا ہوں مجھے پُر کر دیں..... اتیک فقیرا

فغنی اے مولا! میں آپ کے پاس فقیر آیا ہوں مجھے غنی بنادیں

آپ مجھے مالدار بنادیں.....

اور اس کے بعد کیا فقرے نکلتے ہیں ہر عالم فاضل مجتہد شیعہ سنی ہر مکتبہ فکر کا

دومی یہ کہتا ہے:

یا مولای اشہد انا عبدک و ابن عبدک و ابن امک

”اے میرے مولا! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں تیرا غلام ہوں تیرے

غلام کا بیٹا ہوں تیری کنیز کا لڑکا ہوں۔“

ارے میرے شیعہ سنی بھائیو!

علیٰ تو سب کا مشترکہ سرمایہ ہے علیٰ کے صحن میں آنے والا ہر شخص اس کا عبد بن

کر آتا ہے اور ”و ابن عبدک و ابن امک..... جب بھی آپ نجف اشرف میں جائیں

گئے تو آپ کو پڑھنا پڑے گا:

”اے مولا! یا امیر المومنین! میں تیرا عبد ہوں تیرے عبد کا بیٹا ہوں

تیری کنیز کا لڑکا ہوں.....“

زندگی بھر آپ علیٰ کے عبد بنے رہیں گے اور جب انتقال ہوگا اور جب جنازہ

تو پھر پیغمبرؐ نے کہا:

”چونکہ میں مالک ہوں اب میں اپنی اس ملکیت کو ٹرانسفر

(Transfer) کر رہا ہوں:

من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ (نعرۂ حیدری)

(توجہ ہے کہ نہیں!)

اب جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کا یہ علی مولا!

اب ساری دنیا بن گئی آپ کی پیغمبرؐ اور علی بن گئے مولا۔

پیغمبرؐ نے کہا:

”جس نے مجھے اپنی جان مال اور اولاد کا حق ملکیت دے رکھا ہے میں

اس اس کا علی کو مولا بناتا ہوں۔“

توجہ ہے! اب ذرا غور سے سنئے گا!

عبد کے دو معنی ہیں ایک کہتے ہیں بندے کو عبد یعنی جب اس کی نسبت اللہ کی

طرف ہو تو وہ عبد بندہ ہے اور دوسرے عبد کہتے ہیں غلام کو یعنی جب اس کی نسبت مخلوق کی

طرف ہوتی ہے تو وہ غلام ہے۔

اب اللہ ہے معبود بندہ ہے اس کا عبد۔ پیغمبرؐ اور علی مولا یہ مولا ہیں اور بندے

ہیں اس کے عبد یعنی غلام۔

یہی وجہ ہے کہ جب کوئی نجف اشرف جائے تو مولائے کائنات کی ضریح مبارک

تک پہنچنے سے پہلے صحن مولا میں کھڑے ہو کر چاہے وہ مولوی ہو عالم و فاضل ہو مجتہد ہو یا

جاہل ہو اسے ضریح مبارک تک پہنچنے سے پہلے یہ پڑھنا پڑتا ہے:

”یا مولائی یا امیر المومنین“ اے میرے مولا! اے امیر المومنین!!

”اشہد“ میں گواہی دیتا ہوں ”لانک کنت ابا رحیما“ کہ آپ

و ان قال صدقة  
”تو اگر کہنے والا یہ کہتا ہے کہ یہ صدقہ ہے۔“

تو فقال لاصحابه  
رسول صحابہ کرام سے فرماتے:  
”یہ تم کھاؤ۔“

پوچھنے لگے:

”سرکار! آپ کیوں نہیں کھائیں گے؟“

و ان الصدقة علينا حرام  
”صدقہ ہم پر حرام ہے۔“

پوچھنے والے نے پوچھا:

”صدقہ آپ پر کیوں حرام ہے؟“

تو رسولؐ نے فرمایا:

”اے لوگو! یہ ہاتھوں کا میل ہوتا ہے اور میل ان کے نزدیک جائز نہیں  
سکتا، جن کے لئے آیہ تطہیر نازل ہوئی ہو۔“ (نعرۂ حیدری)

توجہ ہے یا نہیں!

تو مجھے ایک بات بتادیں اب ادھر بیٹھے ہیں سرکار اور ادھر اصحاب کرام، ہماری  
آنکھوں کا نور ہیں دل کا سرور ہیں سر کے تاج ہیں..... لیکن اصحاب اصحاب اور آل آل۔  
بس ہمیں پتہ چلا کہ ادھر رسولؐ اور آلؑ اور ادھر اصحاب اور بیچ میں پڑا ہے کھجوروں کا ٹوکرا  
اور اگر یہ صدقہ ہو گیا اور اگر نسبت ہو گئی ادھر تو حرام۔ ٹوکرا ایک ہے اور اگر نسبت ہو گئی  
ادھر تو حلال..... بس صرف نسبت کا فرق ہے کہ نسبت ہو گئی اصحاب کے ساتھ تو حرام ہو گیا  
ادھر خلال رہا۔ ارے جب فرق حلال و حرام کا ہے تو مولوی کیسے کہہ سکتا ہے کچھ فرق نہیں

پڑھایا جائے گا تو پیش امام آپ کی میت پر یہ پڑھے گا:

اللهم ان هذا عبدك و ابن عبدك و ابن امتك  
”پروردگار! یہ تیرا عبد ہے، تیرے عبد کا بیٹا ہے، تیری کنیز کا لڑکا ہے۔“  
زندگی بھر علیؑ کے عبد بنیں گے مرنے کے بعد خدا کے عبد بنیں گے۔

(نعرۂ حیدری)

جو زندگی میں علیؑ کا عبد نہیں بنے گا مرنے کے بعد خدا کا عبد بن سکتا نہیں۔ (بھی  
ذرا مل کے نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت، نعرۂ حیدری)

توجہ ہے! بس بھی! اتنا ہی میں نے عرض کرنا تھا..... یا ورکھے! مولا علیؑ آقا  
ہیں..... ساری دنیا غلام ہے..... زندگی بھر علیؑ کے عبد مرنے کے بعد اللہ کے عبد.....  
اب ایک جملہ اور سن لیجئے! سارے عالم اسلام کا مشترکہ مذہب ہے۔ ارے پیغمبرؐ  
کے بعد دو جلیل القدر ہستیاں مجھے نظر آئیں، ایک اصحاب محمدؐ دوسرے ہیں آل محمدؐ.....

توجہ کیجئے گا!

ایک اصحاب محمدؐ، ایک آل محمدؐ..... اب اس کا فیصلہ میں علماء پر چھوڑتا ہوں.....  
شریعت کے لحاظ سے ان دونوں میں جو فرق ہے اس فرق کے اعتبار سے آپ حضرات فیصلہ  
کر لیجئے گا۔ آقا اور غلام کے درمیان جو فرق شریعت نے بتایا، وہ سن لیں کہ غلام کا صدقہ آقا  
پر حرام ہوتا ہے..... غلام پر صدقہ حلال آقا پر حرام۔ اب جب میں نے مشکوٰۃ شریف کو  
دیکھا تو اس میں مجھے روایت ملی کہ پیغمبرؐ کی بزم میں آل محمدؐ بھی بیٹھے ہیں، اصحاب  
اکرامؓ بھی بیٹھے ہیں، کھجور کی فصل تیار ہے اور حسنین شریفینؑ یعنی آل محمدؐ بھی بیٹھے ہیں۔  
لوگ کھجور کے ٹوکرا لئے ہوئے آئے آپؐ کی خدمت میں سرکارؐ نے صرف اتنا پوچھا:

”یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟“

اب روایت کے فقرے ہیں:

بات نہ کہیں ورنہ صحابہ بھی ناراض ہو جائیں گے رسول بھی ناراض ہو جائیں گے دنیا ان کے عدل کرنے والے مورخ بھی ناراض ہو جائیں گے کیونکہ حسنین صحابہ کے بھی مرے ہیں حسنین رسول کے بھی پیارے ہیں حسنین پوری بنی نوع انسان کے پیارے ہیں اور باقی رہ گیا کہ حسین اللہ کے اتنے پیارے کیوں ہو گئے کہ اللہ نے پوری دنیا میں ان کو ذکر پھیلا دیا تو بھائی سیدی سادی سی بات ہے کہ اگر کوئی اللہ سے ٹکر لے کر کہے کہ تیری رومی بھی غلط ہے تیرا رسول بھی غلط ہے تیری کتاب بھی غلط ہے تو کیا اللہ کا یہ فرض نہیں تھا کہ اس سرکش کا منہ توڑ جواب دے؟ بولنے؟

سامعین محترم!

یہی واقعہ سن ۶۱ ہجری میں پیش آیا۔ جب شام نگر کا ایک بدست شہنشاہ یہ پکار

اٹھا:

لیس بنو ہاشم با الملک ولا ملک الجا ولا یا نزل  
”نہ کوئی فرشتہ آیا نہ کوئی وحی آئی نہ کوئی قرآن آیا۔ بنو ہاشم نے

حکومت حاصل کرنے کے لئے ڈھونگ رچایا تھا۔“

یزید کی آواز عرش الہی سے جا ٹکرائی اللہ نے جواب دیا:

”یزید تو جھوٹ بولتا ہے۔“

یزید نے کہا:

”نہیں! میں سچ کہتا ہوں۔“

اللہ نے کہا:

”نہیں! تو جھوٹا ہے۔“

اس نے کہا:

”نہیں! میں سچا!“

ان چاروں میں؟ (نعرۂ حیدری)

ارے! اس میں کیا شک ہے کہ ہم ان کے غلام ہیں؟ اور مولانا آزاد نے کہا کہ انہوں نے دو فقرے اور فرمائے کہ ہم غلام نہیں تو کیا ہیں؟.....؟ یاد رکھو! ہماری ماں ان کی ماں جیسی نہیں ہمارا تانا ان کے تانا جیسا نہیں..... چنانچہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”ابھی جاؤ اور حسینؓ سے لکھو کہ لاؤ کہ ہم ان کے غلام ہیں اور جس دن میں مر جاؤں تو یہ تحریر میرے کفن میں رکھ دینا۔ میں قیامت کے دن پیغمبرؐ کو یہ تحریر دکھاؤں گا اور یہ میری نجات کا باعث بن جائے گی۔“

مولانا کی تقریر تو یہاں پر ختم ہو گئی بعد میں میری تقریر شروع ہوئی تو میں نے ان سے صرف اتنا پوچھا کہ جس جلیل القدر عظیم الشان ہستی کے بارے میں آپ نے بیان فرمایا وہ اتنی عظیم ہستی ہیں کہ جس کے متعلق مورخین نے یہ کہا کہ وہ صحابی بھی ہیں نمازی بھی ہیں صاحب منبر بھی ہیں وہ..... وہ حاجی بھی ہیں وہ جنگیں بھی جیت چکے ہیں انہوں نے کعبے کا طواف بھی کیا وہ بہت بڑے حاجی بھی ہیں۔ (تکرار) یہاں تک تو میں سب کچھ مان گیا کہ وہ حاجی ہیں نمازی ہیں صحابی ہیں بہت بڑے فاتح ہیں مگر ابھی تک انہیں اپنی نجات کا یقین نہیں ہے؟ تو میں نے کہا کہ اگر انہیں اپنی ہی نجات کا یقین نہیں ہے تو مولانا! یہاں سے کم از کم اتنا نتیجہ ہی نکال لیجئے کہ نہ صحابی ہونے میں نہ نمازی بننے میں نجات ہے نہ قرآن پڑھنے میں نجات ہے نہ کعبے کا حج کرنے میں نجات ہے اگر نجات ہے تو حسنینؓ کی غلامی میں نجات ہے۔ (چن چن کلی کلی، علی علی علی علی علی..... مگر مگر کلی کلی، علی علی علی علی علی)

یاد رکھئے!

کہ ذرا سوچ سمجھ کر لکھا اور بولا کریں کم از کم ان شہزادوں کے بارے میں کوئی

ایک فقرہ کہا:

”میں جا رہا ہوں شہادت کیلئے۔“

شہادت کا مطلب ہوتا ہے گواہی دینا! میں اللہ کی توحید اس کے قرآن اور رسالت گواہی دینے کے لئے جا رہا ہوں اور حسینؑ نے گواہی کے لئے تمام ضروری کاغذات منظر کے اذخوں پر رکھ لئے..... اور عجیب گواہی کے لئے لے کر چلا فاطمہؑ کا لالہ کوئی کاغذ ۹۰ سال کا تھا، کوئی کاغذ ۲۰ سال کا اور کوئی تحریر ۱۸ برس کی..... اور اگر سن سکو تو کوئی تحریر ۶ تازہ مبینہ کی تحریر تھی جسے لے کر حسینؑ گواہی کے لئے روانہ ہوئے۔

کہا:

”اکبر تم بھی چلو، قاسم تم بھی چلو، عون و محمد تم بھی چلو۔“

اور اچانک جب بہن کے سر پر نظر پڑی تو کہا:

”میری بہن! تم بھی چلو۔“

کسی نے پوچھا:

”حسین! تم تو جا رہے ہو شہادت دینے..... یہ بتول کی چادر کی وارث کو کیوں لے جا رہے ہو؟“

اب جو جملہ عرض کرنے لگا ہوں اس سے بڑا معرفت کا جملہ میرے پاس اور ہے

(نہیں)۔

ارشاد فرمایا:

”دو میدان درپیش ہیں ایک میں فتح کروں گا، ایک میری بہن فتح کرے گی۔“

بہن نے جو یہ جملہ سنے تو کہا:

”اچھا! یہ بات ہے تو حسینؑ جو آسان جگہ ہے وہ تو لے لے اور جو

مشکل ترین جگہ ہے وہ مجھے دے دے۔“

یہ مقابلہ حسینؑ اور یزید کے درمیان تو نہیں تھا بلکہ اللہ اور یزید کے درمیان تھا۔ اللہ نے کہا:

”اچھا! اگر تو سچا ہے تو ایسے کرتے ہیں کہ ایک کھلی عدالت میں مقدمہ دائر کرتے ہیں۔ تو بھی اپنے گواہ لے آ اور میں بھی اپنے سچ کے گواہ لے آتا ہوں۔“

چنانچہ کھلی عدالت لگی یعنی کربلا کا میدان سجا..... اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یزید کے گوارے کی گورزی، گورز، وزیر، فوج، خزانے، دولت..... اور اللہ کے گواہ.....؟ اللہ نے اپنے گواہ ڈھونڈنے کے لئے دنیا میں آواز دی:

”ہے کوئی جو میرا اور میرے دین کا گواہ بن کر یزید کا مقابلہ کرے.....“

ساری دنیا موجود تھی مگر کوئی نہ اٹھا اور اگر اٹھا تو چکی پیسنے والی ماں کا بیٹا اٹھا۔ اس

نے آواز دے کر کہا:

”پروردگارا! فکر نہ کر میں ایسی گواہی دوں گا ایسی گواہی دوں گا کہ

قیامت تک اگر یزید کا نام گالی نہ بن جائے اور تیرے نام کی تکبیر ہر

مسجد سے بلند نہ ہو تو مجھے فاطمہؑ کا لالہ نہ کہنا۔“

اللہ نے کہا:

”شہابش حسینؑ! آ جا میدان میں اور عدالت میں میری توحید اور

میرے قرآن کی صداقت اور میرے رسولؐ کی رسالت کو بحث کر کے

ثابت کر دے۔“

چنانچہ حسینؑ روانہ ہوئے اور جب روانہ ہوئے تو ہر ایک نے پوچھا:

”حسینؑ لڑنے جا رہے ہو مقابلہ کرنے جا رہے ہو؟“

کہا:

”نہیں!“



”میرا سلام ہو اس نازک مسل پر کہ جس کے پہلے صفحات آخری صفحات کی جگہ اور آخری صفحات پہلے صفحات کی جگہ آ گئے۔“  
اور دسویں کے دن جب یہ گواہیاں منظور ہو گئیں اور فیصلہ اللہ کے حق میں ہو گیا تو صاحبان معرفت افراد ایک جملہ سن لیں کہ اس وقت حسینؑ کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو گیا۔

ارے نیاز بیگ والو!

آپ نے ساری عمر مصائب سنا ہے کبھی اس انداز میں بھی سنو کہ حسینؑ کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو گیا..... خیمے میں آ کر کہا:  
”بہن! مبارک ہو میری ساری گواہیاں منظور ہو گئیں اور فیصلہ اللہ کے حق میں ہو گیا۔ اب مجھے لباس لا کر دو تاکہ میں اللہ کو خوشخبری سنا دوں۔“

چنانچہ لباس پہنا اور نکلے وقت ایک ایک کا منہ دیکھا اور کہا:  
”میں بنی بنی ہوں اللہ کی بارگاہ میں خالی ہاتھ جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا نادر تحفہ ہے جو میں لے جا کر اللہ کی بارگاہ میں پیش کر سکوں؟“

بی بی زینبؑ نے کہا:  
”میرے پاس دو بہرے تھے وہ بہرے میدان میں کام آ گئے۔“

ملیٰ نے کہا:  
”میرے پاس ایک عقیق تھا میں نے تیرے حوالے کر دیا۔“

حسنؑ کی بیوہ نے کہا:  
”میرے پاس ایک زمر د تھا وہ میں نے تجھے دے دیا ہمارے پاس اب کچھ بھی نہیں رہا۔“

حسینؑ نے کہا:  
”سنو بہن! جب کربلا کی عدالت میں اللہ کے حق میں فیصلہ ہو جائے تو تم میرے بچے ہوئے کاغذات کو لے کر شام چلی جانا اور اس سرکش کی سلطنت کے سنٹر میں کھڑے ہو کر اس کی پوری سلطنت کو نیلام کر کے میری ڈگری کا اجراء کروالینا۔“

عزادارو!

یہ کہہ کر اللہ کا گواہ حسینؑ ۲ محرم کو میدان میں پہنچا۔ ۲ سے لے کر آج تک ۹ محرم تک مقدمے کی ترتیب میں مصروف رہا۔ کاغذات کا معائنہ کرتا رہا، مسلوں کا مطالعہ کرتا رہا اور عاشورہ کی شب تک ضروری کاغذ تلاش کرتا رہا، اللہ کے مقدمے کی وکالت کی تیاری کرتا رہا۔ ساتویں کو اتنا مصروف ہو گیا کہ نہ کھانے کا ہوش نہ رہا اور نہ پینے کا..... اور جب عاشور کی شب آئی ہے تو تمام ضروری کاغذ الگ کر لئے اور باقی جو غیر ضروری کاغذات تھے ان کو نکال کر چراغ گل کر دیا کہ کل جب دسویں کا دن آئے گا تو عدالت میں کیس پیش ہو جائے گا۔

حسینؑ کی بہن نے کہا:

”حسینؑ! گواہوں کو میں تیار کروں گی اور انہیں عدالت میں لے جا کر پیش تم کرنا۔“

بہن گواہ تیار کرتی اور اللہ کے گواہ میدان میں گواہی دیتے رہے اور جب صبح عدالت میں گواہ پیش ہوئے تو.....

یاد رکھئے! گواہ معتبر اس وقت ہوتا ہے جب مخالف وکیل اس پر جرح کرے۔ عربی میں جرح کا مطلب ہوتا ہے زخمی کرنا..... اور حسینؑ کے ایک ایک گواہ پر اتنی جرح ہوئی اتنی جرح ہوئی کہ ایک ۱۳ سالہ گواہ کی مسل کے بارے میں میرا بار ہواں امامؑ پکار اٹھا:

حسینؑ نے۔ کیونکہ جو شریف ہوتے ہیں ان کا یہ اصول ہوتا ہے کہ وہ تحفہ دے کر اس پر دوبارہ نظر نہیں ڈالتا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے  
لٹا کے اصغرؑ کو بھائی اکبرؑ کے پاس شبیرؑ یوں کھڑے تھے  
کہ جیسے کوئی عظیم تاجر حسینؑ شے رکھ کے بھول جائے  
اور کل جب دوپہر کو سجدہ شکر کرتے ہوئے حسینؑ اللہ کی بارگاہ میں پہنچ گئے تو آواز پروردگار آئی:

”واہ حسینؑ تو نے کمال کر دی۔ حسینؑ! ایسا نادر تحفہ دیا تو نے ہمیشہ  
کے لئے میری توحید اور رسالت کو بچا لیا۔ چل ماگ کیا مانگتا ہے؟  
ماگ لے جو مانگے گا ملے گا۔“

حسینؑ نے کہا:

”یا اللہ! سوچ لے کیا دے گا؟ رسالت ختم ہو گئی، نبوت ختم ہو گئی، زمین  
ابو ترابؑ کی جس کا میں بیٹا ہوں آسمان ابوطاہرؑ کا جس کا میں نواسہ  
ہوں، جنت، جواران، جنت کی جن کا میں خودسردار ہوں باقی رہا پانی! تو وہ  
میری ماں کو حق مہر میں ملا تھا یہ اور بات کہ ہم نے اس پر نگاہ تک نہیں  
ڈالی۔ اب تو خود سوچ لے کہ کیا دے گا؟“

اللہ نے کہا:

”حسینؑ سن! بے شک نبوت ختم ہو گئی، رسالت ختم ہو گئی اور کوئی شے  
باقی نہیں رہی۔ زمین تمہارے پاس آسمان تمہارے پاس، جنت تمہاری  
ملکیت! اب میرے پاس اور تو کچھ نہیں ایک ذاتی چیز ہے وہ میں تجھے  
دیتا ہوں۔ اور وہ ہے بقاء..... حسینؑ جا! میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب  
تک میں باقی، تب تک تو باقی! نہ کبھی میں فنا ہوں گا نہ کبھی تو فنا ہوگا۔

اچانک کونے سے ربابؑ کی آواز آئی:

”میرے پاس ایک نلیم کا چھوٹا سا دانہ ہے یہ میں آپ کے حوالے  
کرتی ہوں۔“

یہ کہہ کر ربابؑ نے وہ دانہ حسینؑ کے ہاتھوں پر رکھ دیا، چونکہ نلیم کا رنگ نیلا ہوتا  
ہے چنانچہ اس بچے کا رنگ بھی نیلا ہو گیا تھا۔ خدا جانے کیا کشش تھی ان ہاتھوں میں کہ وہ  
بچہ جو پیاس سے کم لایا ہوا تھا وہ تازہ دم ہو کر روئیں بدلنے لگا۔ ماں نے جو دیکھا تو کہا:  
”مولاً! میں تو اس کی کنیر ہوں، اصل مالک آپ ہیں، دو منٹ کے  
لئے مجھے دے دیں۔“

اور یہ کہہ کر ماں اسے خیمے میں لے گئی اور واپس آئی ہے تو تبدیلی کیا آگئی؟ ماں  
نے نگلھی بھی کر دی، ماں نے سرمہ بھی لگا دیا، ماں نے آستینیں بھی چڑھا دیں اور ایک رومال  
سے کمر بھی باندھ دی اور کہا:

”چھ مہینے کا ہوا تو کیا ہوا؟ ہے تو حیدر کرارؑ کا پوتا! پہلی دفعہ میدان میں  
جا رہا ہے، میں سپاہی بنا کر بھیجوں گی، میں اسے تحفہ بنا کر بھیجوں گی۔“  
اور جب اصغرؑ کو لے کر حسینؑ خیمہ گاہ سے نکلے تو ربابؑ اصغرؑ کے چھوٹے  
چھوٹے پاؤں پکڑ کر کہنے لگی:

”سن میرے لال! میں سیدانی نہیں ہوں، میں غیر خاندان کی ہوں۔  
میرے دودھ میں نہنہ کے دودھ کی تاثیر نہیں ہے۔ مجھے پتہ ہے تجھے  
تیر لگے گا مگر سن جب تیر لگے تو ہنس دینا، رونہ نہیں، رونہ دنیا کہے گی کہ  
حسینؑ کا بیٹا ہوتا تو نہ روتا، یہ ماں کے دودھ کی خرابی تھی۔ بیٹا علیؑ اصغرؑ!  
ماں کی لاج رکھ لینا۔“

حسینؑ یہ تحفہ لے کر چلے اور اللہ کی بارگاہ میں یہ تحفہ پیش کر دیا..... باقی سب  
گواہیاں تھیں اور اصغرؑ تحفہ تھا، اس لئے اسے دفن کر دیا، باقی کسی اور کو دفن نہیں کیا

## مجلس دہم

معزز سامعین!

تمام مرحومین کے لئے بالخصوص بانی مجلس کی والدہ محترمہ اور ان کے چچا مرحوم ملک سرور خان کے لئے ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھیں۔ خداوند عالم آپ سب کو بصدق بیمار کر بلا شفا کا ملہ و عاجلہ عطا فرمائے، خصوصاً ملک اسلم صاحب کے والد محترم کو شفا کے کلی نصیب ہو۔

معزز سامعین!

خداوند عالم سے ہماری التجا ہے کہ اے رب کائنات! اے خالق ارض و سموت! اے واجب کی بلندیوں سے امکان کی پستیوں کا جائزہ لینے والے! رحم کر رحم! کرم کر کرم! ہم محتاج ہیں تو غنی! تو اعلیٰ ہے! ہم دنی! ہم سائل ہیں تو مسئول! ہم طالب ہیں تو مطلوب! ہم کھکھول! گدا ہیں تو دست عطا! ہم کاسہ بکف تو ابرستہ! ہم کھکھول! گدائی لئے ہوئے ان مجالس کے وسیلے سے تیری بارگاہ بے نیازی میں دعا گو ہیں کہ ان تمام افراد کو جو بے اولاد ہیں اور بالخصوص ہمارے بانی مجلس کی جھولی ہری کر دے۔

عزیزانِ گرامی!

میں نے مسلسل آپ حضرات کو زحمت دی اور دین اسلام پر اپنے محدود علم کے

اب جس دل میں تو رہے گا اس کے دل میں رہوں گا۔ جن بستیوں میں تو رہے گا ان بستیوں میں رہوں گا۔ حسین! میں ابھی طرح دیکھ رہا تھا کہ دسویں کی دوپہر میں دو لامکان تھے ایک میں لامکان تھا اور ایک تیرا کوئی مکان نہیں تھا۔ اس لئے آج میں وعدہ کرتا ہوں دنیا جہاں میرا مکان بنے گا وہاں تیرا مکان بنے گا جہاں جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں وہاں تیرا ذکر ہوگا.....“

یہ جو مجالس کرائے، یہ مجالس نہیں ہیں اللہ کی طرف سے دربار لگے ہوئے ہیں اور یہ جو علم ہیں، یہ غازی عباس کے علم نہیں یہ اللہ کی حکومت و سلطنت کے نشان ہیں۔ اب قیامت تک کوئی حکومت انہیں مٹا سکتی ہے نہ ہٹا سکتی ہے اور نہ ہی جھکا سکتی ہے۔“

میرے دوستو!

اللہ تعالیٰ آپ کو آباد رکھے شاد رکھے اور آپ کی نسلوں میں مجالس کا یہ سلسلہ سدا چلتا رہے..... اللہ بانی مجلس کو ایک ایسا فرزند عطا فرمائے کہ جو سر سے لے کر پاؤں تک عاشق حسین ہو۔ ان الفاظ کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ (خدا حافظ!)

☆●☆●☆

تک نماز اور قرآن الفجر یعنی صبح فجر کے وقت کی نماز کہ جسے قرآن کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔“

وجہ ہے میرے محترم سامعین!

اب اس میں ہوتا کیا ہے؟ یعنی یہ نمازیں ملا کر کیوں پڑھی جاتی ہیں؟ تو اس کے لئے میں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کروں کہ اول وقت نماز کی ادائیگی کا حکم ہے یعنی آپ اگر اول وقت نماز ادا کریں گے تو ثواب زیادہ ملے گا جسے آپ پر اتری (Priority) کے نام سے پکارتے ہیں یعنی آپ ترجیح کس وقت کو دیں گے؟ تو ظہر کا وقت اول صرف اتنا ہی ہوتا ہے جتنی دیر تک ظہر کی نماز پڑھی جائے اور جیسے ہی ظہر کی نماز ختم ہو عصر کی فضیلت کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ تو اسی لئے حکم ہوا کہ نماز اس طریقے سے پڑھو کہ دوسری فضیلت کا وقت شروع ہو جائے تو دونوں کو ملا دو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک نماز پڑھی جاتی ہے۔ ہوتی دو ہیں لیکن چونکہ پڑھی ایک وقت میں جاتی ہیں تو اس لئے کہتے ہیں کہ ایک نماز ہے حالانکہ نمازیں دو ہی ہیں۔ ظہر اور عصر کا وقت ایک نہیں ہو سکتا۔ مگر جو نبی ظہر کی فضیلت کا وقت ختم ہوتا ہے عصر کی فضیلت کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے سورج غروب ہونے سے نماز مغرب کا وقت آدھی رات تک چلا جاتا ہے مگر نماز مغرب کا اصل وقت اور فضیلت کا وقت صرف اتنا ہوتا ہے کہ جیسے ہی مغرب کی تین رکعت نماز ادا کریں فوراً عشاء کی نماز کی فضیلت کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ (نعرۂ حیدری)

توجہ ہے! اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک ہی وقت میں دو نمازیں ادا کر لی جاتی ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ چونکہ ان کے وقت اتنے ملے ہوئے ہیں کہ ایک کا وقت ختم ہوتے ہی دوسری کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں دونوں پڑھ لی گئیں۔ مغرب کی نماز علیحدہ پڑھی جاتی ہے اور عشاء کی علیحدہ دونوں ایک وقت میں نہیں پڑھی جاتی ہیں لیکن دونوں کے اوقات فضیلت متصل ہونے کی وجہ سے محسوس

ذریعے اختصار کے ساتھ اظہار خیال کیا۔

معزز دوستو! سب مل کر ایک اور دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آغا رضا نقوی صاحب کو قید ستم سے رہائی عطا فرمائے۔

عزیزان محترم! بہت سے سوال آتے ہیں بہت سی فرمائشیں آتی ہیں مگر میں تنگ دامانی وقت کی وجہ سے ان موضوعات پر مفصل روشنی نہیں ڈال سکتا۔ مجھ سے ایک سوال کیا گیا تھا ہو سکتا ہے پھر مجھے اس کی وضاحت کا موقع نہ مل سکے لہذا وضاحت کرتا چلوں۔ سوال اذان کے بارے میں تھا کہ اذان تین وقت کیوں دی جاتی ہے؟ اگر نمازیں منجگانہ ہیں تو اذانیں کیونکر پانچ نہیں دی جاتیں؟

عزیزان محترم!

نمازیں بے شک پانچ ہیں لیکن خداوند عالم نے انہیں قرآن مجید میں تین اوقات میں سمیٹ کر بیان کیا ہے۔

تو جو اوقات قرآن مجید نے ہمیں بتائے ہیں وہی ہم نے اپنائے ہیں ہم قرآن مجید سے بٹ کر کوئی کام نہیں کرتے۔ پندھویں سپارے میں ارشاد رب العزت ہو رہا ہے۔

اقیموا الصلوة لعلوک الشمس الی غسق اللیل و قرآن الفجر

نمازوں کے قیام کے لئے تین اوقات کا ذکر کیا گیا ہے:

”لعلوک الشمس“ غسق اللیل اور قرآن الفجر یعنی جب سورج زوال پذیر ہو تو رات شروع ہونے سے پہلے تک ایک وقت ہوتا ہے اور جب رات شروع ہو جائے غسق اللیل نماز تہجد کا جو وقت آدھی رات کا اہل کا تذکرہ ہے یعنی اس وقت سے لے کر اس وقت



کی ہے؟

توجہ ہے یا نہیں ہے! کہیں ایسا نہ ہو کہ پیسے لے کر کوئی چلا جائے جبکہ ملکیت کسی اور کی نکل آئے اور ہم ادھر ادھر دھکے کھاتے پھریں اور عجیب بات ہے کہ خداوند عالم نے جہاں جنت میں جانے والوں کا تذکرہ کیا ہے وہاں کسی سنی کا ذکر کیا نہ کسی شیعہ کا دیوبندی کا نہ کسی بریلوی کا۔ یہ آیت میں سنائے دیتا ہوں فیصلہ آپ خود کر لیں کہ کون کون جائے گا جنت میں! ارشاد ہو رہا ہے:

ایتمہ کل امر منهم یدخل جنت نعیم کلا ان خلقناہم مما

یعلمون

”کیا ہر شخص یہ لالچ رکھتا ہے کہ وہ میری نعمت والی جنت میں چلا جائے گا۔“

معاف کرنا! جنت کوئی لاہور کی بستی کی سرائے نہیں ہے کہ جو شخص چاہے بوریا بستر سر پر رکھ کر اس کے اندر گھس جائے۔

توجہ چاہتا ہوں! آپ آیت کا ترجمہ سن لیں! بس۔۔۔۔۔!

اللہ پاک فرماتا ہے کہ کیا ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میری نعمت والی جنت میں چلا جائے اور اس لئے نہیں کہ فلاں فرقتے سے تعلق رکھتا ہو فلاں فرقتے کا پیر و کار ہو۔

اس لئے ارشاد فرمایا:

ان خلقناہم مما یعلمون

”ہم نے تمہیں پیدا ہی ایسی نجاست سے کیا ہے جسے تم خود جانتے ہو۔“

توجہ کیجئے گا! سامعین!!

اس کا مطلب ہے کہ نجاستوں نے بننے والا انسان اس کی پاک و پاکیزہ جنت

یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں دو نمازیں ادا کر لی گئی ہیں۔ گویا ہم مغرب کو بھی فضیلت کے وقت ادا کرتے ہیں اور عشاء کو بھی فضیلت کے وقت اور اسی طرح صبح کی نماز بھی فضیلت کے وقت ادا کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اب سمجھ میں آ گیا آپ لوگوں کی!

تو دیکھئے! چودھری صاحب بنے اشارہ کیا ہے کہ جب حاجی حضرات حج کرنے جاتے ہیں تو وہاں بھی کئی مقامات ایسے آتے ہیں جہاں دونوں نمازیں ملا کر پڑھی جاتی ہیں۔۔۔۔۔ تو میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جہاں سے نماز چلی ہے وہاں تو آپ ایک اذان کے ساتھ دو نمازیں ملا دیتے ہیں تو پھر یہاں تک پہنچتے پہنچتے آپ کو کیا تکلیف ہو جاتی ہے؟ اور الٹا ہمیں کہتے ہیں کہ دو نمازیں ملا دیتے ہیں آپ۔ اور دونوں ایک ہی وقت میں پڑھنے کا طعنہ دیتے ہیں۔

توجہ ہے نا! میرے محترم سامعین!!

میں آپ کی واجب الاحترام خدمت میں یہ گزارش کرتا چلوں کہ یہ جو اذان ہے یہ جو نمازیں ہیں تلاوت قرآن ہے روزے ہیں تمام عالم اسلام یہ اعمال کیوں بجالاتا ہے؟۔۔۔۔۔ جب میں نے شیعہ سنی علماء سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ صرف اس لئے کہ دنیا میں تو جیسے گزرنی ہے گزر جائے گی، لیکن آخرت میں تو نجات ملے اور جنت حاصل ہو۔

اب میں کہتا ہوں کہ جتنے فرقتے ہیں وہ سارے کے سارے یہی کہیں گے کہ جنت ہماری ہے جتنے علماء ہیں سبھی کہیں گے کہ ہمارے پاس آؤ جنت ہم دیں گے۔

سامعین محترم!

آئیے! ہم سب مل کر یہ جائزہ تو لے لیں کہ جنت تو سب ہی بچ رہے ہیں۔ مگر خریدنے سے پہلے اخبار میں بھی اشتہار آتا ہے کہ مشتری ہوشیار باش!۔۔۔۔۔ خریدار کو ہوشیار ہونا چاہئے۔ اب جنت خریدنے سے پہلے خریدار کو یہ تو معلوم ہونا چاہئے کہ جنت ملکیت کس



دیکھو دوستو!

شریعت اسلامیہ کا یہ قانون ہے کہ جب کپڑا نجس ہو جائے تو اس کا پاک کرنے والا پانی کو بنایا ہے کہ پانی سے کپڑا دھو لو۔ اسی طرح جوتے کا تلا نجس ہو جائے تو اس کا پاک کرنے والا مٹی کو بنایا ہے کہ اس سے رگڑنے سے پاک ہو جائے۔ اگر دیوار نجس ہو جائے تو سورج کی شعاعیں اسے پاک کرنے کے لئے موجود ہیں اور اگر لوہا پاک ہو جائے تو آگ میں ڈال دو لال سرخ کر دیا پگھلا لو تو پاک ہو جائے گا۔

یہ نہ سمجھئے کہ ہر شے کو پانی پاک کرتا ہے، کسی کو آگ پاک کرتی ہے، کسی کو دھوپ پاک کرتی ہے، کسی کو زمین پاک کرتی ہے، کسی کو انتقال پاک کرتا ہے، کسی کو استحالہ پاک کرتا ہے۔

اسلام ظاہر کو پاک کرتا ہے، ایمان باطن کو پاک کرتا ہے، خمس و زکوٰۃ مال کو پاک کرتے ہیں اور علی کی ولایت حسب و نسب کو پاک کرتی ہے۔  
(نعرۂ حیدری..... نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت، نعرۂ حیدری..... حسینیۃ زندہ باد!)

توجہ ہے نا دوستو!

بھئی! حد ہو گئی کہ کتا اور خنزیر ڈبل (Double) نجس ہیں، اللہ نے ان کا پاک کرنے والا بھی بنا دیا۔ جہاں آپ سائنس کے اتنے مسئلے سمجھ چکے ہیں، وہاں فقہ کے بھی سمجھ لیں گے۔ کتا اور سور اگر کسی چیز کو چاٹ جائے تو بے شک سات سمندر میں غوطے دیتے رہیں تو یہ پاک نہیں ہوگی۔ اس کے لئے شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کتا یا سور کسی چیز کو چاٹ جائے تو پہلے پاک مٹی سے پاک کرو۔ پھر پانی سے پاک کرو۔ پہلے پاک مٹی سے ملو پھر پاک پانی سے دھو پھر پاک وہ گا۔ اب اس کے لئے میڈیکل سائنس کے کیا پوائنٹ ہیں؟

میں نہیں جاسکتا۔ تو ہم نے خود ہی اگر جنت کا ہادی، جنت کا وسیلہ کسی ایسے امام کو بنالیا جو ہماری طرح نجاستوں سے بھرا ہوا ہو تو وہ تو خود بھی جنت میں نہیں جاسکے گا۔ پھر بھلا ہمیں کیسے لے جائے گا۔۔۔۔۔ (نعرۂ حیدری)

لہذا آخری فیصلہ یہ ہے کہ جنت کا ہادی، امام اور..... وسیلہ وہ ہوگا جس کی خلقت ہماری اور آپ کی خلقت کی طرح سے نہ ہو۔۔۔۔۔ جو نجاستوں سے پیدا ہی نہ ہوا ہو۔

اب اگر آپ حضرات کو ذہنی پریشانی ہوئی ہو تو اللہ سے دعا کیجئے گا، میں نے تو صرف آیت پڑھی ہے اور اس کا ترجمہ کیا ہے۔۔۔۔۔ ہاں! البتہ آپ کی طرف سے میں بھی اللہ سے دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ یا اللہ! تو نے اپنے نظام حکمت سے خود تو پیدا کر دیا ہمیں، ہم کو نجاست سے خلق کر دیا، کیا ہمارا کوئی دغدغہ ہمارے پاس گیا تھا کہ ہمیں نجاستوں سے پیدا فرما دے۔ ہم نے کوئی Application دائر کی تھی۔۔۔۔۔ اور پھر ہم سے اتنے اعمال بھی کر دئے جنت کے لالچ میں کہ نماز پڑھو گے تو جنت دوں گا، روزہ رکھو گے تو جنت دوں گا، فلاں کام کر دو گے تو جنت دوں گا۔

اور اب خود ہی فرما دیا کہ نجاستوں سے بنا ہوا جنت میں جا ہی نہیں سکتا، تو ہمارا کیا تصور ہے؟۔۔۔۔۔

اللہ کی آواز آئی، میرے بندے میرے دربار میں گستاخیاں مت کر! میں نے تمہیں عقل کا میٹرکس لئے عطا کیا ہے؟ اسے استعمال میں لا اور سمجھ لے کہ میں نے صرف تجھے ہی نہیں نجاست سے پیدا کیا، بلکہ میں نے تو کئی اور چیزیں بھی نجاست ہی سے بنائی ہیں اور کوئی ایسی نجس شے نہیں بنائی جس کا پاک کرنے والا نہ ہو۔ ارے! تو پاک کرنے والا کیوں تلاش نہیں کر لیتا! جو تیری خلقت کو پاک کر کے تجھے جنت میں لے جائے۔ یاد رکھ! نجاست اگر گیارہ ہیں تو پاک کرنے والے مطہرات چودہ ہیں۔۔۔۔۔ اپنا پاک کرنے والا تلاش کر!

”اچھا یار دوست اس کہ یار بلی کولوں کاغذات دیکھد ایں“.....

تو آپ کہتے ہیں کہ ہم دونوں تو یار دوست ہیں، ہو سکتا ہے ہماری آنے والی تسلیں دوست نہ ہوں اس لئے مہربانی کر کے کاغذات ملکیت دکھا دو۔

بھائی! اگر آپ ۱۰x۱۰ کا کوئی کمرہ بھی خریدتے ہیں تو پہلے کاغذات ملکیت دیکھتے ہیں اور اگر ایک کنال کا پلاٹ بھی خریدتے ہیں تو کاغذات ملکیت دیکھتے ہیں اور اگر ایک کمرہ خریدتے ہیں تو بھی کاغذات ملکیت دیکھتے ہیں۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ مولوی صاحبان اتنے اندھے کیوں ہو گئے ہیں کہ جنت خریدتے وقت کاغذات ملکیت تک نہیں دیکھتے کہ یہ جنت ہے کس کے نام؟

توجہ ہے! اب جنت کس کی ملکیت ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة

جب فاطمہؑ کا ذکر آیا تو:

فاطمة سيدة النساء الجنة

جناب امیر المومنینؑ کا نام آیا تو ارشاد ہوا:

حب علی جواز للجنة

یہ پیغمبرؐ نے فرمایا اور جب صحابہ کرامؓ سے پوچھا تو سب سے پہلے جلیل القدر صحابی ابوبکرؓ کا ارشاد ملا، فرمایا:

لا يجوز الصراط الا من كتبه علي عن الجواز

”ہل صراط سے کوئی گزر نہیں سکتا، جب تک اس کے ہاتھ میں علیؑ کے

ہاتھ کا لکھا ہوا ٹکٹ نہ ہو۔“

اب میں تو دیہاتی ہوں، مولوی صاحبان یہاں ایک اور چکر چلا دیتے ہیں کہ یہاں تو بڑے بڑے بزرگ صحابی بیٹھے ہیں، علیؑ تو ان کے آگے بچہ ہے۔ ارے بھیا! سوال بزرگی اور بچپن کا نہیں ہے یہاں سوال تو جنت کے ٹکٹ کا ہے۔

محترم سامعین!

میرے پاس وقت نہیں ہے، پھر کسی دن انشاء اللہ میں اس کی وضاحت کر دوں گا۔ آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اگر کتا اور سور کسی چیز کو چاٹ جائیں تو پہلے مٹی سے پاک کر د پھر پانی سے۔ یہ ڈبل نجس ہیں، ان کو ڈبل پاک کرنے والے چاہئیں۔ اب میری ایک ملنگانہ بات بھی سمجھ لیں کہ کسی پڑھے لکھے یا مسٹر یا مولانا میں حافظ قرآن میں یا جال میں اگر کتے اور خنزیر کی صفات اور اثرات موجود ہوں تو اسے صرف محمدؐ کا کلمہ پاک نہیں کرے گا۔ جب تک کہ اسے میرے ابو ترابؑ کی مٹی پاک نہیں کرتی..... (نعرہ حیدری) کیونکہ وہ ڈبل نجس ہے اور اسے ڈبل طہارت کی ضرورت ہے۔

عزیزان محترم!

اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ پاک کرنے والا ڈھونڈو! اور جنہیں پاک کرنے والا بنایا نہیں ”یطهرکم تطهيرا“ کی سند دے کر بھیجا گیا کہ پاک کرنے والے یہ ہیں۔ ان کے دامن کے ساتھ دامن ملاؤ، یہ خود پاک ہیں تمہیں پاک کر کے اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے..... اور یاد رکھئے! جو اہل بیتؑ کا دامن چھوڑ جائے گا، وہ اپنا بیڑا ”بوٹو“ جائے گا..... جنت میں جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا..... اور یہی وجہ ہے کہ اللہ نے جنت کی ملکیت بھی انہی کے نام کر دی ہے۔

ارے دوستو!

بات یہ ہے کہ اگر آپ کوئی چند مرلے کا یا ایک کنال کا پلاٹ بھی خریدتے ہیں تو خریدنے سے پہلے کہتے ہیں کہ ذرا اس کے کاغذات ملکیت دکھا دو کہ یہ کس کے نام ہے؟ اب اگر آپ کا کوئی یار دوست کہے:

ہیں کہ جنت کے ٹکٹ علی کے ہاتھ میں ہیں۔ اب چاہے کوئی لاکھ بزرگ آ جائے جب تک علی کو بابو نہیں کہے گا، تو جنت کی ٹکٹ نہیں ملے گی۔ (نعرۂ حیدری)

نہیں ایسے نہیں! ارے بھائی ایسا نعرہ لگائیں کہ آواز نجف تک پہنچے۔  
(نعرۂ حیدری)

بھائی!

تھک تو نہیں گئے! آپ سے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جنت جن کی ملکیت ہے ان کے پاس جاؤ اور جنت پر جن کا تصرف ہے، جنت جن کی ملکیت ہے ان سے کہو:

”ذرا کاغذات ملکیت دیکھنے ہیں ہم نے۔“

جواب ملا:

”کاغذات ملکیت ہم نے رکھے ہی نہیں ہر کلمہ پڑھنے والے شخص کے گھر رکھوا دیئے ہیں، جاؤ جا کر اپنے گھر میں ڈھونڈو..... کاغذات ملکیت کا نام قرآن ہے اور رجسٹری کا نام سورہ دہر ہے اور اگر ہمارا نام نہ نکلے تو ماننا چھوڑ دو۔“ (نعرۂ حیدری)

توجہ کیجئے گا صاحبان!..... عزیزان محترم!

جب ہم اپنے گھر گئے تو کاغذات ملکیت جس کا نام قرآن تھا، اس میں رجسٹری اور بیع نامہ سورہ دہر دیکھی تو اس میں سے آواز آئی:

فجزا ہم بما صبر و جنة و هربوا

”جنت و ہریرہ (لباس جنت) ہم نے دے دیئے ہیں جزا میں.....“

کس کی جزا میں؟ صبر کی جزا میں۔ اور جب ہم نے صبر کرنے والوں کا نام پڑھا تو اس میں سے چار نام نکلے، کون کون سے؟ علی، فاطمہ، حسن، حسین..... حالانکہ میرے

توجہ ہے، میرے سامعین!

میں تو دیہاتی آدمی ہوں، جھنگ کے ایک کونے کا رہنے والا! بچپن سے دیکھتا آیا ہوں کہ ٹرین میں اگر کوئی بے ٹکٹ مسافر آ جائے اور اوپر سے ٹی ٹی بھی آ جائے اور اسے دیکھ لے، تو یہ میں آپ کے حافظے پر چھوڑتا ہوں، جو ٹرین کا سفر کرتے ہیں کہ بے ٹکٹ مسافر بچنے کے لئے کہاں کہاں چھپتا ہے؟

دیکھئے دوستو!

ہمارے منبر کی ایک تہذیب ہے اور ہم اپنے بیان کو اس تہذیب سے نیچے گرنے نہیں دیتے، اس لئے میں نے آپ پر چھوڑ دیا۔

اور جب ہم اسٹیشنوں پر جاتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اسٹیشن کے ٹکٹ گھر کی کھڑکی بند ہے اور سفید داڑھیوں والے بزرگ لائیاں ہاتھوں میں لئے پھر رہے ہوتے ہیں۔ جو نمئی گھنٹی بجتی اور کھڑکی کھلتی ہے، تو اندر بیٹھا ہوا ایک تازہ دم میٹرک پاس بچہ کھڑکی کھول کر ٹکٹ دینا شروع کر دیتا ہے۔ اب ٹکٹ لینے کے لئے اس ”بابے“ کو بھی کہنا پڑتا ہے:

”بابو ذرا ٹکٹ دیں۔“

حالانکہ بابو تو وہ نہیں ہے، بابو تو یہ بزرگ ہے۔ وہ تو بچہ ہے، وہ تو جوان ہے، بابو تو یہ بوڑھا ہے۔ مگر چونکہ ٹکٹ لینا ہے اس لئے وہ کہتا ہے:

”بابو اے ٹکٹیں دے۔“

اب اگر کوئی مولوی آ جائے اور کہے کہ ٹکٹ تو ”بابے“ کو دینی چاہئے۔ وہ تو بچہ ہے، بابا اس کو بابو کیوں کہہ رہا ہے؟ تو میں یہ کہتا ہوں کہ بابو کی ڈیوٹی گورنمنٹ نے لگائی ہے کہ بابو ٹکٹیں دے گا اور بابے کو کہنا پڑے گا کہ بابو ٹکٹ دینا..... یہی بات ابو بکرؓ کہہ رہے

تو ایک نے روٹی اٹھا کر دے دی دوسرے نے دے دی تیسرے نے دے دی تھے نے دے دی۔ سب نے دے دیں اپنی اپنی روٹیاں۔ اور خود صبر سے فاقہ کر کے سو۔ صبح پھر روزہ رکھ لیا اور جب افطار کا وقت ہوا تو آواز آئی:

”میں مسکین ہوں۔“

چنانچہ سب نے پھر روٹیاں دے دیں۔

پھر جب تیسرے دن افطار کا وقت آیا تو آواز آئی:

”میں اسیر ہوں۔“

پھر سبھی نے روٹیاں اٹھا کر دے دیں۔

تین دن حسین شریفین بھوکے رہے اور تین دن میں حسین شریفین کے چہرے مرجھا گئے۔

اب میں لکھے پڑھے افراد کے لئے ایک جملہ کہہ رہا ہوں اور یہ جملہ کہہ کر آگے بڑھ جاؤں گا کہ تین دن بھوکا رہنے سے حسین شریفین کے چہرے اتر گئے تو ارے بھائی! اب یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ تین دن میں ان کی صورتیں اتریں اور قرآن کی سورۃ نہ اترے!

چنانچہ قرآن کی سورۃ اتری اور ارشاد رب العزت ہوا:

فجراً بما صبراً جنتاً وھریراً

”اللہ نے انہیں جنت اور ہریر جنت جزا میں دے دی ہے۔“

سامعین محترم!

یہ جو دنیا ہم سے کہتی ہے کہ آپ کو صرف انہی کے نام یاد ہیں یہ جو مجالس میں تقاریر میں صرف اور صرف انہی کے نام لیتے ہو کہ علی بن فاطمہ ہیں حسن ہیں حسین ہیں..... ان کے سوا کوئی اور نام نہیں ہے۔“

میں نے کہا:

دوستو! فضائل جتنے ہیں سب پہنچتی ہیں۔

دیکھئے! اذان میں محمد و آل محمد نماز میں محمد و آل محمد سورہ تطہیر میں محمد و آل محمد درود شریف میں محمد و آل محمد..... ہر جگہ محمد و آل محمد ملے۔ لیکن جنت کے بیچ نامے میں صرف آل محمد! یہ فضیلت ہے ان کی اور فضیلت بھی کیسی عجیب ہے۔

دوستو!

یہ واقعہ کب ہوا؟ یہ آیت کب نازل ہوئی؟ یہ تو آپ کے بچوں کو بھی یاد ہے۔ اللہ کی مصلحت تھی اس میں! ایک دن حسین شریفین کو بخار ہو گیا۔ سرکار رسالت نے فرمایا کہ ان کی صحت کے لئے منت کے روزے مان لو۔

اب منت مانی تو چار نے.....!

روزے رکھے تو چار نے.....!

توجہ کیجئے گا! روزے رکھے تو چار نے..... غریبوں مسکینوں کو روٹیاں دیں تو چار

نے۔

ارے! وہ فضا تو ان کے صدقے میں آگئی بیچ میں!

عزیزان محترم!

اور وہ روٹیاں جو جنت کا بیج نامہ اور رسید بن گئیں تو وہ روٹیاں نکالیں چار نے! کسی تحریر میں کسی تفسیر میں قرآن کی کسی آیت میں آپ مجھے دکھا دیں کہ پیغمبر کی روٹیاں بھی کہیں جنت کے بیج نامے میں شامل ہوئی ہوں یا مجھے رسول اللہ کا روزہ رکھنا دکھاؤ رسول اللہ نے صرف اتنا کہا تھا کہ روزے رکھ لو منت مان لو اور خود چلے گئے تھے۔ روزے رکھے تو چار نے اور جب افطار کا وقت آیا تو باہر سے آواز آواز آئی:

”اے گھر والو! میں یتیم ہوں مجھے کچھ کھانے کو دو۔“



ما اور ہے؟

رامی!

مئی! اب جنت کے منتقل ہوگی؟ وارث ہی کو تا!

قرآن میں کیا ارشاد ہو رہا ہے:

لَكَ الْجَنَّةُ نِوَرٌ بَهَا مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا

جنت انہیں ورثے میں منتقل ہوتی ہے جو سینٹ پر سینٹ (Cent per

سے کے مالک ہوں۔“

یاد رکھئے! کہ جو سو فیصد تقویٰ کے مالک ہوں انہی کو فقہ جعفریہ میں معصوم

جنت کی جو وراثت ہے وہ معصومین کے نام منتقل ہوتی چلی جاتی ہے۔

ایک دفعہ مل کر با آواز بلند صلوٰۃ پڑھ لیں، محمد آ و آل محمد پر!

ماں پڑھے لکھے لوگوں کے لئے ایک اشارہ اور کرتا جاتا ہوں۔ جب قرآن کہتا

مئی ہی ورثے میں ہے تو یہ آیت تو روز قیامت مولویوں کے گلوں میں پکا ڈال

دے گی۔ اس لئے کہ ساری دنیا جائے گی سرکار کی خدمت میں کہ آپ کو

ت بنا کر بھیجا ہے۔ مہربانی فرما کہ ہمارے گناہ معاف کر دے دیکھئے اور ہمیں انعام

لے دیجئے۔

مضور پوچھیں گے:

”تم کون ہو؟“

واب دے گا:

”میں بہت بڑے مولوی صاحبان میں سے ایک مولوی ہوں۔“

”بھئی! اس میں جھگڑے کی بات کون سی ہے؟ وہ جو سامنے مکان بن

رہا ہے وہ کس کا ہے؟“

وہ کہتے ہیں:

”چودھری صاحب کا!“

میں نے پھر پوچھا۔ تو انہوں نے کہا:

”چودھری صاحب!“

میں نے ایک دفعہ پھر پوچھا۔ انہوں نے پھر کہا:

”چودھری صاحب کا۔۔۔۔۔“

میں نے دس بار پوچھا لاکھ بار بھی پوچھوں گا تو یہی جواب ملے گا۔ اب میں

اگر یہ کہوں کہ جناب لاکھ بار انہیں کا نام لیا ہے ایک بار تو کسی اور کا نام بھی لے لو۔

جواب ملا، بھئی! جتنی دفعہ بھی پوچھو گئے مالک ہی کا نام لوں گا تا! کسی اور کا نام

کیسے لوں گا؟۔۔۔۔۔

دوستو!

یہی بات میں نے کہی کہ جنت کی ملکیت جن کے نام ہے انہی کا نام لوں گا۔ ایک

مرتبہ پوچھو گئے تو بھی انہیں کا نام لوں گا لاکھ مرتبہ پوچھو گئے تو بھی انہیں کا نام اور کروڑ مرتبہ

پوچھو گئے تو بھی۔۔۔۔۔ اور قیامت تک پوچھتے رہو گئے تو بھی انہیں کا نام ہی لیتا رہوں گا۔

بھئی! گھبراؤ نہیں گئے آپ!۔۔۔۔۔ اب اگر پیغمبرؐ یہ کہہ دے تو!

اچھا ایک بات بتائیں کہ فرض کریں ایک کمرہ ہے یا ایک باغ ہے۔ اس کے

مالک کا انتقال ہو جاتا ہے تو کیا جائیداد کا بھی انتقال ہو جاتا ہے؟

بولو! جائیداد کسے ملتی ہے۔۔۔۔۔ وارث ہی کو تا!

یہی بات میں جنت کے بارے میں بھی کرتا چاہتا ہوں کہ کیا جنت کا قانون بھی



میرے خیال میں نیاز بیگ والے ویسے ہی بے نیاز ہیں، انہیں پاسپورٹ کی کبھی ضرورت ہی نہیں پڑتی اور اگر بغیر پاسپورٹ کے آنا جانا لگا رہے تو کیا ضرورت ہے پاسپورٹ کی.....!

میری بات پر غور ہے صاحبان!

ارے بھائی! پاسپورٹ بنوانا کوئی آسان کام تھوڑا ہی ہے، شناختی کارڈ لاؤ، یہ لاؤ، وہ لاؤ اور میں تو بیچارے حاجی صاحبان کو دیکھتا ہوں ان کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ یہ جواز کیا ہے؟ وہ پاسپورٹ لے کر ”پھٹوئی“ میں ڈال لیتے ہیں اور ذہن میں تصور ہوتا ہے کہ جارہے ہیں عرب شریف میں۔ اور قرآن شریف کو لٹکا لیتے ہیں گلے میں، کہ مقدس کتاب ہے راستے میں پڑھتے جاکیں گے وہاں پر بھی یہ کام آئے گی لیکن جدہ پہنچ کر ایئر پورٹ پر لائن میں کھڑے ہوتے ہیں..... میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے..... اور مزرے کی بات یہ ہے کہ جتنے جوان جوان حاجی ہوتے ہیں وہ آتے ہیں انڈونیشیا اور ملائیشیا سے اور جتنے ملک الموت کے دوست ہیں وہ جاتے ہیں ہمارے پاکستان سے!

توجہ ہے عزیزان گرامی!

اب لائن میں کھڑے ہوتے ہیں ہاتھ میں قرآن مجید اٹھائے ہوئے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ یہی کافی ہے اور اب وہاں جو پاسپورٹ افسر ہے جو چیک کر رہا ہے۔ اب اس نے کہا:

”جواز، جواز!“

اب یہ بھلا کیا سمجھیں عربی!

تو آرام سے چپ کر کے اللہ کی کتاب کھولی اور سامنے رکھ دی..... وہ آفسر جواز

جواز کر رہا ہے اور حاجی صاحب قرآن آگے رکھ رہے ہیں۔

حضور فرمائیں گے:

”مولوی صاحب! تمہیں اتنا پتہ نہیں ہے کہ جنت ملتی ہے ورثے میں اور ہم نبی کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے..... تو جب ہمارا ورثہ ہی نہیں ہے تو ہمارے پاس جنت لینے کیسے آگئے ہو؟“

توجہ ہے، محترم سامعین!

اب بھی جو نہیں سمجھے انہیں خدا سمجھے.....! (ایک صلوٰۃ پڑھ لیں) چلو! آپ کو سمجھانے کے لئے میں اور آسان کئے دیتا ہوں کہ یاد رکھئے! علیؑ ہیں تو جنت، جناب سیدہؑ ہیں تو جنت، سرکارِ امام حسنؑ ہیں تو جنت، امام حسینؑ ہیں تو جنت! یعنی جنت ہے ان چار کے نام..... اب اوشاد کیا ہوا:

حب علی جواز الجنة

”یعنی علیؑ کی محبت جنت میں جانے کا جواز ہے۔“

جواز کسے کہتے ہیں؟ جواز کے کئی معنی ہیں اور آج کل کی ماڈرن عربی میں جواز

کہتے ہیں پاسپورٹ کو!

بھئی! جن جن دوستوں کے پاس پاسپورٹ ہیں وہ گھر جا کر دیکھ لیجئے گا، اس پر لکھا

ہوا ہے:

رقم الجواز

”پاسپورٹ نمبر.....“

توجہ! تو اب اگر جواز کے معنی ہیں پاسپورٹ کے تو پیغمبرؐ کے فرمان کا ترجمہ جدید

عربی میں کیجئے ماڈرن اریک (Modern Arabic) میں:

حب علی جواز الجنة

”علیؑ کی محبت جنت کا پاسپورٹ ہے۔“

اس نے فوراً ”بھٹوئی“ میں ہاتھ ڈالا اور پاسپورٹ نکال کر افسر کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے پاسپورٹ کھولا، درقہ درقہ ادھر سے ادھر سے دیکھا، پھر کہا:

پاسپورٹ تو ٹھیک ہے:

من تا عشیرہ؟

”دیزہ کہاں ہے؟“

بے نے کہا:

”اوکی ہوندا اے؟“

س نے کہا:

”ہمارا ایک نمائندہ جسے سفیر کہتے ہیں تمہارے پاکستان میں ہوتا ہے بغیر اس کی تحریر دستخط اور مہر کے جسے دیزہ کہتے ہیں ہم صرف پاسپورٹ کے ذریعے سعودی عرب میں داخل نہیں ہونے دیتے..... لاکھ پاسپورٹ تمہارے پاس ہے مگر ہمارے نمائندے کے دستخط اور تحریر ہونی چاہئے۔“

عزیزان!

وہیں سے یہ مسئلہ میری سمجھ میں آیا کہ قیامت کے دن ساری دنیا جنت میں جانے کے لئے کھڑی ہوگی اور ہر ایک سنی شیعہ بریلوی اسلام کے پورے تہتر (۷۳) کے تہتر (۷۳) فرتے کہیں گے:

”علیٰ کی محبت کا پاسپورٹ ہمارے پاس ہے۔ ہم بھی علیٰ سے محبت

کرتے ہیں وہ بھی علیٰ سے محبت کرتا ہے وہ بھی علیٰ سے محبت کرتا

ہے۔“

مگر رضوان جنت علیٰ کی محبت کا پاسپورٹ لے کر دیکھے گا اور پھر کہے گا:

اب پاسپورٹ افسر نے کہا:

این ہذا

”یہ کیا ہے؟“

حاجی نے کہا:

”کتاب اللہ!“

بڑے فخر سے اللہ کی کتاب۔

اس نے کہا:

”سعودی عرب کے اندر داخلے کے لئے اللہ کی کتاب کافی نہیں ہے۔“

جواز لاؤ جواز!

حاجی سر پٹتا ہے:

”بھئی! اللہ کی کتاب ہے۔“

وہ کہتا ہے:

”لاکھ اللہ کی کتاب ہو مگر اس کے ذریعے تم سعودی عرب میں داخل

نہیں ہو سکتے۔“

اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو اللہ کی کتاب سعودی بارڈر میں داخل ہونے کے لئے کافی نہیں ہے وہ جنت میں داخل ہونے کے لئے کیسے کافی ہو سکتی ہے! اب وہ جواز جواز کر رہا تھا عربی میں بول رہا تھا اور ہمارے حاجی کو ”عربی“ (اردی) کبھی مبزی میں بھی پسند نہیں آئی۔ کہنے لگا:

”اوہ کہہ ہندا اے!“

میں نے کہا:

”باباجی! پاسپورٹ کو کہتے ہیں جواز۔“

”اچھا پاسپورٹ نوں کہندے آ۔“

دوسری ہیضہ (Cholera) اور تیسری ہے ایڈز (Aids).....! ان  
سب کے ٹیکے لگوائے تھے؟

میں نے کہا:

”وہ تو یاد نہیں رہے!“

اس نے کہا:

”پھر آپ اندر نہیں جاسکتے۔“

چنانچہ وہاں بیٹھ کر تین ٹیکے لگوائے۔

چپک سمجھتے ہیں نا! چپک کیا ہے؟

واہ کیا نام ہے ماما!

ارے سبحان اللہ! کیا خوبصورت نام دیا ہے۔ یہ ہندی کا لفظ ہے۔ ہندی میں ماما  
کا ترجمہ ہے ماں..... یہ کیسی اماں ہے جو بچوں کو چٹ گئی..... یہ بات سمجھ میں نہیں آئی

میری!

اور اس نے کہا! گلو او ٹیکہ اس کا! تو اس کا ٹیکہ لگوایا پیٹنے کا بھی ٹیکہ لگوایا اور ایڈز کا  
بھی ٹیکہ لگوایا۔

تب اجازت ملی اندر جانے کی۔

میں کہتا ہوں ساری دنیا پاسپورٹ بھی لے جائے جنت کا ویزہ بھی لے جائے مگر

رضوان جنت کہے گا:

”ہیلتھ کارڈ ہے۔ کہیں تم ساری دنیا کے جرائم لے کر تو جنت میں نہیں

آ رہے ہو۔“

ارے ہم نے کہا:

”وہ ہیلتھ کارڈ کیسے ملے گا.....“

اس نے کہا:

”ویزہ کدھر ہے ویزہ دکھاؤ؟“

اب وہ کہے گا:

”اوہ کی ہوندا ہے۔“

تو جواب ملے گا:

”جنت کا ایک نمائندہ تمہاری دنیا میں ہمیشہ رہا ہے۔ جب تک اس امام

زمانہ اور نمائندے کی تحریر نہ دکھاؤ گے جنت میں نہیں جاسکو

گے۔“ (نعرۂ حیدری..... صلوٰۃ)

آج آپ کو اتنی ہی زحمت دینا تھی۔ بھی! کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے..... اچھا میں

ایک دفعہ لندن جا رہا تھا علاج کیلئے! تو میرے پاس پاسپورٹ بھی تھا اور ویزہ بھی..... لیکن

پھر بھی مجھے روک لیا گیا کہ آپ اندر داخل نہیں ہو سکتے۔ میں نے کہا:

”کیوں؟“

جواب ملا:

”ہیلتھ کارڈ دکھاؤ؟“

میں نے کہا:

”وہ کیا ہوتا ہے بھی؟“

اس نے کہا:

”اپنے ملک سے ہمارے ملک میں آئے ہو تو ٹیکے لگوائے تھے؟“

نہیں سمجھ آ رہی میری بات!

ارے بھیا! میرے پاس پاسپورٹ بھی تھا ویزہ بھی تھا۔

مگر اس نے کہا:

”تین بیماریاں بہت اہم ہیں ایک ہے چپک (Small Pox)“

ارے دنیا میں کسی سے مخالفت کر کے اس کے چھوٹے سے ٹکڑے زمین پر نہیں رہ سکتے، تو کیا جنت کے فرشتے تمہاری نافرمانی اور مخالفت کے باوجود تمہیں جنت میں رہنے دیں گے؟

اب پوچھتے ہیں کہ کیسے وفاداری کا اظہار کریں جنت کے مالکوں سے.....؟  
تو وفاداری یہ ہے کہ ان کے غم میں غم مناؤ اور ان کی خوشی میں خوشی مناؤ۔ یہ نہ ہو کہ ان کے گھر میں میت پڑی ہو لاشے پڑے ہوں اور تمہارے چہرے پر مسکراہٹ ہو پھر دنیا کا کوئی انسان تمہیں وفادار نہیں کہے گا۔

عزیزانِ محترم!

اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا کہ جنت کا وارث تھا اور لاشوں پہ لاشے لا رہا تھا۔ آج کی رات شب عاشور کہلاتی ہے۔ آج کی شام شام شہیدان کہلاتی ہے اور کل جو شام آئے گی وہ شام غریباں ہوگی..... آج شہیدوں کی شام ہے کل غریبوں کی شام ہوگی آج ہر بہن کا بھائی موجود ہے ہر ماں کا بیٹا موجود ہے اور ماؤں کی جھولیاں بھی آباد ہیں۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ آج کی رات سید الشہداء نے ایک ایک جائزہ لیا خیموں میں جا کر اور جب ایک خیمے میں گئے ہیں تو دیکھا کہ ہم شکل پیغمبرؐ جو ان کی گود میں لیٹا ہوا تھا اس کا سر ماں کی گود میں تھا اور سر ہانے ایک شمع جل رہی تھی۔ اس روشنی میں ماں بیٹے کا منہ چوم چوم کر کہہ رہی تھی کہ کل میرا چاند سا بیٹا مجھ سے جدا ہو جائے گا میں اس چاند چہرے سے محروم ہو جاؤں گی۔ اتنے میں امام حسین علیہ السلام اندر داخل ہوئے اور فرمایا:

”لیلیٰ! گھبرا نہیں میں حسین ہوں میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کل

تیرے بیٹے کو فخر خلیل نہ بنا دیا تو نواسہ رسولؐ نہ سمجھنا.....“

فخر خلیل سمجھتے ہیں آپ! کسے کہتے ہیں فخر خلیل؟

بھائی! خلیلؑ نے بھی دیا تھا نہ بیٹا..... بوڑھا باپ تھا جوان بیٹا تھا منزل کٹھن تھی

”یاد رکھنا! جب تک ظالموں، خائنوں اور غاصبوں کے خلاف تیرے کا ٹیکہ نہیں لگواؤ گے جنت میں نہیں جاسکتے۔“

اور ہم نے کہا:

”کیا اس کے لئے قرآن نے بھی کچھ کہا ہے؟“

جواب ملا:

”ہاں بالکل!! اس کے لئے قرآن میں پوری سورہ برات موجود ہے۔ اور یہ برات اس لئے ہے کہ تم ان بیماریوں سے ان جراثیموں سے اپنے آپ کو بچا کر اور برات کا انجکشن لگوا کر جنت میں آؤ۔“

توجہ ہے دوستو!..... بزرگانِ محترم!

آج کا بیان میں یہیں سمیٹوں گا کہ سرکارِ دو عالمؐ نے اسی لئے ان شہزادوں کو پیش کیا تھا کہ اگر جنت مطلوب ہے تو ان سے رجوع کرو۔

میں پوچھتا ہوں کہ آج ساری دنیا جو جنت میں جانے کے لئے تیار بیٹھی ہے۔ آپ ایمان سے بتائیں کہ آج میں سندھ میں سندھیوں کی مخالفت کر کے نہیں رہ سکتا، پنجاب میں پنجابیوں کی مخالفت کر کے نہیں رہ سکتا، دہلی یا کویت میں وہاں کے حکمرانوں کے خلاف آواز اٹھا کر نہیں رہ سکتا..... نہیں نا!

تو پھر یہ کیسے عقل میں آ گیا کہ جنت کے مالکوں کی مخالفت بھی کریں اور جنت میں جانے کی آس بھی لگائیں۔

توجہ ہے میرے دوستو!

جنت کے سرداروں سے وفاداری نہ کر کے آپ کیسے جنت میں جاسکتے ہیں؟ جب تک ان کے ساتھ وفاداری نہیں کرو گے جنت نہیں پاؤ گے۔

میرے بیٹے کی لاش آئے! یا اللہ! پہلے میرے بیٹے کی میت آئے۔ اور ابراہیمؑ تو بھی اس وقت جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا کہ کیسے بوڑھا باپ جوان بیٹے کے سینے سے برہمی کا پھل کھینچے گا۔ نہ آنکھوں پر پٹی بندھی ہوگی نہ بیٹے کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوں گے۔ اور یاد رکھنا! تو نے چھری چلاتے وقت جو کہا تھا اللہ اکبر! اب اللہ کے ساتھ ساتھ اکبر کو بھی یاد رکھنا!“

نسل خلیلؑ سر بلا میں پہنچ چکی تھی اور جب صبح عاشور ہوئی تو فخر خلیلؑ نے فخر ذبیح حضرت علی اکبرؑ کو حکم دیا:

”بیٹا! اب ہم حکم دیتے ہیں کہ تم جاؤ میدان جنگ میں.....“ وہاں اللہ کا حکم تھا اور یہاں فاطمہؑ کا لال کہہ رہا تھا:

”اکبر! میں حکم دیتا ہوں تم جاؤ!“

اکبرؑ نے فوراً رکابوں پر پاؤں رکھے اور میدان کا رخ کیا۔ حسینؑ نے بیٹے کے چہرے کو دیکھا، جوانی کی رعنائی دیکھی، شبیہ پیغمبرؐ کو دیکھا، اپنے چلتے پھرتے دل پارے کو دیکھا اور کہا:

”اکبر یوں گیا تو لطف نہیں آئے گا، جاؤ پہلے اپنی ماں سے ملو اپنی پھوپھیوں اور بہنوں سے ملو۔ ان سے مل لو پھر رخصت ہونا۔“

نیاز بیگ کے شرکائے مجلس!

جیسے ہی شہزادے نے خیمے میں قدم رکھا، ماں مصلے پر بیٹھی تھی، شہزادے کی نظر جیسے ہی ماں کے سر پر پڑی۔ مصلے پر بیٹھی ماں کے قدموں پر ہاتھ رکھ دیئے.....

اللہ نے جنت میں آواز دے کر کہا:

”اسماعیلؑ کی ماں ہاجرہ! اگر ہمت ہے تو یہ منظر بھی دیکھ!“

امتحان سخت تھا، مگر کمر ہمت کس کر باندھ لی۔ اور اس کے باوجود کہ ابراہیمؑ اللہ کے اولوالعزم پیغمبرؐ بھی تھے۔ مگر پھر بھی ماں کو نہیں بتایا کہ کہاں لے کر جا رہا ہوں، بیٹے کو..... سارا راستہ اس کا منہ چومتے گئے، سینے سے لگاتے گئے اور جب منزل پر پہنچے ہیں تو اپنی عباتاری اور زمین کو صاف کیا..... کہ آخر بیٹا ہے میرا اس کو کہیں کنکر نہ چبھ جائے، کہیں کاٹنا نہ لگ جائے۔ زمین کو اچھی طرح صاف کیا اور پھر بھی نہیں لٹایا، اپنی عبا کی تین چار تھیں لگائیں اور اسے زمین پر بچھایا..... پھر بھی بیٹے کو اس پر نہیں لٹایا، بیٹے کو سینے سے لگا لگا کر بڑا آہستہ آہستہ اس پر لٹایا۔

پھر پوچھا:

”بیٹا! کہیں کنکر تو نہیں چبھے، کہیں زمین سخت تو نہیں معلوم ہوئی، کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟؟؟“

پھر بھی نہ جانے کیا خیال آیا کہ آنکھوں پر پٹی باندھ لی بیٹے کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے، بسم اللہ اللہ اکبر! کہہ کر چھری چلائی، گردن کی رگیں کٹتی ہوئیں محسوس ہوئیں، مگر آنکھوں سے پٹی ہٹائی تو دیکھا کہ نیچے دنبہ ذبح ہوا پڑا تھا اور بیٹا مسکرا رہا تھا۔ ہم جیسے عام آدمی ہوتے تو سجدہ شکر میں گر جاتے کہ بیٹا بچ گیا تھا، مگر وہ پیغمبرؐ تھے، تھر تھر کاہنے لگے۔

”یا اللہ! کیا مجھ سے کوئی خطا ہوگئی؟ میری قربانی میں کوئی کھوٹ تھا؟ میرے خلوص میں کوئی کمی نظر آئی کہ میری قربانی منظور نہیں کی؟“

اللہ نے آواز دے کر کہا:

”نہیں ابراہیمؑ! ہم نے تمہاری قربانی ادھار رکھ لی ہے اب تیری نسل کے کسی فرد سے وصول کریں گے۔ اور یہ ادھار اس لئے رکھتے ہیں کہ ابھی اس کی ماں میں ابھی اتنا دم خم نہیں آیا کہ جوان بیٹے کو ایڑھیاں رگڑتے ہوئے سر تا دیکھ سکے۔ سن ابراہیمؑ! ابھی وہ مانیں پیدا ہوں گی جو ساری ساری رات مصلے پر بیٹھ کر دعائیں مانگیں گی! یا اللہ! پہلے



عزاداران!

ذرا ایک فقرہ سن لینا! جیسے ہی پھوپھی نے اکبر کو آنا دیکھا تو عالمہ غیر معلّمہ شہزادی نے کہا:

”بھائی حسین! میں سمجھ گئی کہ اکبر کیوں آ رہا ہے؟ مجھے صرف اتنا بتا دیں کہ کیا عون و محمد کا صدقہ دے کر اکبر کے سر سے موت کا سایہ نہیں مل سکتا؟“

شہزادے نے یہ سنا تو سمجھ گیا کہ پھوپھی اماں اجازت نہیں دیں گی۔ مگر اکبر نے بھی ایسا سوال کیا کہ پھوپھی مجبور ہو گئی۔

قریب آ کر ماں نے نسب کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر کہا:

”ماں! مجھے آج ایک سوال کرنا ہے۔“

نسب نے کہا:

”بتاؤ میرے لال! آج کون سا سوال یاد آیا؟“

”اماں! یہ بتا دیں کہ آپ افضل ہیں یا دادی فاطمہ!“

نسب نے اکبر کا ماتھا چوم کر کہا:

”بیٹے! کجا تیری دادی فاطمہ، کجا میں! میں تو تیری دادی کی خادمہ ہوں۔“

بیٹے نے کہا:

”اچھا اماں! اس کا مطلب ہے کہ دادی افضل ہیں۔“

یہ کہہ کر شہزادہ پاؤں میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا:

”دیکھو اماں! حسین ہے فاطمہ کا بیٹا اور میں ہوں تمہارا بیٹا! آج اپنے

خدا کی قسم! ہاجرہ نے بھی اس وقت آنکھیں بند کر لیں کہ جب بیٹے نے ماں کے چہرے کی طرف دیکھا تو ماں نے منہ دوسری طرف کر لیا، اس طرف آ کر دیکھا تو ماں نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ بیٹے نے ماں کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر کہا:

”کوئی ناراضگی ہے اماں!“

کہا:

”نہیں، ہرگز نہیں۔“

بیٹے نے کہا:

”پھر آپ مجھے دیکھ کر منہ کیوں موڑ لیتی ہیں؟“

آواز آئی:

”میں کیا دیکھ رہی ہوں کہ تو ابھی تک زندہ ہے! تو زندہ ہے میرے لال..... دیکھ اکبر! میں نے منت مانی تھی، تیری شادی کی نہیں، تیرے بیاہ کی نہیں، بلکہ یہ کہ جب تیری لاش دیکھوں گی تو چار رکعت نماز شکرانہ ادا کروں گی۔“

کہا:

”میں آخری رخصت کی اجازت مانگنے آیا تھا۔“

کہا:

”اجازت یعنی ہے تو اس حقیقی ماں سے لے جس نے تجھے ۱۸ سال پالا ہے۔“

چنانچہ وہاں سے چھوٹی ماں کی طرف گیا، جس نے ۱۸ سال پالا تھا۔ جب اکبر وہاں پہنچا تو اوپر سے امام بھی تشریف لے آئے اور کہا:

”آج ہم بھی دیکھیں گے کہ پھوپھی سچے میں کیا کیا باتیں ہوتی ہیں!“

ارباب درد!

جواب بھی سن لیجئے.....

ٹھنڈی سانس لے کر کہا:

”اکبر! کاش! تیرا بھی کوئی اکبر ہوتا، پھر تجھے پتہ چلتا کہ کیسے جوان

بھائیوں کو موت کے منہ میں بھیجا جاتا ہے؟“

بیمار بھائی سے الوداع کے بعد حسین مظلوم نے اکبر کو الوداع کیا، گھوڑے کے

ساتھ ساتھ آئے اور ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر فرمایا:

”اکبر! میں یہاں کھڑا ہوں، تم جہاں جہاں جاؤ مڑ کر مجھے دیکھتے

رہنا۔“

لو میرے دوستو!

اب آگے پڑھنے کی ہمت نہیں..... اکبر گھوڑے پر حسین ٹیلے پر فضا خیمے کے

دروازے پر پھوپھی خیمے کے اندر اکبر کی ماں اکبر کی پھوپھی کے ساتھ مصلے پر اکبر کی نظر

شہادت پر حسین کی نظر اکبر پر فضا کی نظر حسین پر ماں کی نظر فضا پر!

میرے دوستو!

اکبر گھوڑے سے گرے فضا در پر گری، ماں سجدے میں گری۔

عزادارو! اکبر اور دوسروں کی شہادت میں ایک فرق یاد رکھئے گا۔ آپ نے علماء و

ذاکرین سے اکبر کی شہادت سنی ہوگی کہ اکبر کی شہادت سینے پر برچھی لگنے کی وجہ سے ہوئی

ہے، مگر میری تحقیق یہ ہے کہ کسی میں اتنی جرات ہی نہ تھی کہ بنی ہاشم پر سامنے سے حملہ آور ہو

سکے..... سان بن انس ملعون نے پیچھے سے چھپ کر اس طرح نیزہ مارا جس طرح حبشی

بیٹے کو فاطمہ کے بیٹے پر قربان کر دو۔“

ماں نے کھڑی ہو کر اکبر کو سینے سے لگایا اور بازوؤں پر سورہ حمد تلاوت کی اور یہ

کہہ کر خیموں میں چل دی کہ میرے ساتھ آخری دفعہ بہنوں کو مل لے اور جب یہ شہزادہ

خیموں میں داخل ہوا تو کسی نے آستین چوی کسی نے ماتھا چوما کسی نے منہ چوما کسی نے

دامن چوما اور ایک بہن ایسی بھی تھی کہ جس نے کہا:

”اکبر بھائی! میرا قد بہت چھوٹا ہے، میرا منہ تمہارے سینے تک نہیں پہنچ

سکتا، اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاؤں چوم لوں۔“

خدا کی قسم! اکبر نے جھک کر شہزادی سکینہ کو سینے سے لگایا..... سب نے مل کر

اکبر کو رخصت کیا۔

لو بھائیو!

غور سے یہ فقرہ سننا! اب ایک ایسا منظر آ گیا کہ حسین جیسا صابر بھی آنکھوں پہ

ہاتھ رکھ کر خیمے سے باہر نکل گیا۔ کیا منظر تھا یہ؟..... اچانک ایک کانٹتی ہوئی آواز آئی:

”اکبر! مجھ سے نہیں ملنا!..... اکبر تو مجھ سے دور جا رہا ہے!“

اب جو پلٹ کر دیکھا تو بیمار بھائی کمر پکڑے ہوئے کھڑا ہے، بستر بیماری سے اٹھ کر

آ گیا اور کہا:

”اکبر! تیرا امتحان آ گیا۔“

اکبر نے کہا:

”بھیا! آپ نے تو مجھے رخصت کر دیا تھا، پھر آپ نے کیوں تکلیف

کی؟“

دیں.....!"

کہا:

"فکر نہ کر میرے لال! میں لے جاتا ہوں تجھے۔"

یہ کہہ کر فاطمہ کا لال اٹھا، جوانان جنت کے سردار نے ایک ہاتھ اکبر کی گردن میں اور دوسرا ہاتھ پاؤں میں ڈال کر یا علیٰ کہہ کر اکبر کو اٹھایا، اکبر کو بچکی آگئی۔

حسین نے لٹا دیا، پھر یا علیٰ کہہ کر اٹھایا، اکبر کو پھر بچکی آئی۔ پھر لٹا دیا، پھر اٹھایا اور جب چوتھی مرتبہ اٹھایا تو حسین کے ہاتھ کا پٹنے لگے۔ اکبر کو زمین پر رکھا، گھٹنے ٹیکے اور اکبر کے پاس آ کر کہا:

"اکبر بیٹا! میں بوڑھا ہو گیا ہوں، تجھ جوان کی لاش مجھ سے نہیں اٹھتی..... اکبر ایک کام کر تو مجھے سہارا دے میں تجھے سہارا دیتا ہوں۔"

کہا:

"بابا! حکم کریں۔"

کہا:

"اکبر! اپنے دونوں ہاتھ میرے گلے میں ڈال دو۔ ادھر سے میں زور

دوں ادھر سے تو آسرا دے....."

اکبر تجھ پر ہماری لاکھوں جانیں قربان..... اکبر نے ایک ہاتھ رکھا ہوا تھا سینے پہ

دوسرا ہاتھ سینے پر ایک باپ کے گلے میں ڈالا۔"

حسین نے کہا:

"بیٹا! دوسرا ہاتھ میری گردن میں ڈال دے۔"

بیٹے نے کہا:

"نہیں بابا! میری مجبوری ہے۔"

حسین نے کہا:

(حش) نے جناب حمزہ کو مارا تھا۔

دوستو!

وہ نیزہ لگا ہے پیچھے سے! اگر سامنے سے نیزہ لگتا تو اکبر زین کے پیچھے گرتے۔ مگر روایت یہ ہے کہ جب اکبر کو نیزہ لگا تو اکبر نے جلدی سے گھوڑے کے گلے میں بانہیں ڈال لیں اور نیزہ پلک کر ٹوٹ گیا۔ شبیہ پیغمبر زین سے گرنے لگا تو برچی کا پھل نکل آیا پیچھے کی طرف سے..... گرتے گرتے عام شہیدوں کی طرح اکبر نے بابا کو نہیں بلایا۔

گرتے گرتے اکبر کہتا کیا ہے:

"بابا! میدان میں نہ آنا، قاتل بہت ہیں میدان میں نہ آنا بابا! خنجر

بہت ہیں نیزے بہت ہیں تلواریں بہت ہیں تو اکیلا ہے..... نہ آنا

میدان میں بابا.....!"

مگر حسین نے جب بیٹے کی آواز سنی تو بیٹے کی طرف چل پڑے۔ علامہ علی نقی قبلہ فرماتے ہیں کہ اتنی جلدی میں چلے ہیں حسین کہ خیمے کی طنابوں سے قدم الجھے اور حسین گر گئے۔ یا علیٰ کہہ کر اٹھے، پھر گر گئے، پھر اٹھے، پھر گر گئے۔

مجتہدین نے لکھا ہے کہ متر (۷۰) مرتبہ اٹھے اور متر مرتبہ گرے اور حسین بیٹے کی لاش پر اس طرح گئے جس طرح ڈیڑھ سال کا بچہ کہنیوں اور گھٹنوں کے بل چلتا ہے۔ اور یہ کہہ کر چلے بیٹا میں آ گیا، اکبر میں آ گیا اور حسین نے جیسے اکبر کی رقص خون سے تیری دیکھیں تو ساری داڑھی ایک دم سفید ہو گئی۔

اکبر سے کہا:

"اکبر کوئی فرمائش ہے؟"

اکبر نے بچکی لیتے ہوئے کہا:

"بابا! میں آخری دفعہ اماں سے ملنا چاہتا ہوں آپ مجھے اماں سے ملا

کر گر گیا پھر قریب جا کر پوچھنے لگا:

یا ایہا الغریب

”اس صحرا میں کوئی حسین بھی ہے؟“

مولاً نے کہا:

”میں ہی حسین ہوں تو کیا چاہتا ہے؟“

سوار ایک دم کہتا ہے:

”کون حسین؟“ چکی پیسنے والی ماں کا بیٹا حسین تو ہے! عید کے دن ناناً کی زلفیں پکڑ کر سواری کرنے والا حسین تو ہے!“

مولاً نے کہا:

”ہاں! میں ہوں تو کیا کہنا چاہتا ہے؟“

مسافر نے کہا:

”میں مدینے سے یمن جا رہا تھا کہ راستے کے جنگل میں کسی کے رونے

کی آواز سنائی دی۔ میں اس آواز کی طرف گیا، وہاں ایک بیمار بچی

کھڑی رو رہی تھی، جس کا نام صغریٰ تھا۔ اس نے مجھے یہ خط دیا کہ

میرے بابا حسین کو دے دینا اور کہنا کہ اکبر کی شادی پر صغریٰ کو نہ

بھلاتا، صغریٰ کو ضرور بلاتا۔“

ادھر صغریٰ کا نام آیا..... اکبر کو بچکی آئی زبان سے نکلا:

”ہائے صغریٰ، ہائے صغریٰ اور روح پرواز کر گئی۔“

انا للہ و انا الیہ راجعون

اللہ آپ کو سوائے غم شبیر کسی غم میں مبتلا نہ کرے!

میں چلتے چلتے اپنی ماؤں بہنوں کے لئے ایک روایت اور سنا دوں۔ مولانا محمد

اسماعیل کو اللہ جنت نصیب کرے وہ فرماتے کہ جب برجی کھینچی تو کربلا میں طوفان آیا، ہوا کا

”بیٹا! تجھے میرے حق کی قسم! میں امام زمانہ حکم دیتا ہوں دوسرا ہاتھ ہٹا لے۔“

لو نیاز بیگ والو! ادھر اکبرؑ نے ہاتھ ہٹایا، حسینؑ کی نظر اکبرؑ کے سینے پر پڑی۔ فرشتوں نے عبادات چھوڑ دیں، رسولؐ نے روضہ چھوڑ دیا، علیؑ نے نجف چھوڑ دیا، فاطمہؑ نے بقیع چھوڑ دیا۔

حسینؑ نے کیا دیکھا کہ اکبرؑ کے سینے سے ۶ انچ کی برجی باہر نکلی ہوئی ہے اور ۶ انچ سینے کے اندر ہے۔ حسینؑ نہ رہا حیدرؑ ہو گیا۔ حسینؑ زمین پر بیٹھے مدینے کی طرف منہ کر کے برجی پر ہاتھ ڈالا اور آواز دی:

”نانا رسول! دادا ابراہیمؑ کو لے آئیے۔ آ کر دیکھ لیں میری آنکھوں پر

پٹی نہیں ہے میرے بیٹے کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے نہیں ہیں۔“

آواز آئی:

”میرے لال! ہم سب یہیں موجود ہیں۔ تیری ماں بھی ہے تیرا باپ

بھی ہے تیرا بھائی بھی ہے تیرا نانا میں بھی کھڑا ہوں۔“

بس جیسے ہی کہا نہ میں کھڑا ہوں، حسینؑ نے برجی کو ہلایا، اکبرؑ کا سینا ہلا زمین کر بلا علیؑ خیسے بلے بی بی زینبؑ کا دل ہلا سر سے چادریں سرکیں۔ حسینؑ نے بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر برجی کا پھل کھینچا۔ اکبرؑ نے بچکی لی رسولؐ نے دوڑ کر فاطمہؑ کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

کہا:

”فاطمہ اب نہ دیکھنا، فاطمہ اب نہ دیکھنا۔“

عزیزو!

فاطمہؑ کا لال ابھی اسی عالم میں بیٹھا کہ اچانک ایک سوار آگے بڑھا۔ یہ منظر دیکھ

طوفان مدینے پہنچا۔ بچے بوڑھے جوان گھروں میں بند ہو گئے۔ عبداللہ بن عمر کہتا ہے میں نے طوفان میں کسی کے رونے کی دردناک آواز سنی۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا جلدی دیکھ طوفان میں کس کا بچہ پھنس گیا ہے؟ بیوی باہر گئی سینے سے ایک گٹھڑی لگا کر لائی۔ میں نے کہا کیا ہے؟

اس نے کہا کیا نہیں ہے جلدی پردہ کر شہزادی صفریٰ ہے میری شہزادی صفریٰ ہے۔ اس بی بی نے شہزادی صفریٰ کی زلفیں صاف کیں چہرہ چومّا ماتھا چومّا۔ ٹھنڈی سانس لے کر کہنے لگی سارا دن..... (افسوس کہ آگے کیسٹ ختم ہو گئی!)

☆●☆●☆



# نسیم الحجالس

مجموعہ نقاد

2

مدظلہ العالی

علامہ سید نسیم عباس رضوی

احکام الصلح الصالحین اللہ

نسیم الحجالس

2



علامہ سید نسیم عباس رضوی

